کتاب الفتاویٰ

"زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سوالات کا جواب اور مسائل کا حل، کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں حوالہ جات کے اہتمام کے ساتھ اور آسان زبان میں"

تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب

مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری

زمزم پبلشرز

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوٓا أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل)

"(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں، آدمی بھیجے ہیں، جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ پس اے لوگو! اہل ذکر (علم) سے پوچھ لو، اگر تم لوگ خود نہیں جانتے"۔

فہرست مضامین

کتاب الأیمان

قسم سے متعلق سوالات

سلسلہ نمبر	عناوین	صفحہ
۱۹۸۷	اگر تجھ سے دو پیسے لوں تو حرام؟	۳۹
	قسم کا کفارہ	
۱۹۸۸	کفارہ سے مراد	۴۰
۱۹۸۹	قرآن شریف کی قسم اور کفارہ	۴۱
۱۹۹۰	معصیت کی قسم اور کفارہ	۴۲
۱۹۹۱	کفارۂ قسم	۴۳
۱۹۹۲	قسم توڑ دے تو کیا کرے؟	۴۳
۱۹۹۳	قسم توڑ کر کفارہ دینا چاہئے	۴۴
	نذر کے احکام	
۱۹۹۴	نذر کا ایک مسئلہ	۴۵
۱۹۹۵	مشروط نذر ماننے کا حکم	۴۶
۱۹۹۶	روزہ کی نذر بھول جائے تو خیرات ضروری ہے؟	۴۶
۱۹۹۷	ہاشمی روزہ رکھنے کی نذر	۴۷
۱۹۹۸	جانور کی نذر	۴۹
	کتاب القضاء و السیر	
	قضاء اور سیاسی امور سے متعلق سوالات	
۱۹۹۹	ہندوستانی مسلمان اور ہجرت	۵۳

کتاب اللقطة

گری ہوئی چیزوں کے احکام

سلسلہ نمبر	عناوین	صفحہ

کتاب الحظر والإباحة

جائز وناجائز چیزوں سے متعلق سوالات

زیبائش وآرائش

جائز و ناجائز کھانے کی چیزیں

كتاب الهبة والوصية

ہبہ اور وصیت سے متعلق سوالات

ہبہ

کتاب الفرائض

میراث سے متعلق سوالات

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۳۵۸	ورثہ میں بیوی، بہن اور بھائی کے لڑکے ہیں	۲۳۰۱
۳۵۹	چار لڑکے اور دو لڑکیوں کے درمیان تقسیم میراث	۲۳۰۲
۳۶۰	جہیز میں دی گئی رقم بھی ورثہ میں تقسیم ہوگی	۲۳۰۳
۳۶۱	وراثت کا مسئلہ	۲۳۰۴
۳۶۳	عاق کرنا	۲۳۰۵
۳۶۵	طلاق کے بعد شوہر کے انتقال کی صورت میں بیوی کا میراث	۲۳۰۶
۳۶۵	مرحوم شوہر کے ذمہ مہر باقی ہو	۲۳۰۷
۳۶۶	گریجویٹی، پراویڈنٹ فنڈ اور انشورنس کی رقم کی تقسیم	۲۳۰۸
۳۶۷	بیوی کی املاک پر شوہر کے رشتہ داروں کا دعویٰ	۲۳۰۹
۳۶۸	بھتیجی کے رہتے ہوئے صرف بھتیجے کے نام جائداد لکھ دے	۲۳۱۰
۳۶۹	اولاد میں جائداد کی غیر مساویانہ تقسیم	۲۳۱۱
۳۷۰	بیوی مہر حاصل کیے بغیر مر جائے	۲۳۱۲
۳۷۰	غیر مسلم لاوارث کے مال کا مصرف	۲۳۱۳
۳۷۱	قتل، مانع میراث	۲۳۱۴
۳۷۲	لڑکی کے ترکہ میں سسرال والوں اور میکہ والوں میں سے کس کو ملے گا؟	۲۳۱۵
۳۷۲	تین لڑکے اور ایک لڑکی میں میراث کی تقسیم	۲۳۱۶
۳۷۳	متبنیٰ لڑکی کا حقیقی باپ کے ترکہ میں حصہ	۲۳۱۷
۳۷۵	بیوی، ایک بیٹا اور دو بیٹیوں کے درمیان وراثت کی تقسیم	۲۳۱۸
۳۷۵	ہبہ کردہ مکان میں وراثت	۲۳۱۹

کتاب الفتاوی

چھٹا حصہ

کتاب الایمان

قسم سے متعلق سوالات

قسم کھانے سے متعلق احکام

اگر فلاں کام کیا تو میں کافر ہوں

سوال:- [1977] ایک صاحب نے غصہ کی حالت میں کہا کہ اگر میں کسی معاملہ میں دخل دوں، تو سمجھنا کہ کافر کی اولاد ہوں، اور گھر میں کھانا کھاؤں تو سمجھو کہ بدجانور (خنزیر) کا گوشت کھایا، اس صورت میں کیا حکم ہے، اور کیا اس کا کچھ کفارہ ہے؟ (سرور علی چھاؤنی، نادر علی بیگ)

جواب:- ایسی باتیں زبان پر لانا نہایت ہی نامناسب اور ناشائستہ بات ہے، اگر کسی چیز پر تاکید ہی مقصود ہو تو قسم کھالینا کافی ہے، اور قسم اللہ کی کھانی چاہئے، اور یہ بھی شدید ضرورت کے وقت، اس لیے ان صاحب کو ایسی ناشائستہ اور ناروا بات کے لیے استغفار کرنا چاہئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کی بات کہے تو یہ قسم کھانے ہی کے حکم میں ہے، لہٰذا اگر اپنی بات کو پوری نہ کرسکے تو کفارہ ادا کردے جو قسم پوری نہ کرنے کی بناء پر ادا کیے جانے کا حکم ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولو قال: إن فعل كذا فهو يهودي أو نصراني أو مجوسي أو بريء من الإسلام أو كافر أو يعبد من دون الله أو يعبد الصليب أو نحو ذلك، يكون اعتقاده كفر، فهو يمين استحسانا كذا في البدائع، حتى لو فعل تلك الفعل يلزمه الكفارة" (۱)

''اگر کسی شخص نے کہا: اگر وہ ایسا کرے تو یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہے، یا اسلام سے بری یا کافر ہے، یا غیر اللہ کا پرستار یا صلیب وغیرہ کا پرستار ہے، یعنی ایسی بات جس کا عقیدہ رکھنا باعث کفر ہے، تو از راہ استحسان اس کو یمین ہی سمجھا جائے گا، یہاں تک کہ اگر وہ اس فعل کا ارتکاب کرلے تو کفارہ لازم ہوگا''

گھر میں کھانا کھاؤں تو گویا کہ خنزیر کا گوشت کھایا کا بھی یہی حکم ہوگا؛ کیوں کہ اس طرح اس نے اپنے اوپر ایک حلال کو حرام کرنے کی بات کہی ہے، اور قسم کی حقیقت یہی ہے کہ ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیا جائے۔

قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا ان کو کپڑے پہنانا ہے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو تین روزہ رکھنا ہے، اور خود قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے۔ (۲)

اگر شادی نہ کرنے کی قسم کھائے؟

سوال:- (1978) اگر کوئی لڑکی شادی نہ کرنے پر

(۱) الفتاوی الهندية: ۲/ ۵۴۔
(۲) المائدة: ۸۹۔

قرآن کی قسم کھالے اور ماں باپ کی خوشی کے لیے اسے شادی
کرنی پڑے تو کیا کرنا چاہیے؟　　(تسلیم سری نگر پلی)

جواب:- شادی نہ کرنے کی قسم کھالینا درست نہیں، رسول اللہ ﷺ نے تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا ہے۔(۱) اس سلسلہ میں ماں باپ کی خواہش کو قبول کرلینا عین منشاء شریعت کے موافق ہے، لیکن چوں کہ قرآن کی قسم سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے، اس لیے اس صورت میں نکاح کے بعد قسم کا کفارہ ادا کر دینا چاہیے، قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کے کپڑے بنانا ہے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو مسلسل تین روزے رکھنا ہے۔

نابالغ کی قسم

سوال:- {1979} میرا ایک چودہ سالہ بیٹا ہے اس نے گھر کے بزرگوں کے سامنے ایک معاملہ میں قسم کھالیا کہ فلاں کام نہیں کروں گا، ہم لوگ قسم کھالینے کی وجہ سے یہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ قسم ٹوٹ نہ جائے، مگر اس کی وجہ سے خود اس لڑکے کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اس مسئلہ کا صحیح حل کیا ہے؟ کیا قسم توڑی جاسکتی ہے؟ اور اگر توڑی جائے تو کیا صدقہ کرنا ہوگا؟

(صادق شریف، شادنگر)

جواب:- قسم کے معتبر ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ قسم کھانے والا بالغ ہو، نابالغ بچوں کی قسم کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا ہے، چنانچہ اگر وہ قسم کھائیں اور پھر قسم توڑ دیں تو ان پر قسم کا کفارہ بھی لازم نہیں۔

و منها أن يكون عاقلا بالغا فلا يصح يمين

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۱۸۴۹، باب النهي عن التبتل۔ محشی۔

المجنون و الصبي وإن كان عاقلا "(۱)

اس لیے اگر بلوغ کی علامت پیدا نہ ہوئی ہوں تو آپ کا لڑکا قسم توڑ سکتا ہے، اور اس پر کفارہ نہیں۔

کیا یہ قسم ہے؟

سوال:- {1980} ایک شخص نے قسم کھائی کہ " تمہارے گھر میں کھانا کھایا تو حرام " اور وہ شخص اپنی غلطی پر نادم ہے، تو اب اس کا کفارہ کیا ہے؟ (محمد عاشق صدیقی، یوپی)

جواب:- آج کل چوں کہ قسم کھانے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی جاتی ہے، اس لئے ایسا کہنے سے قسم منعقد ہو جائے گی اور سمجھا جائے گا کہ اس نے اس گھر میں نہ کھانے کی قسم کھائی ہے:

" لو قال كل طعام أكله في منزلك فهو على حرام ففي القياس لا يحنث إذا أكله هكذا روى ابن سماعة عن أبي يوسف و في الاستحسان يحنث " (۲)

اس طرح کی قسم کھانا اور اس پر قائم رہنا مناسب نہیں ہے، اس لئے بہتر ہے کہ قسم توڑ دیں اور اس کے بعد قسم کا کفارہ ادا کریں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" جو قسم کھائے اور اس کے خلاف عمل کو بہتر سمجھے، تو چاہئے کہ اس کام کو کرلے اور قسم کا کفارہ ادا کرے "(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع: ۳/۲۰۔

(۲) رد المحتار: ۵/۵۰۸۔

(۳) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۵۰۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا دے، یا ان کے کپڑے بنا دے اور ان دونوں باتوں پر قادر نہ ہو تو تین روزے رکھ لے۔(۱)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی قسم

سوال:- {1981} میں نے حضرت حسن ﷺ اور حسین ﷺ کی قسم کھائی تھی کہ فلاں کام نہیں کروں گا، لیکن میں اس قسم پر قائم نہیں رہ سکا تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟ جس وقت میں نے قسم کھائی اس وقت میں آٹھ یا دس سال کا تھا۔

(اسلم پاشا، ج: دونی)

جواب:- جو صورت آپ نے لکھی ہے اس میں دو وجہوں سے قسم منعقد نہیں ہوئی، اول یہ کہ قسم اللہ ہی کی معتبر ہے، اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا نہ جائز ہے اور نہ معتبر، (۲) دوسرے: آپ نے جس وقت قسم کھائی تھی اس وقت نابالغ تھے، نابالغ کے غیر مکلف ہونے کی وجہ سے اس پر حقوق اللہ میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی، اس لیے قسم منعقد ہی نہیں ہوئی اور آپ پر اس کا کفارہ واجب نہیں ہے، البتہ آئندہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے پرہیز کریں کہ غیر اللہ کی قسم کھانا سخت گناہ ہے۔

اپنی قسم دینا

سوال:- {1982} کیا اسلام میں قسم دینا جائز ہے؟

---

(۱) رد المحتار :۵/۵۰۵-۵۰۳۔ محشی۔

(۲) "و اليمين بغيره مكروهة عند البعض للنهي الوارد فيها" (رد المحتار: ۵/۴۷۲) "فإنه اتفقنا لما فيه من مشاركة المقسم به لله تعالى في التعظيم" (بدائع الصنائع: ۳/۳۰) محشی۔

بچے ماں باپ اپنے بچوں کو اپنی قسم دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (فرحت ترنم، فلک نما)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے بلا ضرورت قسم کھانے کو پسند نہیں فرمایا ہے۔(۱) اس لئے ضرورتاً ہی قسم کھائی جائے، بلا ضرورت قسم کھانا کراہت سے خالی نہیں، پھر اگر قسم کھائی ہی ہو تو اللہ ہی کی قسم کھائی جائے، غیر اللہ کی قسم کھانا درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا تحلفوا إلا باللہ'' نیز اسی روایت میں ہے کہ اپنے باپ ماں وغیرہ کی قسم نہ کھاؤ(۲) اس لئے بچوں کو اپنی قسم دینا سخت گناہ ہے، اس سے مکمل اجتناب واجب ہے، اور اگر اس طرح قسم دی جائے تو لکھا ہے کہ اس طرح قسم دینے میں کفر کا اندیشہ ہے: "ھل یخاف منه الکفر فی نحو و حیاتی و حیاتك"(۳)

کورٹ میں مقدس کتاب کی قسم

سوال:- {1983} عدالت میں مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر عہد لیا جاتا ہے کہ جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا، سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا، کیا یہ عہد قسم کی تعریف میں آتا ہے؟ اگر کوئی مسلمان اس عہد کے بعد جھوٹ کہہ دے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور کفارہ ادا کرنا ہو تو کیا طریقہ ہے؟

(سلمان شریف، گلشن باغ)

---

(۱) قال رسول اللہ ﷺ: لا تنذروا فإن النذر لا یغنی من القدر شیئا و إنما یستخرج به من البخیل عن أبي هریرة ﷺ، (الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۵۳۸، باب في کراهیة النذور) محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۲۴۸۔

(۳) رد المحتار: ۵/۴۸۳۔

جواب:- اگر قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یہ جملے کہے تو یہ قسم کھانے کے حکم میں ہے:

"لو حلف بالمصحف و وضع یده علیه أو قال
و حق هذا فهو یمین " (۱)

اگر مستقبل کی کسی بات کے بارے میں قسم کھائے اور اسے پورا نہ کر سکے تو اسے بالاتفاق کفارہ ادا کرنا چاہئے، (۲) اگر قرآن پر ہاتھ رکھ کر ماضی کی کسی بات پر جھوٹی قسم کھائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ کفارہ بھی اس کے لئے کافی نہیں، بلکہ اسے توبہ واستغفار کرنا چاہئے، (۳) دوسرے فقہاء کے نزدیک اس صورت میں بھی کفارہ واجب ہوتا ہے، (۴) اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اس نے جھوٹی قسم کھائی ہو تو استغفار بھی کرے اور کفارہ بھی ادا کردے، قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو دو وقت کا اوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کے کپڑے بنانے ہیں اور استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھنا ہے، خود اللہ تعالیٰ نے اس کفارہ کا ذکر فرمایا ہے۔ (۵)

قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا

سوال:- (1984) ایک شخص نے قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ "وہ آئندہ سگریٹ نہیں پیئے گا" اگر وہ اس کے خلاف کر گزرے تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

(حبیب علی انصار، مولا علی)

---

(۱) مجمع الأنهر: ۱/۵۴۳۔
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۴۷۸، ذکی۔
(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۵/۴۷۶-۴۷۷، ذکی۔
(۴) الفقه الإسلامی و أدلته: ۳/۳۶۲، ذکی۔
(۵) المائدة: ۸۹۔

جواب:- عرف و رواج کے تحت فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائے تو قسم منعقد ہو جاتی ہے:

"عندي لو حلف بالمصحف أو وضع يده عليه

وقال: حق هذا، فهو يمين" (۱)

اس لئے آپ کے دوست کو سگریٹ پینے سے بچنا چاہئے اور اگر اس کے خلاف کر گزرے تو قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہئے، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مستحقین زکوٰۃ کو دو پہر اور رات کا کھانا کھلائے یا ان کے کپڑے بنوا دے، اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا ہو تو تین روزے رکھ لے، خود قرآن مجید میں کفارۂ قسم کی یہ تفصیل آئی ہے۔ (۲)

عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ ؓ میں قرآن مجید کی قسم

سوال:- (1985) (الف) کیا حضور ﷺ کے زمانہ میں قرآن کی قسم کھائی جاتی تھی؟

(ب) کیا صحابہ کرام ؓ کے زمانہ میں یہ طریقہ موجود تھا اور کسی صحابی ؓ نے قرآن کی قسم کھائی تھی؟

(ج) ایک واقعہ مشہور ہے کہ خارجیوں نے حضرت علی ؓ سے جنگ چھیڑ دی، ہارنے لگے تو قرآن نیزہ پر اٹھا کر صلح چاہنے لگے، حضرت علی ؓ کہتے رہے کہ قرآن اٹھا کر ہمیں فریب دیا جا رہا ہے، چنانچہ یہی ہوا کہ خارجیوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور کثیر خارجی مارے گئے۔ (رحمت علی، سنگل پور)

جواب:- (الف، ب) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ کے عہد میں قرآن اٹھا کر قسم

---

(۱) رد المحتار: ۵/۴۸۵۔

(۲) المائدۃ: ۸۹۔

کھانے کا ثبوت نہیں، البتہ چونکہ قسم کا تعلق عرف ورواج سے بھی ہے، اس لیے موجودہ دور کے عرف کے لحاظ سے قرآن مجید کی قسم کھانے کی گنجائش ہے اور قسم کھائی جائے تو منعقد ہوجائے گی، فقہاء نے لکھا ہے کہ

''اگر کسی علاقہ میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے کا رواج ہوجائے اور کوئی شخص اس طرح قسم کھالے تو قسم ہوجائے گی''۔(۱)

(ج) حضرت علی ﷺ کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے، لیکن خوارج کے ساتھ ایسے کسی واقعہ کا ذکر نہیں ملتا، البتہ جنگ صفین میں، جو خلیفۂ برحق سیدنا حضرت علی ﷺ اور حضرت معاویہ ﷺ کے درمیان ہوئی تھی، اور جس میں با تفاق اہل سنت حضرت علی ﷺ حق پر تھے، جب حضرت معاویہ ﷺ کے لشکر کو شکست ہونے لگی تو حضرت عمرو بن العاص ﷺ کے مشورہ پر ان کے لشکر نے اپنے نیزوں پر قرآن مجید اٹھا دیا، حضرت علی ﷺ نے اہل عراق کو لاکھ سمجھایا کہ یہ محض ایک چال ہے، اسے قبول نہ کرنا چاہیے، لیکن آپ کی فوج میں کچھ منافقین اور خوارج تھے، وہ اس پر مصر ہوگئے اور بالآخر حضرت علی ﷺ کو صلح کرنی پڑی، (۲) خوارج سے آپ کی جنگ بعد میں ہوئی، جس میں ان بد دینوں کی بڑی تعداد ماری گئی۔

کیا قرآن مجید کی قسم پوری کرنا واجب ہے؟

سوال:- (1986) میں ایک سرکاری ملازم ہوں، تلگو امتحان بہ طور دوسری سرکاری زبان کامیاب کرنا ملازمت کی بحالی اور دیگر فوائد وحقوق کے لئے اشد ضروری تھا، سرکاری تحریری امتحان میں تو کامیاب ہوگیا، تاہم ابھی زبانی امتحان

---

(۱) رد المحتار: ۵/۴۸۵، بتحقیق شیخ عادل۔

(۲) دیکھئے: البدایة والنهایة: ۷/۲۷۳-۲۷۴۔

کامیاب کرنا باقی تھا، ایک تحریری امتحان میں فیل ہوجانے کا مرحلہ آگیا، امتحان کے افسر اعلیٰ (غیر مسلم) نے کہا کہ تحریری امتحانات کے ایک امتحان میں تم ناکامیاب رہے، تم تلگو میں درخواست لکھنے کے اہل نہیں، پھر انہوں نے کہا: "تم قرآن پاک کی قسم کھاؤ کہ میں تلگو ضرور سیکھوں گا، تو میں تمہیں اس امتحان میں کامیاب کرسکتا ہوں" میں نے کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو ظاہرحامی بھرلی، لیکن یہ دل کی آواز نہ تھی، بلکہ دماغ کی آواز تھی، مجھے تلگو سے کوئی رغبت نہیں، اس لئے میں آج تک بھی قسم کا ایفاء نہ کرسکا، دل ہمیشہ ملامت کرتا ہے، قرآن جیسی عظیم متبرک صحیفہ کی قسم کھانے پر کیا یہ خدا کے حضور گناہ کبیرہ کی تعریف میں نہیں؟ اس میں میری مجبوری کا بڑا دخل تھا، کیا ایسے میں کفارہ واجب ہوتا ہے؟ (ج ،ب، حیدرآباد)

جواب:- اسلام کی نگاہ میں گو عربی زبان کو قرآن کی زبان ہونے کی وجہ سے ایک خاص اہمیت حاصل ہے، لیکن کوئی بھی زبان ناپسندیدہ اور مذموم نہیں، کیوں کہ زبان تو محض بیان اور اظہار کا ذریعہ ہے، اگر کوئی شخص تلگو زبان اس لیے سیکھے کہ اس سے دین کی خدمت کرے گا تو باعث اجر و ثواب ہے اور عربی زبان خدانخواستہ اس لیے سیکھے کہ اپنی زبان دانی کو اسلام کے خلاف استعمال کرے گا، جیسا کہ مستشرقین کرتے ہیں، تو عربی زبان کا سیکھنا بھی اس کے لیے باعث گناہ ہوگا، اس لیے جب آپ نے تلگو زبان سیکھنے کا وعدہ کیا ہے اور اسی بنیاد پر آپ کو ملازمت ملی ہے یا ملازمت کا استقلال حاصل ہوا ہے تو آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے اور اس بات کی نیت رکھنی چاہیے کہ آپ اس کو خلق اللہ کے مفاد کے لیے استعمال کریں گے، چوں کہ آپ نے قسم کھاتے ہوئے مدت متعین نہیں کی تھی، اس لیے ابھی بھی آپ کے لیے گنجائش ہے، اگر اب

بھی آپ ملکوسکے لیں تو آپ قسم پوری کرنے والے سمجھے جائیں گے اور کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

لیکن اگر آپ آئندہ بھی اپنے اس عہد کو پورا نہیں کرسکے تو آپ پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا، قرآن مجید کی قسم کھانے سے بھی قسم ہو جاتی ہے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"إن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينا ... وبه نأخذ" (۱)

اگر تجھ سے روپیہ لوں تو حرام

سوال:- [1987] میں غصہ میں بوقت تکرار فرزند سے کہہ دیا کہ اب تم سے خرچ کے لیے روپے لوں گا تو حرام ہے، تم میری فکر مت کرو، اللہ تعالی رزاق ہے، اب اگر پیسے لینے پڑے تو مجھے کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ (م، الف، نانڈیڑ)

جواب:- ایسی باتیں کہنے سے گریز کرنا چاہئے، بہرحال اس صورت میں آپ اپنے فرزند سے پیسے لے سکتے ہیں، کہ یہ آپ کا حق ہے، البتہ اسے حرام کہنے کی وجہ سے آپ پر کفارۂ قسم واجب ہوگا، دس مسکینوں کو دوپہر اور رات کا کھانا کھلانا یا ان کے کپڑے بنانا اور اتنی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔

"ولو قال الخمر علي حرام ثم شرب إن أراد به التحريم تجب الكفارة كأنه حلف لا يشرب الخمر وإن أراد الإخبار ... لا تجب الكفارة" (۲)

○ ○○○○ ○

(۱) الدر المختار مع الرد: ۴۸۴/۵۔

(۲) الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية: ۶۹/۴۔

قسم کا کفارہ

کفارہ سے مراد

سوال:- {1966} اگر ہم کسی چیز کے نہ کرنے کی قسم کھالیں، مگر عمل نہ ہو سکے تو کفارہ واجب ہوتا ہے، کفارہ سے کیا مراد ہے؟ اور ہم کو کفارہ میں کیا کرنا چاہئے؟

(سید عظیم الدین، قاضی پورہ)

جواب:- کفارہ ایسے عمل کو کہتے ہیں جو گناہ کے اثر کو مٹادے اور آدمی کو اس گناہ سے پاک کردے، اللہ تعالیٰ نے بعض کوتاہیوں کے لئے کفارات متعین کئے ہیں، اگر آدمی اس غلطی کا مرتکب ہو جائے تو مقررہ کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، ان ہی میں سے ایک کفارۂ قسم بھی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"کہ جو کھانا تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو، اسی میں سے دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا، یا کپڑے پہنانا، یا ایک غلام کو آزاد کرنا اس کا کفارہ ہے، اگر اس کی صلاحیت نہ

ہو تو پھر تین روزے رکھنا ہے'' (۱)

موجودہ زمانہ میں چوں کہ غلام نہیں رہے، اس لئے قسم کا کفارہ دس غرباء کو دو وقت یعنی دو پہر اور رات کا کھانا کھلانا، یا دس آدمیوں کے کپڑے بنانا واجب ہے، جو لوگ مالی اعتبار سے اتنی استطاعت نہیں رکھتے ہوں کہ کھانا کھلا سکیں، تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ تین روزے رکھیں اور ضروری ہے کہ یہ تینوں روزے مسلسل رکھے جائیں۔ (۲)

قرآن شریف کی قسم اور کفارہ

سوال:- {1989} ایک لڑکی نے قرآن شریف کی قسم کھائی کہ وہ کبھی بھی اس کی سہیلی کے گھر نہیں جائے گی، لیکن اس کی سہیلی بار بار اس کے گھر آنے کو کہہ رہی ہے، وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنالیتی ہے، اسے وہ سہیلی بہت عزیز بھی ہے، لڑکی کو خیال آتا ہے کہ اگر میں اپنی سہیلی کے گھر نہ جاؤں تو شاید اس کی موت واقع ہو جائے، اس مسئلہ میں حکم شرعی کیا ہے؟

(محمد کریم نگر)

جواب:- قرآن شریف کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے، اگر سہیلی کے یہاں نہ جانے کی قسم کھانا کسی امر شرعی کی بنا پر تھا، جیسے غیر محرم کا آمنا سامنا وغیرہ، تب تو یہ قسم درست تھی اور اگر محض کدورت کی بنا پر تھا، تو اس کی قسم کھانا درست نہیں، بہر حال قسم سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اگر شرعاً نامناسب ہونے کی وجہ سے یا خود اپنی مجبوری کے تحت قسم توڑنی پڑے، تو قسم کا کفارہ ادا کر دے، کفارہ دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا، یا دس مسکینوں کے لیے کپڑے بنانا ہے،

(۱) المائدۃ:۸۹۔

(۲) الفتاویٰ الهندیۃ:۲/۶۱۔

اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دنوں تک روزے رکھ لے۔(۱) باقی یہ سمجھنا کہ اس کی خلاف ورزی کی وجہ سے موت واقع ہو جائے گی تو ایسی کوئی بات قرآن وحدیث میں منقول نہیں، یہ محض وہم ہے، اس لڑکی کو چاہیے کہ پہلے سہیلی کے یہاں جائے، اس کے بعد قسم کا کفارہ ادا کردے پھر آئندہ جانے پر دوبارہ کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

معصیت کی قسم اور کفارہ

سوال:- (1990) میں والدہ سے کسی بات پر خفا ہو کر گھر سے نکل گیا اور غصہ میں قسم کھائی کہ "اللہ کی قسم اب کبھی بھی گھر نہیں آؤں گا" بعد میں شرمندگی ہوئی اور میں کچھ دنوں کے بعد گھر واپس آ گیا، قسم ٹوٹ جانے کی وجہ سے اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ (اے، اے خان، جڈنہ گوڑہ)

جواب:- آپ گھر واپس آ گئے، یہ اچھا کیا، کیونکہ اگر غلط بات کی قسم کھالی جائے تو بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس قسم کو توڑ دے اور پھر کفارہ ادا کردے، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"اے عبدالرحمن! جب تم قسم کھاؤ، اور اس پر قائم نہ رہنے کو بہتر سمجھو تو جو بہتر ہو اسے کرلو، اور قسم کا کفارہ ادا کردو۔(۲)

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو پہر اور رات کا کھانا آسودہ کرکے کھلایا جائے، جو لوگ دن میں کھائیں وہی رات میں بھی کھائیں، روزانہ ایک شخص کو دو دفعہ کا کھانا بھی

---

(۱) ﴿فكفارته اطعام عشرة مسكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة ، فمن لم يجد فصيام ثلثة أيام﴾(المائدة:۸۹) محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد : حدیث نمبر:۳۲۷۶۔

کھلایا جا سکتا ہے، یا دس مسکینوں کے کپڑے بنائے جائیں، اگر ان دونوں باتوں پر قدرت نہ ہو، تو مسلسل تین دنوں تک روزہ رکھ لے۔(۱)

کفارۂ قسم

سوال:- {1991} اگر ہم کسی چیز کی قسم کھالیں، اور اسے نباہ نہ سکیں تو کیا کفارہ واجب ہوگا؟

(سید عظیم الدین، قاضی پورہ)

جواب:- اگر آدمی کسی ایسی بات کی قسم کھائے جو معصیت یا دوسروں کے لئے مضرت پر مبنی نہ ہو تو حتی المقدور اسے قسم پوری کرنی چاہئے، تاہم اگر قسم توڑنی پڑے تو قسم توڑنے کے بعد کفارہ ادا کرلے، کفارۂ قسم یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت آسودہ کرکے کھانا کھلایا جائے اور کھانا وہ ہو جو عام طور پر خود کھاتا ہو، یا دس مسکینوں کے لئے کپڑے کا نظم کرے، اگر ان دونوں میں سے کسی چیز پر قدرت نہ ہو تو پھر تین روزے مسلسل رکھے، قرآن مجید میں کفارۂ قسم کی صراحت موجود ہے(۲) اور احادیث اور صحابہ کے آثار سے بھی اس کی تفصیلات واضح ہوتی ہیں۔

قسم توڑ دے تو کیا کرے؟

سوال:- {1992} میں نے ایک مرتبہ قسم کھائی تھی کہ "فلاں کام نہیں کروں گا" مگر پھر وہ کام کرلیا، یعنی میں نے اپنی قسم توڑدی، اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

(محسن بن صالح، بلگرس)

جواب:- اگر آدمی کسی ایسی بات کی قسم کھائے جس پر قائم رہنا گناہ نہ ہو تو حتی المقدور

(۱) رد المحتار: ۵/۵۰۵، بحثی۔
(۲) المائدۃ: ۸۹۔

قسم پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن اگر کسی وجہ سے قسم پوری نہ کر پایا تو اس کا کفارہ ادا کرنا چاہئے، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ اوسط درجہ کا کھانا جو آدمی خود اپنے گھر میں کھاتا ہے، دس مسکینوں کو کھلائے، یا ان کے کپڑے بنائے، اور اس کی استطاعت نہ ہو تو تین دنوں تک روزہ رکھے، خود قرآن مجید میں یہ کفارہ مذکور ہے۔(۱)

قسم توڑ کر کفارہ دینا چاہئے

سوال:- (1993) ایک صاحب نے اپنی بچی سے کسی زبردست اختلاف رائے کی وجہ سے قسم کھائی کہ " اب میں آئندہ تمہارے گھر کبھی نہیں آؤں گا" لیکن چند برسوں کے بعد حالات میں تبدیلی آئی اور آمد و رفت شروع کردی، حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس کی وجہ سے کفارہ واجب ہوگا ؟

(سید خواجہ معین الدین، اسد اسپیڈ پیپ)

جواب:- اولاً تو ایسی باتوں کی قسم نہ کھانی چاہئے جس کا نتیجہ قطع رحمی اور رشتۂ تعلق کو کاٹنا ہو، لیکن اگر ایسی قسم کھا ہی لی تو اس پر قائم رہنے کے بجائے قسم توڑ کر کفارہ ادا کردینا چاہئے، کفارہ اپنے کھانے کے معیار کے اعتبار سے دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا دو وقت کا کھانا کھلانا، یا ان کے کپڑے بنانا ہے، اگر ان دونوں میں کسی چیز کی استطاعت نہ ہو تو پھر تین دن روزہ رکھنا بھی کافی ہے۔(۲)

○ ○○○○ ○

(۱) المائدۃ:۸۹۔

(۲) المائدۃ:۸۹۔

نذر کے احکام

نذر کا ایک مسئلہ

سوال:- {1994} ایک شخص کی بیوی نے یہ سمجھ کر کہ بینک میں اس کے شوہر کے جو روپے تھے ڈوب گئے ہوں گے، نذر مانی کہ اگر وہ روپے مل گئے، تو میں چار روزے رکھوں گی، بعد کو معلوم ہوا کہ یہ روپے تو پہلے ہی نکال لیے گئے تھے، تو کیا اب اسے روزے رکھنا ضروری ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- جو نذر کسی خاص کام کے ساتھ مشروط ہو، اگر نذر ماننے کے بعد وہ شرط پوری ہو جائے، تو نذر کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔

"بخلاف النذر المعلق، فإنه لا يجوز تعجيله قبل وجود الشرط" (۱)

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳/۲۲۳۔

پس نذر ماننے کے وقت چوں کہ بینک میں یہ رقم موجود ہی نہیں تھی، اس لیے نذر واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا پورا ہونا ممکن ہی نہیں اور روزے رکھنے ضروری نہیں ہوں گے۔

مشروط نذر ماننے کا حکم

سوال:- {1995} ہم نے منت مانی کہ اگر امتحان میں کامیاب ہو جائیں تو اتنے روزے رکھیں گے، ایسی صورت میں منت پوری ہو جائے تو کیا کریں، اور نہ پوری ہو تو کیا کریں؟ (جویریہ فرحین، اچلپور)

جواب:- اس صورت کو فقہ کی اصطلاح میں "نذر مشروط" کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر آپ امتحان میں کامیاب ہو جائیں تو اتنے دن روزے رکھ لیں، خدانخواستہ کامیاب نہ ہوں تو روزہ رکھنا واجب نہیں: "لان المعلق بالشرط عدم قبل وجوده "(1)

روزہ کی نذر بھول جائے تو خیرات ضروری ہے؟

سوال:- {1996} فریقین نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا، دونوں نے توبہ کی اور آئندہ دنیوی پریشانی سے بچنے کے لیے خدا سے دعا کرتے ہوئے دو نفل روزے رکھنے کا ارادہ کیا، جس پر ایک فریق نے فوراً عمل کر لیا، اور وہ دنیا میں کامیاب اور سرور کی زندگی گزار رہا ہے، جب کہ دوسرا فریق دنیوی معروفیتوں میں پڑ کر روزہ رکھنا بھول گیا اور وہ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہے، دو نفل روزوں کے بجائے خیرات وغیرہ کرنا چاہیے؟ (سلیم الدین، جہانگیر)

(1) الفقہ الإسلامی و أدلتہ: ۳/۱۹۱۔

جواب:- اصل میں گناہ کبیرہ کے معاف ہونے کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے، روزہ رکھنا ضروری نہیں، اب اگر فریقین روزہ رکھنے کے ارادہ کو اپنی زبان پر بھی لے آئے تھے تو یہ نذر ہے، اور نذر کے مطابق روزہ رکھنا ان پر واجب ہے، جس فریق نے روزہ نہیں رکھا تھا اگر وہ روزہ رکھنے سے معذور نہ ہو تو انہیں روزہ رکھنا ضروری ہے، اور اگر روزہ رکھنے سے معذور ہو گیا ہو اور بظاہر اس کا امکان نہیں کہ وہ پھر صحت مند ہو جائیں گے اور روزہ رکھ سکیں گے تو ان کے لیے اس کی گنجائش ہے کہ روزہ رکھنے کے بجائے اس کا فدیہ ادا کریں، اور اگر صرف دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ کیا تھا، اس ارادہ کو زبان سے ادا نہیں کیا تو یہ نذر نہیں، کیوں کہ نذر اور قسم میں زبان سے بولنا ضروری ہے: "و رکنها اللفظ المستعمل فيها "(۱) البتہ چوں کہ اس نے ایک کار خیر کا عزم کر لیا تھا، اس لیے اس صورت میں بھی روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے، اسی طرح صدقہ کرنا بھی واجب تو نہیں، لیکن چوں کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ صدقہ آفات کو دفع کرنے کا باعث ہوتا ہے اور اس سے گناہ بھی معاف ہوتا ہے۔ (۲) اس لیے کچھ صدقہ بھی کرے تو بہتر ہے۔

بلا سحری روزہ رکھنے کی نذر

سوال:- {1997} میں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اگر فلاں کام درست ہو گیا تو میں بغیر سحری کے ایک ماہ روزہ رکھوں گی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے مطلوبہ کام ہو گیا، اب میں چاہتی ہوں کہ بغیر سحری کا روزہ رکھ کر اپنی نذر پوری کر لوں، لیکن میرے شوہر اس سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سحری

(۱) الدر المختار مع الرد: ۵/۴۷۳۔
(۲) "قال رسول الله ﷺ : الصدقة تسد سبعين بابا من السوء" عن رافع بن خديج ، (مجمع الزوائد: ۳/۱۱۲) محشی۔

کھا کر روزے رکھو، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

(بشریٰ فاطمہ، گلبرگہ)

جواب:- آپ کو بغیر سحری کے روزہ کی نذر نہیں ماننی چاہئے تھی، ایسا نہیں ہے کہ سحری کے ساتھ روزہ رکھا جائے تو اجر کم ہے اور سحری کے بغیر روزہ رکھا جائے تو اجر زیادہ ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سحری مسنون ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے۔(۱) اس لیے سحری کے ساتھ روزہ رکھنے میں زیادہ اجر کی توقع ہے اور قصداً اور بلا سبب سحری نہ کھانے میں ایک سنت کا ترک ہے، لیکن اصول یہ ہے کہ جب کسی عبادت مقصودہ کی کسی خاص ہیئت کے ساتھ نذر مانی جائے تو وہ عبادت اسی ہیئت کے ساتھ واجب ہوتی ہے، جیسے پیدل سفر حج یا سفر عمرہ کرنا نہ واجب ہے اور نہ مسنون، لیکن اگر کوئی اپنے گھر سے پیدل بیت اللہ شریف تک جانے کی نذر مان لے تو اس پر پیدل سفر کرنا واجب ہوتا ہے۔

" و یجب حج و عمرة ماشیا من بلدة فی قوله

علی المشی الی بیت اللہ تعالیٰ أو الکعبة " (۲)

اس لیے اب آپ پر بغیر سحری کے روزہ رکھنا واجب ہے، فقہاء نے مذکورہ مسئلہ میں لکھا ہے کہ اگر پورا سفر یا سفر کا اکثر حصہ سواری پر طے کرے تو اس نے نذر میں جو نقص پیدا کیا ہے، اس کے بدلہ حج کے عام اصول کے مطابق قربانی واجب ہوگی، اور اگر سفر کا کچھ حصہ سواری پر طے کرے تو اسی لحاظ سے صدقہ واجب ہوگا۔(۳) اس سے خیال ہوتا ہے کہ اگر آپ سحری کے ساتھ روزہ رکھیں تو نذر میں جو نقص پیدا ہوا ہے، اس کے ازالہ کے لیے قسم کا کفارہ بھی ادا کردیں۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۰۸، تحشی۔

(۲) رد المحتار: ۵/۲۲۳۔

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۲۴۔

جانور کی نذر

سوال:- (1998) میں چھ ماہ قبل سخت بیمار ہوا تھا، زندگی کی امید نہ تھی، میں نے اپنی جان کے بدلے ایک عدد بکرا زکوٰۃ دینے کی خدا سے منت مانگی تھی، میں صحت کی جانب تیزی سے رواں دواں ہوں، زکوٰۃ کی تقسیم کا طریقہ کیا ہے؟ جتنی رقم میں بکرا خریدا جاسکتا ہے، اتنی رقم میں گائے، بیل خریدے جاسکتے ہیں، کیا یہ تبدیلی درست ہے، بکرے کی یا بیل وگائے کی عمر کیا ہونی چاہئے؟ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایسی زکوٰۃ کا بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ اپنے کسی قریبی عزیزوں میں قیمت تقسیم کردیں، یا بیت المال میں جمع کروائیں، یا فقراء کو کھانا کھلادیں، یا دینی مدارس کو رقم حوالہ کردیں یا یتیم لڑکے، لڑکیوں کے کام میں لائیں، یہ بھی تحریر کریں کہ کیا غیر مسلم کو دی جاسکتی ہے؟ (نعیم الدین، نظام آباد)

جواب:- اگر کسی جائز چیز کی نذر مان لی جائے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے، اور خود حدیث شریف میں اس کی تاکید آئی ہے (1) اس لئے آپ پر ایک بکرے کی قربانی واجب ہے، جب آپ نے بکرے کی نذر مانی ہے تو آپ پر بکرا دینا ہی واجب ہے، نہ کہ گائے یا بیل، جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، ان کو اس جانور کا گوشت بھی دیا جاسکتا ہے، اگر کسی متعین بکرے کے بارے میں آپ نے نذر نہیں مانی تھی، بلکہ مطلق بکرے کی نذر مانی تھی، تو ایک سال کا بکرا ہونا چاہئے، جیسا کہ قربانی کا حکم ہے، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے۔

---

(1) الدر المختار: ۱/ ۲۹۳۔

"و لا یجوز فیھا إلا ما یجوز فی الأضاحی"(۱)

جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ان کو اس بکرے کا گوشت بھی دیا جاسکتا ہے۔ البتہ زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقات واجبہ غیر مسلموں کو دیے جاسکتے ہیں، اگر بکرا ذبح کرنے کی منت نہیں مانی ہے، بلکہ بکرا صدقہ کرنے کی نذر مانی ہے تو کسی مستحق زکوٰۃ کو پورا جانور بھی صدقہ کیا جاسکتا ہے۔

● ● ● ● ●

---

(۱) بدائع الصنائع: ۲۳۳/۳۔

کتاب الفتاوی

چھٹا حصہ

کتاب القضاء والسیر

قضاء اور سیاسی امور سے متعلق احکام

قضاء اور سیاسی امور سے متعلق سوالات

ہندوستانی مسلمان اور ہجرت

سوال:- (1999) کیا گجرات اور احمد آباد کے حالیہ واقعات وعلی الاعلان دہشت گردی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم مسلمانانِ ہند عرب ممالک کو ہجرت کرسکتے ہیں؟

(قاری ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- اگر دنیا کے کسی خطہ میں احکامِ دین پر عمل کرنا یا لوگوں تک دین کو پہنچانا ممکن نہ رہے اور کسی دوسرے علاقہ میں ان کو پناہ مل سکتی ہو تب ہجرت واجب ہوتی ہے، مکہ میں مسلمانوں کو علی الاعلان نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں تھی، اور بلا کسی جبر وتحریص ودباؤ کے تبلیغ اسلام کی بھی ممانعت کردی گئی تھی، نیز مدینہ کے لوگ مسلمانوں کو پناہ دینے کے لئے تیار تھے، اس لئے ہجرت واجب قرار دی گئی، ہندوستان کے حالات خدانخواستہ ایسے نہیں ہیں، یہاں دستور وقانون کے تحت ہم کرایہ دار نہیں، بلکہ شریک کار ہیں، ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہے، ملک کے بہت سے علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور یہاں کے چپے چپے پر اسلام کے نقوش ثبت ہیں، اور

میرا یقین ہے کہ ہندو بھائیوں کی اکثریت پر امن بقاء باہم پر یقین رکھتی ہے، اگر گجرات میں کچھ لوگوں نے ظلم و جور کا ننگا رقص کیا ہے، تو گجرات اور پورے ملک سے لاکھوں ہندو بھائیوں نے اس ظلم کی مذمت کی ہے، اور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے، اس لئے مسلمانوں پر نہ اس ملک سے ہجرت واجب ہے اور نہ مستحب، ہمیں اسی ملک میں اپنے تمام دستوری حقوق اور مذہبی و تہذیبی تشخصات کے ساتھ برقرار رہنا ہے۔

ہندوستان میں شرعی حدود کا قیام

سوال:- [2000] شریعت میں زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ کے لیے حد مقرر ہے، اور قرون اولی میں بھی یہ حد جاری ہوا کرتی تھی، کیا ہندوستان میں مسلمانوں کو آپس میں یہ سزا جاری نہیں کرنی چاہئے، اور کیا یہ حکم ان کے حق میں منسوخ ہے؟ (مسجد غفاریہ، داراب جنگ کالونی)

جواب:- حدود کا نفاذ اسلامی ملک ہی میں نافذ کرنے کا حکم ہے، کیوں کہ مسلمان ملک میں جرم سے روکنے اور باز رکھنے کے لیے مناسب ماحول موجود رہتا ہے، اس کے باوجود جرم کا ارتکاب ظاہر ہے کہ زیادہ سنگین عمل ہے، دارالکفر میں چوں کہ جرم سے باز رکھنے والا ماحول مہیا نہیں، اگر اس ماحول میں سخت سزائیں دی گئیں تو یہ قرین انصاف نہ ہوگا، اس لیے دارالکفر میں حدود جاری نہیں ہوں گی۔

سوال:- اللہ تعالی نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر مختلف گناہوں کی سزا کے طور پر حدود نافذ کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے زنا پر شادی شدہ کے لئے رجم، غیر شادی شدہ کے لئے کوڑے، چور کے لئے ہاتھ کاٹنا، قتل کے بدلہ قتل، لیکن ہندوستان میں عقوبات سے متعلق ان آیات پر عمل نہیں کیا جاتا،

اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ کیا علماء ہند پر یہ ذمہ داری نہیں ہے
کہ وہ ان اسلامی حدود کو قائم کرنے کی کوشش کریں؟

(ماجد صدیقی، یاقوت پورہ)

جواب:- شرعی حدود کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ دارالاسلام ہی میں اس کو نافذ کیا جائے گا، اور امام المسلمین، یا اس کا نائب ہی حدود قائم کرسکتا ہے۔ "و رکنه إقامة الإمام أو نائبه في الإقامة" (۱) اور اس کی مصلحت یہ ہے کہ اسلام نے جہاں بعض برائیوں پر سزائیں سخت رکھی ہیں، وہیں اس بات کا بھی اہتمام کیا ہے کہ ماحول کو برائیوں کے محرکات سے صاف ستھرا رکھا جائے، جیسے: شراب کو نہ صرف حرام قرار دیا، بلکہ اس کی خرید وفروخت کو بھی منع کر دیا گیا، اس کی صنعت کو بھی روا نہیں رکھا گیا، تا کہ شراب کا حصول دشوار سے دشوار تر ہو جائے، زنا کو منع کرنے کے ساتھ ساتھ پردہ کے احکام دئے گئے، مردوں اور عورتوں کے اختلاط کو روکا گیا، اسلامی معاشرہ میں مخرب اخلاق لٹریچر اور فلموں کے لئے کوئی جگہ نہیں، ان ساری رکاوٹوں کے باجود اگر کوئی شخص زنا کا مرتکب ہوتا ہے، تو یقیناً یہ بے حیائی کی انتہا ہوگی، اب جہاں اسلامی نظام قائم نہ ہو، اور برائی کے محرکات پر کسی طرح کی کوئی پابندی نہ ہو، وہاں بھی اگر ایسی ہی سخت سزائیں دی جائیں تو یہ بات یقیناً قرینۂ انصاف نہیں ہوگی، اس لئے حدود کا نفاذ دارالاسلام میں ہوتا ہے، ہندوستان میں یہ حدود نافذ نہیں کئے جاسکتے اور اس میں علماء کی کوتاہی کو کوئی دخل نہیں، —— بطور وضاحت یہ عرض کرنا مناسب ہوگا کہ زنا پر رجم کی سزا متواتر اور صحیح احادیث سے ثابت ہے، قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

غیر مسلم سرکاری عدالتوں کا فیصلہ

سوال:- {2001} یہاں کے قاضی صاحبان شادی

(۱) الفتاوی الهندية: ۱۴۳۵/۲۔

بیاہ میں بذات خود نکاح نامہ کی خانہ پری کر کے بخوشی عقد
پڑھاتے ہیں، لیکن طلاق یا خلع کا موقعہ آیا تو کورٹ کا راستہ
بتلاتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(حاجی عبداللہ حسینی، قریب ایچ، جی، سرا طوم گناوتی، کرناٹک)

جواب:- مسلمان کے لئے قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے معاملات غیر اسلامی سرکاری عدالتوں میں لے جائیں، غیر مسلم ججوں کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں غیر معتبر ہے، اور ان کا فسخ کیا ہوا نکاح باقی رہتا ہے اور نکاح ثانی جائز نہیں ہوتا، (۱) —— آپ کو چاہئے کہ اگر کرناٹک میں کوئی دار القضاء قائم ہو تو وہاں سے رجوع کریں اور غالباً دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور میں دار القضاء قائم ہے، ورنہ قریبی ریاست آندھرا پردیش میں قائم دار القضاء امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش پنجہ شاہ حیدرآباد سے رجوع ہوں۔

غیر اسلامی عدالتوں سے رجوع

سوال:- (2002) کیا کوئی مسلمان مرد یا مسلمان
عورت قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف کسی غیر مذہبی
حکومت کی عدالت میں رجوع ہوں تو وہ مسلمان رہیں گے یا
دائرۂ ایمان سے باہر ہو جائیں گے؟

(نزہت جہاں خاتون، چراغ علی لائن)

جواب:- اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ اپنے نزاعات میں قانون شریعت کو حکم بنائیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق جو فیصلہ ہو، اپنے دل میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) "ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة من الإسلام و التكليف و الحرية" (الفتاوى الهندية:۳/۳۰۷)

"فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما"(۱)

اسی لئے فقہاء نے یہ بات واجب قرار دی ہے کہ اگر مسلمان ایسے ملک میں ہوں جہاں غیر مسلموں کا غلبہ ہو، جب بھی ان پر واجب ہے کہ وہ اپنے لئے امیر منتخب کریں، جو ان کے باہمی مقدمات کے فیصلے کے لئے قاضی کا تقرر کرے۔(۲) اس لئے کسی مسلمان مرد یا عورت کا شرعی دارالقضاء کو چھوڑ کر غیر اسلامی اداروں سے فیصلہ کا طلب گار ہونا قطعاً ناجائز اور سخت گناہ ہے، ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہئے اور اس کے اہل خاندان اور سماج کے لوگوں کو اس پر دباؤ ڈالنا چاہئے کہ وہ ایسی حرکت سے باز آئے، البتہ جب تک وہ صراحتاً قرآن وحدیث کی یقینی دلیلوں سے ثابت کسی حکم کا انکار نہ کر جائے، احتیاطاً اس کو کافر کہنے سے گریز کیا جائے، لہذا مذکورہ شخص کو کافر تو نہ کہا جائے گا، لیکن ضروری ہے کہ اس کے گناہ کی شدت اور سنگینی سے اسے باخبر کیا جائے۔

ڈی، این، اے ٹسٹ کی شرعی حیثیت

سوال:- {2003} ایک میاں بیوی سن رسیدہ ہیں اور لڑکا جوان ہے، یہی اکیلا لڑکا ہے، مرد کو اب یہ شبہ پیدا ہوگیا ہے کہ وہ لڑکا اس کے نطفہ سے نہیں ہے، وہ چاہتا ہے کہ ڈی، این، اے ٹسٹ کرائے، تاکہ اس سلسلہ میں حقیقت حال معلوم ہوسکے، عورت اس کے لئے تیار نہیں ہے، تو کیا مرد کا یہ مطالبہ شرعاً درست ہے؟ اور کیا پیشاب، منی، خون، یا تھوک یا خلیہ سے حاصل کئے ہوئے جین کی بنیاد پر نسب، ثبوت زنا وغیرہ

(۱) النساء:۶۵۔

(۲) دیکھئے: رد المحتار: ۳/۳۱۷۔

کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور اس سے مدد لی جاسکتی ہے؟ (مسیح الدین قاسمی، ممبئی)

جواب: شریعت میں ثبوت نسب کے اصول مقرر ہیں، عورت کو جس مرد کے نکاح میں رہتے ہوئے ولادت ہو اور نکاح پر چھ ماہ گزر چکا ہو، اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا، ہاں اگر ولادت کے وقت ہی اس نے نسب کا انکار کیا تو قاضی زوجین سے لعان کرائے گا اور اس کے بعد میاں بیوی میں علاحدگی ہو جائے گی اور بچہ اس مرد کی طرف منسوب نہیں ہوگا، لعان میں شوہر و بیوی اپنے آپ پر جھوٹ ہونے کی صورت میں اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں، خود قرآن مجید میں اس کی تفصیل موجود ہے، (۱) لہذا اب جبکہ شرعی اعتبار سے لڑکے کی نسبت اس مرد سے ثابت ہو چکی ہے، اس کا شک وشبہ اور نسب سے انکار کرنا معتبر نہیں، بلکہ گناہ ہے۔ ہاں بعض خاص صورتوں میں ڈی این اے ٹسٹ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اگر اسپتال میں مختلف خواتین کو بچے پیدا ہوں اور بچوں کے مل جانے کی وجہ سے شک پیدا ہو گیا کہ کون کس کا بچہ ہے؟ اور شرعی اصول کے مطابق مطلوبہ گواہی فراہم نہ ہو یا ٹسٹ ٹیوب بی کے سلسلہ میں اشتباہ پیدا ہو جائے یا حادثات وآفات وغیرہ کے مواقع پر بچے لاپتہ یا خلط ملط ہو جائیں اور ان کے گھر والے کون ہیں؟ اس کی شناخت میں دشواری ہو، یا ایسی نعشیں ہوں جن کی شخصیت کا پتہ لگانا دشوار ہو، اسی طرح ایسے جرائم کی تحقیق میں جن پر حد شرعی یا قصاص واجب نہ ہوتا ہو، ڈی این اے سے مدد لی جاسکتی ہے۔ فقہاء نے فیصلہ کے اسباب اور دعویٰ کو ثابت کرنے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ قرینہ قاطعہ (یقینی قرینہ) بھی لکھا ہے۔ اس حقیر کا خیال ہے کہ ڈی، این، اے ٹسٹ بھی قرینہ قاطعہ شمار کیا جاسکتا ہے اور جن مقدمات ومعاملات میں قرینہ قاطعہ کی بنیاد پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے، ان میں اس نوعیت کے ٹسٹ سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) النور: ۹-۸-۷-۶۔ محشی

خون اور خون کی قیمت میں فرق

سوال:- (2004) کیا انسان کی بھی کوئی قیمت لگائی جاسکتی ہے؟ جس طرح عرب ممالک میں قیمت متعین کی گئی ہے کہ اکسیڈنٹ میں کسی ہندوستانی کی موت ہوجائے تو اتنی رقم اور کسی عربی کی موت ہوجائے تو اتنی رقم ادا کی جائے، کیا اس کا لینا دینا جائز ہے؟ (عبدالسمیع، بشیر باغ)

جواب:- انسان اس سے بالاتر ہے، کہ بازاری چیزوں کی طرح اس کی قیمت لگائی جائے، لیکن کسی انسان کے مرنے کی وجہ سے جیسے اس کے ورثاء کو قلبی تکلیف پہنچتی ہے، اسی طرح اکثر اوقات معاشی نقصان بھی پہنچتا ہے، اس لئے شریعت نے خون بہا مقرر کیا ہے، جس کو اصطلاح شرع میں ''دیت'' کہتے ہیں، اگر اکسیڈنٹ میں کسی شخص کی موت واقع ہوجائے اور حادثہ میں خود مرنے والے کی کوتاہی کو دخل نہ ہو، تو جو شخص اس کا سبب بنا ہے، اس پر خون بہا کی ادائیگی واجب ہوتی ہے، اس کا لینا دینا درست ہے، شریعت میں خون بہا کی مقدار اونٹوں کے ذریعہ متعین کی گئی ہے،(۱) ممکن ہے کہ سعودی عرب میں اسی کو بنیاد بنا کر دیت مقرر کی گئی ہو، میں اس بات سے واقف نہیں ہوں کہ سعودی عرب میں سعودی اور غیر سعودی کے درمیان دیت کی مقدار میں فرق کیا جاتا ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے خون اور خون کی قیمت میں فرق نہیں کیا جاسکتا، تمام مسلمانوں کی دیت برابر ہے، بلکہ مسلمان اور غیر مسلم کی دیت میں بھی فرق نہیں، البتہ چوں کہ خاندان کی معاشی ضروریات مردوں سے متعلق ہوتی ہے نہ کہ عورتوں سے اور کسی مرد کی موت سے متعلقین مالی اعتبار سے زیادہ دشواری میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اس لئے عورتوں کی دیت بمقابلہ مردوں کے نصف رکھی گئی ہے، اس میں بھی عرب اور غیر عرب کا کوئی فرق نہیں۔

---

(۱) " عن عبد الله بن عمر ﷺ قال : خطب رسول الله ﷺ يوم الفتح بمكة، قال: ألا ! أن دية الخطأ شبه العمد ما كان بالسوط و العصا مائة من الإبل ، منها أربعون في بطونها أولادها " (السنن الكبرى:۸/۱۲۰) محشی۔

ویڈیو کی گواہی اور فیصلہ

سوال:- (2005) اگر دو آدمیوں نے معاملہ طے کیا اور اس کی ویڈیو کیسٹ بنائی، بعد میں کوئی فریق انکار کرتا ہے، حالانکہ ویڈیو سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انکار غلط ہے، تو کیا ویڈیو کی بنا پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اور جس آدمی نے ویڈیو دیکھا ہو، وہ اس بات کے ہونے کی گواہی دے، تو کیا وہ گواہی قبول کی جائے گی؟ (سید فصیح الدین، جدہ)

جواب:- ویڈیو کے ذریعہ جو تصویر کشی کی جاتی ہے، اس میں تلبیس اور ملاوٹ کی کافی گنجائش ہوتی ہے، یہ ممکن ہے کہ کسی شخص کی کوئی اور تصویر کہیں سے کاٹ کر کسی اور جگہ جوڑ دی جائے، یا مثلاً کسی کی تصویر سے سر کا حصہ کاٹ کر کسی اور جسم کے ساتھ جوڑ دیا جائے، اس طرح کی الٹ پھیر ویڈیو اور انٹرنیٹ وغیرہ میں ممکن ہے، اس لئے ویڈیو سے حاصل ہونے والی معلومات اشتباہ اور آمیزش کے اندیشہ سے خالی نہیں اور مشتبہ قسم کی دلیلوں پر نہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ گواہی دی جاسکتی ہے۔

"ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره" (۱)

گواہی میں عورت کا درجہ کم کیوں ہے؟

سوال:- (2006) شہادت / گواہی میں دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر مانا گیا ہے، ایسا کیوں ہے؟

(عائشہ صدیقہ، شو ملک پیٹ)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۳/۳۱۴۔

جواب:- اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ گواہی کے لئے ضروری ہے کہ حالات وواقعات کا خود مشاہدہ کرے، عورتوں سے چونکہ اندرون خانہ کی ذمہ داریاں متعلق ہیں، اس لئے وہ واقعات سے اس درجہ آگاہ نہیں ہوسکتیں جتنا مرد ہوسکتے ہیں۔

دوسرے گواہی کے لئے ضروری ہے کہ واقعات کو اچھی طرح سمجھا جائے اور پھر اسے ذہن میں محفوظ رکھا جائے، یہ صلاحیت مردوں میں زیادہ ہوتی ہے، اور عورتوں میں نسبتاً کم، اس حقیقت کو علماء نفسیات بھی تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ دماغ کا حجم بھی عورتوں کا بمقابلہ مردوں کے کم ہوتا ہے، اور یہ عورتوں کا نقص نہیں، بلکہ فریضۂ نسوانی کی ادائیگی کے لئے ان کا اسی طرح ہونا ضروری ہے، اصل میں خواتین کو بنیادی طور پر ایک بیوی اور ایک ماں کا کردار ادا کرنا پڑتا ہے اور ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک حد تک زیادہ جذباتی ہوں، چنانچہ دن رات اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ عورت کتنی بھی تھکی ہوئی ہو، بدن چور چور ہو اور انگ انگ درد میں مبتلا ہو، لیکن اس حالت میں بھی اگر بچہ رودیا، یا اس نے پیشاب پاخانہ کیا تو ماں کی ممتا فوراً حرکت میں آجاتی ہے، اور وہ جب تک اسے آرام نہ پہنچادے بے سکون رہتی ہے، باپ کتنا بھی مہربان ہو، مگر اکثر اس کیفیت سے محروم رہتا ہے، یہ عورت کے جذبات سے معمور ہونے ہی کا نتیجہ ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جذبات میں جتنی شدت ہوگی، فہم وحافظہ کی قوت اسی قدر کم کام کرے گی، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ آدمی غصہ کے وقت یا شدت غم کے وقت بہت جذباتی ہوتا ہے، اور اسی لئے ان حالات میں جو کچھ پیش آتا ہے اس کو سمجھنے میں اور یاد رکھنے میں آدمی سے اکثر غلطی ہوتی رہتی ہے، اسی لئے گواہی کے معاملہ میں عورتوں کو مردوں سے کم اہمیت دی گئی ہے، ہاں اگر کوئی ایسی بات ہو جس سے عورتیں ہی واقف ہوسکتی ہیں اور وہی ان کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتی ہیں، تو ایسے معاملات میں فقہاء نے عورتوں کی گواہی اور اطلاع کو زیادہ اہمیت دی ہے۔

مسلمان جج کا فیصلہ

سوال:- {2007} ہندہ عدالت میں نفقہ کے لئے
رجوع ہوئی، عدالت نے ہندہ کا نفقہ مدعا علیہ کے حاضر نہ
ہونے پر جاری کیا، ہندہ نے پھر عدالت میں خلع کی درخواست
دائر کی، عدالت نے مدعا علیہ کے عدم پیروی پر خلع کا حکم صادر
کیا، عدالت کا مجسٹریٹ مسلمان ہے اور ہندہ کا وکیل بھی
مسلمان ہے ـــــ کیا حکومت کی عدالت کا خلع کا فیصلہ شرعی
اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟ ہندہ کا نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟
ہندہ اس فیصلہ کی رو سے دوسرا عقد کر سکتی ہے یا نہیں؟

(ہندہ، حیدرآباد)

جواب:- اگر فیصلہ کرنے والا مجسٹریٹ مسلمان ہے تو اس کا فیصلہ ہندہ کے حق میں نافذ اور درست ہے، اور وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے؛ کیوں کہ فقہاء نے دار الکفر میں غیر مسلم فرماں روا کی طرف سے مسلمانوں کے لیے انہیں میں سے والی کے تقرر کو جائز قرار دیا ہے۔(۱) واللہ اعلم

مرنے کے بعد اجراء حد

سوال:- {2008} عنوان عدل فاروقی جنوری ہر سالہ
تجلی دیوبند ایڈیٹر مولانا عامر عثمانی مرحوم نے جناب محمود
اسرائیلی نے نظم کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ
جس جو باقی تھے وہ قبر پر لگوائے گئے
کہ پہونچ جائے سزا جرم کی تا حد کمال

(۱) رد المحتار: ۴۴/۸، کتاب القضاء، محشی۔

کیا مرنے کے بعد بھی سزا کا جاری رکھنا شریعت کا حکم ہے؟ (محمد امین، دیوبند، یوپی)

جواب:- سزا کا مقصد تادیب ہے، اور ظاہر ہے موت کے بعد تادیب ایک بے معنی بات ہے، اس لئے اولاً تو یہ روایت صحیح نہیں ہے، اور اگر صحیح مان لیا جائے تو یا تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد تھا، جس کو بعد کے فقہاء نے قبول نہیں کیا، یا ایک استثنائی واقعہ تھا، جس میں زندہ لوگوں کی فہمائش اور تنبیہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہوگا۔

کتاب الفتاوی

چھٹا حصہ

کتاب اللقطہ

گری ہوئی چیزوں کے احکام

گری ہوئی چیزوں کے احکام

گری پڑی چیز اٹھانے کے بعد کیا کرے؟

سوال:- (2009) چند ماہ پہلے جو سیلاب آیا، اس سے بے شمار مکانات کو نقصان پہونچا، میں کاچی گوڑہ روڈ سے گزر رہا تھا، راستے میں ایک بڑا نالہ تھا، بارش کی وجہ سے اس کا بہاؤ بہت تیز تھا، اس میں سینکڑوں قیمتی اشیاء بہہ کر آرہی تھیں، کئی لوگ بہاں پر فرج، ٹی وی، الماری اور دیگر اشیاء نکال کر گھروں کو بھاگ رہے تھے، تو کیا ان کا اس طرح سامان اٹھا کر لے جانا درست تھا؟ (محمد شرف الدین قریشی، رحمت نگر)

جواب:- ایسی گری پڑی چیزوں کو جن کے مالک کا علم نہ ہو، "لقطة" کہتے ہیں، ایسی چیزوں کا حکم یہ ہے کہ دو شرطوں کے ساتھ اسے اٹھا لینا بہتر ہے: اول یہ کہ اگر وہ نہ اٹھائے تو چیز ضائع ہو جائے، دوسرے یہ کہ اس کی نیت مالک کو وہ سامان واپس کر دینے کی ہو، جس شخص کی نیت خود لے لینے کی ہو، نہ کہ واپس کرنے کی، اس کے لیے "لقطہ" کا اٹھانا ہی جائز نہیں ہے — جو

شخص ایسی کوئی چیز اٹھائے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ "ایک سال اس کا اعلان کیا جائے" (۱)

" حضرت زید بن خالد جہنی ﷺ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ " ایک سال اعلان کرو" (۲)

لیکن یہ مدت اس زمانے کے حالات کے اعتبار سے تھی، کیوں کہ عام طور پر سال میں ایک بار قافلوں کا گزر ہوتا تھا، تو امید ہوتی تھی کہ قافلہ کی کوئی چیز گر گئی ہو، اگلے سال اسے گزرتے ہوئے مل جائے گی، فی زمانہ موجودہ حالات کے اعتبار سے مناسب مدت تک اور مناسب طریقہ پر اعلان کرنا ضروری ہوگا، اس کے بغیر ایسے سامانوں کا اٹھانا جائز نہیں۔

کیا گری ہوئی چیز کو اٹھا کر استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال:- (2010) گری پڑی اشیاء کا اٹھانا منع ہے، لیکن اگر ہم کو یقین ہے کہ جس نے وہ اشیاء ضائع کی ہیں، اس کے لئے ناکارہ ہیں، اور ہمارے لئے کار آمد، تو کیا ہم ان اشیاء کو استعمال کر سکتے ہیں؟ (محمد واصل، مراد نگر)

جواب:- جو گری پڑی چیز دستیاب ہو، اور معلوم ہو کہ اس شئی کا مالک اس کا متلاشی نہیں ہوگا، اس کو لے لینا اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہے، البتہ اگر مالک نے اس چیز کو اٹھانے والے شخص کے ہاتھ میں پایا اور وہ اسے واپس لینا چاہتا ہے تو اس کو اس کا حق حاصل ہے۔

" نوع یعلم أن صاحبه لا یطلبه کالنوی فی مواضع متفرقة ... له أن یأخذها و ینتفع بها الخ " (۳)

---

(۱) فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندیة: ۳/۳۹۸۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۴۲۷۔

(۳) الفتاوی الهندیة: ۲/۲۹۰۔

نامعلوم شخص کی کوئی چیز مل جائے

سوال:- (2011) کسی نامعلوم شخص کی کوئی چیز کسی آدمی کو ملے تو پانے والا شخص اس چیز کو کیا کرے؟

(محمد عبد الحلیم، محبوب آباد)

جواب:- پہلے تو اس شخص کو تلاش کرے اور اسے وہ شئی پہنچانے کی کوشش کرے، لیکن اگر اس شخص کا پتہ نہ چل سکے، یا پتہ چلے، لیکن اس شخص تک اس کو پہنچانا دشوار ہو تو اس چیز کو صدقہ کر دینا چاہئے۔(1)

اگر گری پڑی کوئی چیز مل جائے تو اس کا حکم

سوال:- (2012) ہم کو سڑک پر ایک قیمتی گھڑی ملی ہے، ہم نے تحقیق کی، لیکن اس کے مالک کا پتہ نہ چل سکا، اب گھڑی ہمارے قبضہ میں ہے، کیا ہم اس گھڑی کو استعمال کر سکتے ہیں؟ (ایک بہن، آصف آباد)

جواب:- اس طرح جو گری پڑی چیز ملے، اس کو فقہ کی اصطلاح میں "لقطہ" کہتے ہیں، حنفیہ کے نزدیک لقطہ کا حکم یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کو اس کے مالک تک پہونچانے کی کوشش کرے، اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو جو شخص محتاج اور صدقہ کا مستحق ہو وہ خود بھی استعمال کر سکتا ہے، یا کسی اور محتاج کو بھی صدقہ کر سکتا ہے، لیکن جو شخص ایسا محتاج و ضرورت مند نہ ہو، اس کے لئے خود استعمال کرنا جائز نہیں، یا تو اپنے پاس حفاظت سے رکھے، اور جب کبھی اس سامان کا مالک مل جائے اس کے حوالہ کر دے، یا کسی ایسے شخص کو صدقہ کر دے، جس کے لئے زکوٰۃ

---

(1) "فإن جاء صاحبها فليردها وإن لم يأت فليتصدق" (بدائع الصنائع: ۲۹۹/۵) بحثی۔

صدقات کا لینا درست ہو، البتہ صدقہ کرنے کے بعد اگر اصل مالک نکل آیا تو پھر اس کا تاوان ادا کرنا ہوگا، اور صدقہ کا اجر التقاط کرنے والے کو ہوگا۔ (۱)

اگر گری ہوئی چیز کا مالک نہ مل سکا تو کیا کرے؟

سوال:- (2013) ایک صاحب کو راستہ میں چاندی کی چھلّی گری ہوئی ملی، مالک کا پتہ نہیں چل رہا ہے، ہمیں ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟　　(عظیم صدیقی، بیگن پورہ)

جواب:- اس چھلّی کو آپ صدقہ کر دیں، گری ہوئی چیز جو مل جائے، اولاً مناسب حد تک اس کے مالک کو تلاش کرنا چاہئے اور اگر مالک نہ مل پائے تو پھر اسے صدقہ کر دینا چاہئے، البتہ اگر کبھی اس کا مالک دریافت ہو گیا اور اس نے شئی کے مطالبہ پر اصرار کیا تو اس کا تاوان اسے فراہم کرنا ضروری ہوگا اور صدقہ کا اجر آپ کو حاصل ہوگا۔ (۲)

○ ○○○○ ○

---

(۱) دیکھئے: الفتاوی الهندیة: ۲/۲۸۹، کتاب اللقطة۔

(۲) دیکھئے: الفتاوی الهندیة: ۲/۲۸۹، محشی۔

کتاب الفتاوی

چھٹا حصہ

کتاب الحظر والاباحۃ

حلال وحرام کے احکام

زیبائش وآرائش

خواتین کا عطر لگانا

سوال:- (2014) کیا لڑکیاں اور خواتین عطر لگا سکتی ہیں؟ (سید عبدالرافع اختر، سدا سیو پیٹ)

جواب:- کوئی عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا محرم کے درمیان ہو تو عطر لگا سکتی ہے، اگر غیر محرم کے درمیان ہو یا گھر سے باہر سفر پر ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اسے عطر لگانے سے منع فرمایا ہے، (۱) اس لئے اسے بچنا چاہئے، آپ ﷺ نے یہ بھی ہدایت دی ہے کہ مرد ایسے عطر استعمال کریں، جس میں خوشبو زیادہ ہو، رنگ نہ ہو یا کم ہو اور خواتین ایسا عطر استعمال کریں جس میں رنگ ہو لیکن اس کی خوشبو زیادہ تیز نہ ہو، (۲) اور اس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ تیز خوشبو سے بعض لوگوں کو نفسانی تقاضوں کی تحریک پیدا ہوتی ہے، اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر کوئی

---

(۱) الجامع للترمذي، حديث نمبر: ۲۷۸۶، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة - محشی۔

(۲) الجامع للترمذي، حديث نمبر: ۲۷۸۷، باب ما جاء في طيب الرجل و النساء - محشی۔

عورت شوہر کے ساتھ تنہائی کے مواقع پر تیز خوشبو بھی استعمال کرے تو اس میں حرج نہیں، کیوں کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ نہیں۔

بیوٹی پارلر

سوال:- [2015] عورتوں کے لیے بیوٹی پارلر چلانا جائز ہے یا نہیں؟ (ایک بہن)

جواب:- شریعت میں خواتین کے لیے بناؤ سنگار کی گنجائش بہ مقابلہ مردوں کے زیادہ رکھی گئی ہے، تاہم اس میں بھی بہت غلو کو پسند نہیں کیا گیا اور ضروری ہے کہ یہ زیبائش وآرائش بھی شرعی حدود کے اندر ہی رہے، اس سلسلہ میں حدیث میں چند احکام بہت واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں:

۱) اپنے بالوں کے ساتھ انسانی بالوں کا جوڑنا حرام ہے اور حضور ﷺ نے ایسا کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔(۱)

۲) بال اکھاڑ کر بھنوؤں کو باریک کرنا بھی جائز نہیں اور حضور ﷺ نے اس عمل کے کرنے اور کرانے والی دونوں پر لعنت کی ہے۔(۲)

۳) دانتوں کے درمیان بطور اظہار حسن مصنوعی ریخیں نکالنے والی عورتوں پر بھی آپ ﷺ کی لعنت منقول ہے،(۳) جن کے لیے حدیث میں "متفلّجات" کا لفظ مذکور ہے۔

۴) عرب میں ایک قدیم فیشن "وشم" کا تھا "وشم" سے مراد یہ ہے کہ جلد میں سوئی کے ذریعہ سوراخ کیے جائیں اور انھیں سرمہ یا کسی اور چیز سے اس طرح بھر دیا جائے کہ اس کا

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر:۵۵۱۵، باب تحریم فعل الواصلة و المستوصلة و الخ۔ محشی

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۴۱۷۰، باب في صلة الشعر۔ محشی۔

(۳) صحیح مسلم حدیث نمبر:۵۵۳۸، باب تحریم فعل الواصلة و المستوصلة و الخ۔ محشی

رنگ اور نقش باقی رہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے اور کرانے والی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔(۱) خیال ہوتا ہے کہ چہرہ پر مصنوعی تل بنانا اسی حکم میں داخل ہونا چاہئے۔

۵) خواتین کے لیے بال ان کی زینت کا سامان اور ان کی شناخت اور پہچان ہے، اس لیے عورتوں کے بال کاٹنے سے مردوں کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت پر بھی لعنت فرمائی ہے، اس لیے بالغ لڑکیوں اور خواتین کے بال کے معاملہ میں ایسی تراش خراش جائز نہیں۔

۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مجلس سے گزرے وہ ایسی اور ویسی ہے۔(۲) عورتوں کو تیز خوشبو لگانے سے منع فرمایا،(۳) خواتین کو ہلکی خوشبو استعمال کرنی چاہئے اور وہ بھی ان لوگوں کے درمیان جن سے پردہ کے احکام نہیں ہیں۔

۷) جو خواتین عذر کی حالت میں نہیں ہیں، ان کے لیے جسم کے کسی بھی حصہ پر پینٹ کا استعمال جو وضوء و غسل کے درست ہونے میں رکاوٹ ہو، جائز نہیں،(۴) کیوں کہ ظاہر ہے کہ بغیر وضوء کے نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

ان امور کی رعایت کے ساتھ اگر پردہ کا پورا اہتمام ہو، صرف خواتین ہی تزئین کا کام کرتی ہوں، تو ایک حد تک اس کی گنجائش ہے، لیکن بہتر یہ بھی نہیں؛ کیوں کہ اس سے اسراف اور تزئین و آرائش میں غلو کا مزاج پیدا ہوتا ہے، جو بہر حال اسلام کے اصل مزاج اور روح کے خلاف ہے، اس لیے میری مسلمان بہنوں سے خواہش ہے کہ وہ بیوٹی پارلر قائم کرنے، اس میں

---

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۵۹۴۷، باب المستوشمة ۔ محشی۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۷۸۶، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة ۔ محشی۔

(۳) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۷۸۷، باب ما جاء في طيب الرجل و النساء ۔ محشی۔

(۴) " أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز " (الفتاوی الهندیة: ۱/۴) محشی۔

کام کرنے اور اس کی خدمات سے استفادہ کرنے سے اجتناب کریں کہ آپ کا اصل زیور حیاء ہے اور اس سے بڑھ کر آپ کے لیے زیبائش و آرائش اور جذب و کشش کا کوئی اور سامان نہیں۔

کالی مہندی کا خضاب

سوال:- {2016} کیا خضاب لگانے والے کا چہرہ قیامت کے روز کالا ہو جائے گا ؟ اور کیا کوئی مسلمان مرد یا عورت اپنے سر کے بالوں کو کالا کرنے کے لیے بازاری کالی مہندی جس میں کیمیکل لگا ہوا ہو استعمال کر سکتے ہیں؟

(سلمان شریف، گلشن، ہاکم)

جواب:- مشہور محدث طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو سیاہ خضاب استعمال کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کے چہرے کو سیاہ کر دیں گے"

"من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة" (۱)

سیاہ خضاب کے استعمال سے متعلق یہ وعید بھی آئی ہے کہ ایسا شخص جنت کی بو بھی نہ سونگھ سکے گا، (۲) اس لیے سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ تحریمی ہے، لیکن یہ ممانعت ایسے خضاب کی ہے جو مکمل طور پر سیاہ ہو، اگر خضاب سیاہی مائل ہو، مکمل سیاہ نہ ہو، تو اس کا استعمال درست ہے، چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مہندی اور "کتم" کا خضاب استعمال

---

(۱) تحفة الأحوذي: ۵/ ۳۵۵۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۲۱۲۔

کرنے کی ترغیب دی ہے۔(۱) "کتم" خضاب سرخ سیاہ کے درمیان سیاہی مائل ہوا کرتا تھا، لہذا اگر کیمیکل ملی ہوئی کالی مہندی بالوں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہو تو اس کا استعمال درست نہیں اور اگر اس سے بالوں کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہوتا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔

عورتوں کا مانگ نکالنا

سوال:- [2017] حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیچ کی مانگ نکالنا چاہئے، مگر خواتین کہتی ہیں کہ یہ صرف مردوں کے لیے ہے، عورتیں بغیر مانگ نکالے بھی چوٹی کر سکتی ہیں، اس کا حکم کیا ہے؟　　　(سید خواجہ حسین، شاہین نگر)

جواب:- حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں مانگ نکالنے کا ذکر موجود ہے،(۲) اور جن امور کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مردوں اور عورتوں کے احکام میں فرق کی صراحت نہ کی ہو ان میں مردوں اور عورتوں کا حکم ایک ہی ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عورتوں کے لیے مانگ نکالنے کو واجب نہیں قرار دیا گیا ہے، اس لئے اگر بغیر مانگ نکالے ہوئے چوٹی گوندھ لیں تو اس کی بھی گنجائش ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، ہاں! خواتین کا فیشن کے طور پر بال کٹانا درست نہیں کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(۳)

کالی پوت کا لچھا

سوال:- [2018] مسلمان خواتین گلے میں موتی کا

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۸۰۶۔

(۲) سنن أبی داؤد ۴۳۶/۳ ۔

(۳) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر:۴۰۳۱، باب فی لبس الشهرة ۔ محشی ۔

ہار پہنتی ہیں، جسے کالی پوت کا لچھا کہتی ہیں، اس ہار کو ہندو عورتیں منگل سوتر کہتی ہیں، دونوں مذاہب کی خواتین کا عقیدہ ہے کہ ہر شادی شدہ خاتون کے گلے میں یہ ہار ہونا لازمی ہے، اگر کوئی مسلمان شادی شدہ خاتون اسے نہ پہنے، تو اسے بیوہ سمجھا جاتا ہے، اسلام میں اس منگل سوتر کی کیا حیثیت ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجئے نگر کالونی)

جواب:- یہ عقیدہ کہ شادی شدہ خواتین کے گلے میں مخصوص قسم کا ہار ہو اور بیوہ خواتین اسے نہ پہنیں، قطعاً نادرست ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے شادی شدہ اور بیوہ خواتین کے درمیان زینت وآرائش کا فرق صرف عدت وفات میں ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد حاملہ عورت ولادت تک اور غیر حاملہ عورتیں چار ماہ اور دس روز تک سوگ کریں گی، اور زیبائش وآرائش سے بچیں گی، باقی کالی پوت کے استعمال کرنے اور نہ کرنے کا بیوی اور بیوہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں، یہ ہندوانہ رسم ہے، مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کریں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے''(۱) اس لئے مسلمان خواتین کا منگل سوتر یا کالی پوت کا لچھا استعمال کرنا اور اس کو شوہر کے زندہ ہونے کی علامت باور کرنا درست نہیں۔

سیاہ خضاب

سوال:- {2019} زید نے سنا ہے کہ جس شخص کی بیوی جوان ہو اس شخص کو سیاہ خضاب استعمال کرنے کی اجازت ہے؟

(سید صفی اللہ غوری، ہکثوم پورہ)

---

(۱) "من تشبه بقوم فهو منهم" عن ابن عمر ﷺ. (سنن أبي داؤد، حديث نمبر: ۴۰۳۱، باب في لبس الشهرة، كتاب اللباس)

جواب:- بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، لیکن حدیث میں سیاہ خضاب کی مطلقاً ممانعت ہے،(۱) اس لیے صحیح یہی ہے کہ سیاہ خضاب لگانا درست نہیں۔(۲)

پسینہ کی بدبو کی وجہ سے اسپرے کا استعمال

سوال:- (2020) میری عمر اکیس سال ہے، مجھے بہت پسینہ آتا ہے، خاص طور سے ہاتھ کے نیچے اور اس میں بدبو بھی ہوتی ہے، میں روزانہ غسل کر کے کپڑا بھی بدلتی ہوں اور پاک صاف رہتی ہوں، لیکن پھر بھی بدبو آتی ہے، چنانچہ میں اسپرے کا استعمال کرتی ہوں اور اس کے بعد نماز بھی پڑھتی ہوں، کیا ایسی صورت میں میری نماز ہو جائے گی؟

(حسنی بیگم، حیدرآباد)

جواب:- غالباً آج کل بعضے ایسے کریم ہیں جو بغل وغیرہ کی بدبو کو دور کرتے ہیں، اس لیے مناسب ہوگا کہ آپ کسی میڈیکل اسٹور سے تحقیق کریں کہ آپ کو الکحل سے خالی کوئی متبادل مل جائے یا جب آپ اپنے محرم رشتہ داروں کے درمیان ہوں تو عطریات استعمال کرلیں، آج کل "الکحل فری اسپرے" بھی ملتے ہیں ان کا استعمال کرنے کی بھی گنجائش ہے، الکحل کو چوں کہ بعض علماء ناپاک قرار دیتے ہیں، اس لیے ایسا اسپرے استعمال کرنا مناسب نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے لیے شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے کوئی حل نکال دے۔

اگر عورت شوہر کے لیے عطر لگائے؟

سوال:- (2021) کیا عورت اپنے شوہر کے لیے

---

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۱۰۲، باب استحباب خضاب الشیب بصفرة و حمرة و تحریمه بالسواد۔

(۲) "یکره الخضاب بالسواد" (المغنی: ۱/۷۷) محشی۔

خوشبو (عطر) لگا سکتی ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- عورت کے لیے اپنے شوہر کی خاطر زیبائش وآرائش نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے، کیوں کہ یہ بات اس کے شوہر کے دل ونگاہ کو پاک رکھنے میں معاون ہوتی ہے، اس لیے عورتیں اپنے شوہروں کے لیے خوشبو استعمال کرسکتی ہیں، اگر شوہر کے علاوہ کوئی اور مجلس کے لیے خوشبو استعمال کرے تو ایسا عطر ہونا چاہیے کہ جس کا رنگ نمایاں اور بو ہلکی ہو، رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو ایسا ہی عطر استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی ہے: "طيب النساء ما ظهر لونه و خفي ريحه" (۱) البتہ جیسا کہ مذکور ہوا کہ یہ حکم اس وقت ہے جب گھر سے باہر جانا چاہے شوہر کے پاس جانا ہو تو مشہور محدث ملا علی قاریؒ کے بیان کے مطابق ہر طرح کی خوشبو استعمال کرسکتی ہے:

"وأما إن كانت عند زوجها فلتطيب بما شاءت" (۲)

مردوں کا سیاہ سرمہ لگانا

سوال:- (2022) ایک عالم صاحب نے بتایا کہ مردوں کے لئے سیاہ سرمہ استعمال کرنا درست نہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ (عبدالرؤف، مہدی پٹنم)

جواب:- اگر سیاہ سرمہ بطور زینت وآرائش کے لگایا جائے تو مردوں کے لئے مکروہ قرار دیا گیا ہے، لیکن اگر زینت مقصود نہ ہو، علاج اور بینائی کی تقویت پیش نظر ہو، تو اکثر اہل علم کے نزدیک سیاہ سرمہ کے استعمال میں بھی حرج نہیں، کیونکہ حدیث میں سیاہ وسفیدی کی تحدید نہیں کی گئی ہے اور یہی رائے زیادہ درست ہے۔

---

(۱) الجامع للترمذی، عن أبي هريرة ؓ، حدیث نمبر: ۲۷۸۷، باب ما جاء في طيب الرجل و النساء ۔ محشی۔

(۲) مرقاة المفاتيح: ۸/۲۹۹۔

" و یکرہ الکحل الأسود بالإتفاق إذا قصد به
الزینة و عامتهم علی انه لا یکرہ " (۱)

مہندی اور نیل پالش

سوال:- (2023) کیا عورتوں کے ہاتھ میں مہندی یا
ناخن پر نیل پالش استعمال کرنے سے وضو یا نماز میں کسی قسم کی
کراہت پیدا ہوتی ہے؟

(محمد نصیر عالم سبیلی، جالے، دربھنگہ، بہار)

جواب:- عورتوں کے مہندی لگانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ احادیث سے اس کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، ناخنوں پر جو نیل پالش لگائے جاتے ہیں، وہ وضو کا پانی پہونچنے میں رکاوٹ ہے، اور ظاہر ہے کہ اعضاء وضو میں سے کسی حصہ پر پانی نہ پہونچ پائے تو وضو درست نہیں ہوگا، (۲) اور بغیر وضو کے نماز ادا نہیں کی جاسکتی، اس لئے جن خواتین کے ساتھ ایسی حالت نہ ہو کہ جن میں نماز معاف ہوجاتی ہے ان کے لئے نیل پالش درست نہیں۔

سینٹ کا استعمال

سوال:- (2024) کیا اسپرے کا عطر ناپاک ہوتا ہے،
اس سینٹ کو لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (محمد ذیشان احمد، بیدر)

جواب:- جس سینٹ میں الکحل استعمال نہ ہوا ہو اس کے لگانے میں کوئی حرج نہیں، جس سینٹ میں الکحل ہو اس کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر انگور اور کھجور سے الکحل حاصل کیا

---

(۱) الفتاوی الهندیة:۵/۳۵۹۔

(۲) " أو لزق بأصل ظفرہ طین یابس أو رطب لم یجز " (الفتاوی الهندیة :۱/۴) محشی۔

گیا ہو، تو وہ شراب کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ناپاک ہے، اس کا لگانا جائز نہیں، اور اگر لگا لیے اور الکحل لگا ہوا حصہ ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو، تو اس کے ساتھ نماز کی ادائیگی درست نہیں، اگر ان دونوں کے علاوہ کسی اور شئی سے الکحل حاصل کیا گیا ہے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ ناپاک نہیں اور اس کا استعمال درست ہے۔(۱)

عورتوں کا پیشانی پر چمکی لگانا

سوال:- {2025} آج کل مسلمان عورتیں بھی دوسرے مذہب کی عورتوں کی طرح ماتھے پر چمکی وغیرہ لگا رہی ہیں، اور کہتی ہیں کہ یہ فیشن ہے، کیا ان کا یہ فعل جائز ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- یہ دراصل ہندو خواتین کا طریقہ ہے، بلکہ یہ ان کے یہاں سہاگ کی علامت سمجھی جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "من تشبه بقوم فهو منهم"(۲) اس لیے مسلمان بہنوں کو ایسے فیشن سے گریز کرنا چاہئے، عورتوں کے لئے بیشک زینت کی اجازت ہے، لیکن اس کی بھی حدود ہیں، اگر زینت کافروں اور فاسقوں سے تشبہ کے دائرہ میں آجائے تو جائز نہیں۔

لپ اسٹک لگانا

سوال:- [2026] کیا عورتوں کے لیے لپ اسٹک لگانا جائز ہے؟　　(شاہین سلطانہ، صفیہ سلطانہ، گلشن باغ)

---

(۱) فتاویٰ رحیمیہ: ۹/ ۱۷۷، محشی۔

(۲) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۳۱۔

جواب:- اگر لپ اسٹک میں کوئی حرام جزو نہ ہو اور وضوء کا پانی جسم تک پہونچنے میں رکاوٹ نہ بنتا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، اگر کوئی حرام جزو اس کی بناوٹ میں شامل ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں، اگر حرام جزو تو شامل نہ ہو، لیکن ہونٹ پر ایسی تہ جم جاتی ہو کہ وضوء کا پانی نہ پہونچ سکے تو جن عورتوں پر نماز واجب ہے، ان کے لیے لپ اسٹک لگانا جائز نہیں، جو عورتیں ایسی حالت میں ہوں کہ فی الحال ان پر نماز واجب نہیں اور نماز واجب ہونے سے پہلے لپ اسٹک صاف ہو جانے کی امید ہو ان کے لیے لگانے کی گنجائش ہے۔

ناک چھیدنا

سوال:- {2027} مجھ سے ایک صاحب نے کہا کہ ناک چھیدنا اسلام میں حرام ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

(زرینہ تبسم، جہاں نما)

جواب:- جیسے کان زینت کی جگہ ہے، اسی طرح ناک بھی زینت کی جگہوں میں ہے، کان میں بالیاں پہننے کا ذکر خود حدیث میں ہے (۱) اور ظاہر ہے کہ سوراخ کر کے ہی پہنی گئی ہوں گی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناک میں زیور پہننے کے لیے سوراخ کرنا درست ہے، نہ احادیث میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے، نہ فقہاء نے اس کو منع کیا ہے۔

آنکھ کھلے برقعے

سوال:- {2028} آج کل عورتیں نقاب لگاتی ہیں، آنکھیں کھلی رہتی ہیں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(صبیح اللہ، ترکیسر، گجرات)

جواب:- بہتر ہے کہ نقاب ایسا استعمال کیا جائے کہ آنکھ کے حصہ پر بھی جالی لگی ہو،

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۸۸۳، باب القرط للنساء۔ محشی۔

تاہم فقہاء کی تصریحات کے مطابق آنکھیں کھلی رکھنے کی اجازت ہے، تاکہ چلنے میں سہولت ہو، اصل مسئلہ خود نقاب کی ہیئت کا ہے، نقاب معمولی طور پر موٹے کپڑے کا ہونا چاہئے جس میں جاذبیت نہ ہو: آج کل نئے نئے ڈیزائن کے جاذب نگاہ نقاب بنائے جاتے ہیں، یہ نقاب کے مقصد وخشاء ہی کو مجروح کردیتا ہے۔

مختلف رنگوں کے خضاب اور ان کا حکم

سوال:- {2029} کالے رنگ کے خضاب کی ممنوعیت تو نقہ میں ثابت ہے، البتہ دوسرے رنگوں مثلاً بھورا، پیلا، سرخ رنگوں کے خضاب کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ مسئلہ اجتہادی ہے یا فقہ میں اس سلسلے کا کوئی قول فیصل ملتا ہے؟

(محمد زکریا، آصف نگر)

جواب:- سیاہ خضاب کے استعمال کی ممانعت حدیث صحیح سے ثابت ہے اور اس بنا پر اس کے مکروہ ہونے پر قریب قریب فقہاء کا اتفاق ہے؛ لیکن دوسرے رنگوں کا خضاب استعمال کرنا درست ہے، فقہاء نے ایسے خضاب کے استعمال کو مستحب قرار دیا ہے، بشرطیکہ سیاہ رنگ کا نہ ہو۔

" و عن الامام أن الخضاب حسن لكنه بالحناء و الكتم و الوسمة " (۱)

لپ اسٹک اور ناخن پالش

سوال:- {2030} لپ اسٹک اور ناخن پر نیل پالش

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۳۵۹/۵۔

لگانے کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لگا کر کسی تقریب میں جا سکتے ہیں؟

(الف، س، ص)

جواب:- شریعت نے عورتوں کو مہندی لگانے کی اجازت دی ہے، چنانچہ خواتین کے لیے اس کے جائز ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ "وانه يباح للنساء دون الرجال "(۱) مہندی ہاتھ کو رنگین تو کرتی ہے، لیکن پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بنتی، بخلاف لپ اسٹک اور نیل پالش کے، کہ اس سے پانی جسم تک نہیں پہنچ پاتا ہے، اور وضوء اس کے بغیر درست نہیں ہوتا،(۲) اس لیے جن عورتوں پر نماز فرض ہے ان کے لیے اس سے بچنا واجب ہے، جن پر ابھی نماز فرض نہیں، عذر کی حالت ہے اور عذر ختم ہونے تک یقین ہے کہ لپ اسٹک اور پالش صاف ہو جائے گا، ان کے لیے اس کے استعمال کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ان چیزوں میں کوئی ناپاک جزء استعمال نہ ہوتا ہو۔

بال کے مصنوعی جوڑے

سوال:- {2031} آج کل عورتوں میں یہ فیشن عام ہو گیا ہے کہ اپنے بال کے ساتھ دوسروں کے بال یا مصنوعی بال لگا کر خواتین جوڑے تیار کرتی ہیں، تا کہ ان کے بال بڑے اور خوبصورت محسوس ہوں، ایسا کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ (حامد محی الدین، سکندر آباد)

جواب:- اسلام نے خواتین کو بے شک زیبائش و آرائش کی اجازت دی ہے، لیکن حد اعتدال میں رہتے ہوئے، اسی کے پیش نظر شریعت نے زینت و آرائش کے باب میں بھی کچھ خصوصی ہدایات دی ہیں، اور کچھ اصول متعین کر دیئے ہیں، کہ ان کے دائرہ میں رہتے ہوئے بناؤ

(۱) خلاصة الفتاوى: ۴/۳۷۷۔

(۲) "أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز" (الفتاوى الهندية: ۱/۴) محشی۔

دستیاب کیا جائے ـــــــ ان ہی میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دوسری عورتوں کے بال جوڑنے سے منع فرمایا، بلکہ آپ ﷺ نے بال لگانے والی اور اپنے بال کے ساتھ بال لگوانے والی دونوں خواتین پر اللہ کی لعنت بھیجی ہے۔ "لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ" (۱) اسی لیے اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ ایک انسان کا اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے انسان کا بال جوڑنا قطعاً حرام ہے۔ البتہ کسی اور جانور کا بال اپنے جوڑے میں رکھنا، یا مصنوعی نائیلون وغیرہ کے بال جوڑے میں لگانا اور خواتین کا اپنے بالوں کے ساتھ جوڑ دینا جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

" ولا بأس للمرأۃ أن تجعل في قرونها و ذوائبها شيئا من الوبر " (۲)

خواتین کا ناک، کان چھیدانا

سوال:- (2032) کیا خواتین کان یا ناک چھیدا سکتی ہیں؟ کیا اسلام میں ناک اور کان میں زیور پہننا جائز ہے، حدیث کے ذریعہ بتائیں۔

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- عورتوں کے لیے ناک، کان وغیرہ میں زیورات پہننا اور ان کے لیے ناک، کان کا چھیدانا جائز ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کے موقع پر حضور ﷺ نے خواتین کو صدقہ کرنے کی تلقین فرمائی، چنانچہ عورتوں نے اپنے کان، اور گلے کے زیورات صدقہ کیے۔ (۳) حدیث میں "قرط" کا لفظ ہے، "قرط" کان کے زیور کو کہتے ہیں، چاہے سونے کا ہو یا چاندی کا یا کسی اور چیز کا، عام طور پر کان چھید کر ہی زیور پہنے جاتے ہیں، اسی

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۶۵۔ محشی۔

(۲) الفتاویٰ الهندیۃ: ۵/۳۵۸۔

(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۸۸۳، باب القرط للنساء۔ محشی۔

لیے اس حدیث سے اہل علم نے کان چھیدنے کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"و استدل به علی جواز ثقب أذن المرأة لتجعل فیها القرط و غیره "(۱)

نیز حدیث کی مشہور کتاب طبرانی کی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صراحتاً مروی ہے کہ بچیوں میں سات چیزیں سنت ہیں ان میں ساتویں چیز کان کا چھیدنا ہے۔(۲) اس لیے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

پاؤں میں مہندی لگانا

سوال:- (2033) پاؤں میں مہندی لگانا سنت ہے یا بدعت؟ (عائشہ جبیں، تالاب کٹھ)

جواب:- شریعت نے عورتوں کو اجازت دی ہے کہ وہ زیبائش وآرائش کی جگہ جیسے ہاتھ، گلا، سینہ، پاؤں وغیرہ میں زینت اختیار کریں، لہٰذا پاؤں میں مہندی لگانا درست ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لا ینبغی أن یخضب یدی الصبی الذکر و رجله إلا عند الحاجة، ویجوز ذلك للنساء "(۳)

اور اسے نہ تو سنت کہیں گے اور نہ بدعت، بلکہ مباح، یعنی یہ ان امور میں سے ہے جنہیں اختیار کرنا جائز ہے۔

---

(۱) فتح الباری :۱۰/۳۳۲۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) الفتاوی الهندیة :۵/۳۵۹۔

ناخن پر پینٹ

سوال:- (2034) کیا خواتین اپنی آرائش کے لیے
ناخنوں پر پینٹ لگا سکتی ہیں؟ کیوں کہ پینٹ لگانے سے
ناخنوں پر پانی نہیں پہنچ پاتا؟ (عائشہ بیگم، ظہیر آباد)

جواب:- جب ناخنوں پر پانی نہیں پہنچ پاتا تو ظاہر ہے کہ یہ پینٹ وضوء میں رکاوٹ ہے، جو نماز کے درست ہونے کے لیے اولین شرط ہے، اس لیے جن دنوں عورتوں پر نماز فرض ہو ناخنوں پر پینٹ لگانا جائز نہیں، ہاں! اگر عورت ایسے ایام میں ہو جن دنوں میں نماز کا حکم ان سے متعلق نہیں ہوتا، ان ایام میں ایسا پینٹ استعمال کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ نماز کا حکم متعلق ہونے سے پہلے ناخن صاف کر لیے جائیں، یہ تو ایک فقہی حکم ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عام حالت میں بھی اس طرح کے پینٹ کا استعمال زیبائش و آرائش میں غلو کے قبیل سے ہے اور زینت و آرائش میں غلو اور حد اعتدال سے آگے بڑھ جانا مناسب نہیں، اس لیے عام حالات میں بھی اس سے بچنا ہی چاہئے، اس کے بجائے کیا بہتر ہوگا کہ مہندی کا استعمال کریں، مہندی سے بھی ناخن کو رنگین کیا جا سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے بھی عورتوں کے لیے مہندی کے استعمال کو پسند فرمایا ہے، اور اطباء کا خیال ہے کہ یہ صحت کے نقطۂ نظر سے مفید ہے۔

خضابی کنگھی کا حکم

سوال:- {2035} داڑھی میں سفید بالوں کو چھپانے
کے لیے آج کل مختلف قسم کی ادویات استعمال کی جاتی ہیں،
بعض لوگ کالے قسم کا رنگ لگاتے ہیں اور بعض کالی مہندی

استعمال کرتے ہیں اور آج کل تو ایک کنگھی بنائی گئی ہے جس
میں کالا رنگ رہتا ہے جو کنگھی کرتے وقت بالوں کو لگ جاتا
ہے، ان سب کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی چیزیں استعمال کرنے
والوں کی امامت کا کیا حال ہے؟

(محمد نصیر عالم سبیلی، جھالے، دربھنگہ)

جواب:- شریعت کا اصول ہے ''خلق اللہ'' کو کسی شرعی مصلحت کے بغیر چھپانا اور اس پر شرم محسوس کرنا درست نہیں، اسی لیے سفید بال کو اکھاڑنے کی بھی ممانعت ہے، (۱) اسی طرح خضاب اگر سرخ ہو تو اجازت ہے کہ اس سے بال کا پکنا نہیں چھپتا ہے، البتہ جہاد کی حالت میں دشمنانِ اسلام سے مڈبھیڑ کے وقت سیاہ خضاب لگا کر اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنا درست ہے کہ ایک شرعی مصلحت ہے، یوں ہی زینت کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مکروہ ہے۔(۲) سیاہ مہندی، رنگ، کنگھی وغیرہ خضاب ہی کے حکم میں ہے، چوں کہ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے درمیان اختلاف ہے، خود امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے اس کی اجازت دی ہے،(۳) اس لیے اس کا شمار ایسی مکروہات میں نہیں ہوگا، جو باعث فسق ہو اور اس کی امامت مکروہ ہو، اس لیے ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

• • • • •

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۴۲۰۲، باب في نتف الشيب ۔ محشی۔
(۲) الفتاوى الهندية :۵/۳۵۹۔
(۳) حوالہ سابق:۶/۳۵۹۔ محشی۔

لباس وپوشاک

مرد کے لیے سرخ شجرہ

سوال:- {2036} مرد کے لیے لال کپڑا پہننا حرام ہے تو کیا لال عمامہ یا شجرہ جو سر پر باندھا جاتا ہے، وہ بھی حرام ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- مرد سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ سے مختلف احادیث کی بناء پر مردوں کے لئے سرخ اور سیاہ لباس کا جائز ہونا منقول ہے:

"و عن أبي حنيفة لا بأس بالصبغ الأحمر و الأسود كذا في الملتقط " (۱)

علامہ شامیؒ کی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر ایسا سرخ کپڑا ہو جو خواتین استعمال کیا کرتی ہیں، تو مردوں کے لیے ان کا استعمال مکروہ ہے، جو کپڑا اس طرح کا سرخ نہ ہو، اسے مرد

(۱) الفتاوى الهندية : ۳۳۲/۵۔ مرتب۔

بھی استعمال کر سکتے ہیں،(۱) رومال جس کو بعض مقامات پر مشجرہ کہتے ہیں، ایسا ہی کپڑا ہے، اس لیے اس کے باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

ساڑی و بلاؤز پہننا

سوال:- (2037) آج کل مسلم خواتین غیر مسلموں کی طرح ساڑی اور بلاؤز پہنتی ہیں، بلاؤز پہننے سے پیٹھ اور پیٹ کا حصہ کھلا رہتا ہے، کیا مسلم خواتین کیلئے ایسا لباس استعمال کرنا جائز ہے؟　　　(سید عبدالرحیم، مانوت)

جواب:- ساڑی چوں کہ اب غیر مسلموں کا مخصوص لباس باقی نہ رہا، بلکہ ہندوستان کے مشرقی اور جنوبی علاقوں میں عام طور پر مسلم خواتین بھی ساڑی پہنتی ہیں لہذا مسلم خواتین ساڑی پہن سکتی ہیں، لیکن ایسا بلاؤز استعمال کرنا کہ پیٹھ اور پیٹ کا حصہ کھلا رہے، بہت ہی گناہ کی بات ہے غیرت وحیاء کے بھی خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں دو گروہ جہنمی ہوں گے، آپ ﷺ نے دونوں میں سے ایک ان عورتوں کو قرار دیا جو لباس پہنی ہوئی بھی ہوں اور بے لباس بھی ہوں، "کاسیات عاریات"(۲)

ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ بدن کا کچھ حصہ چھپائیں گی اور کچھ کھلا رکھیں گی تا کہ اپنے حسن وجمال کا اظہار کریں۔(۳) ایسی عورتوں کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گی، اور اس کی خوشبو

---

(۱) رد المحتار :۹/۳۳۶، بحثی۔
(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر:۵۵۸۲، عن أبی هریرة ﷺ۔
(۳) مرقاة المفاتیح:۷/۱۶۹۔

بھی نہیں پاسکیں گی اس لیے مسلمان بہنوں کو اس گناہ عظیم سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے اور شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے زیب وزینت اختیار کرنی چاہیے۔

کالا کپڑا پہننا

سوال:- {2038} کالا کپڑا پہننا چاہیے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کالا کپڑا دوزخ کی نشانی ہے، ہم لڑکیاں عام طور پر کالا برقع ہی استعمال کرتی ہیں، اس کی وضاحت کریں۔ (حناء کوثر، عادل آباد)

جواب:- سیاہ کپڑا پہننے میں کوئی قباحت نہیں، رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ زیب تن کئے ہوئے تھے، یہ بات صحیح روایتوں سے ثابت ہے،(۱) حضرت ام خالد بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے لیے سیاہ اون کا جبہ بنایا تھا، جسے آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا۔(۲) نیز آپ ﷺ نے اپنی ایک صحابیہ حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سیاہ کپڑا (قمیص) تحفۃً عنایت فرمایا۔(۳) اس لیے سیاہ کپڑا پہننے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ بعض فقہاء نے ان روایات کی وجہ سے سیاہ لباس کو مستحب قرار دیا ہے،(۴) خاص کر برقع کے لیے یہ رنگ زیادہ موزوں ہے، کیوں کہ برقع کا مقصد ستر ہے اور ستر کے لیے سیاہ رنگ زیادہ مفید ہے۔

چمڑے کی جیکٹ پہننا

سوال:- {2039} چمڑے کی جیکٹ پہننا جائز ہے یا

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۷۳۵، باب ماجاء فی العمامة السوداء۔
(۲) فتح الباری: ۱۰/۲۹۲۔
(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۸۲۳، باب الخمیصة السوداء۔
(۴) الفتاوی الہندیة: ۵/۳۳۰۔

نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں رہبری فرمایئے۔

(کے، ایم، محمد پاشا، مشیر آباد)

جواب:- اگر کسی جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا جائے تو گوشت کی طرح اس کا چمڑا بھی پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر مردار کے چمڑے کو دباغت دے دی جائے، یعنی اس کی صفائی کردی جائے تو وہ بھی پاک ہے اور اس کا استعمال جائز ہے، متعدد حدیثوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔(۱) اس سے سور کا چمڑا مستثنیٰ ہے کہ وہ ان صورتوں میں بھی پاک نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس طریقہ پر پاک کئے ہوئے، چمڑوں کا کوئی لباس پہننا جائز ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ نے درندہ جانوروں کے چمڑوں کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔(۲) کیوں کہ اس سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے، اس لیے ایسے جانوروں کے چمڑوں کی جیاکٹ پہننا مکروہ ہے، دوسرے جانور مثلاً ہرن وغیرہ کے چمڑوں کی جیاکٹ پہننے کی گنجائش ہے۔

لباس نبوی ﷺ

سوال:- {2040} اسلامی لباس کیا ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ کو کونسا لباس پسند تھا اور کونسا زیب تن فرماتے تھے؟

(محمد ریاض احمد، دوجے نگر کالونی)

جواب:- لباس کے معاملہ میں ہر انسان کا ذوق الگ الگ ہوتا ہے، اسی لیے شریعت نے اس بارے میں چند خاص اصول مقرر کرنے پر اکتفا کیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لباس ساتر ہو، جس حصہ کو چھپانا واجب ہے وہ نہ کھلا رہے نہ ایسا مہین کپڑا ہو کہ جسم نظر آنے لگے اور نہ اتنا چست ہو کہ جسم کی ساخت نمایاں ہو جائے، دوسرے غیر مسلموں سے ایسی مشابہت نہ ہو کہ اسے دیکھ کر غیر مسلم ہونے کا خیال ہوتا ہو، تیسرے فاسق و فاجر لوگوں کی وضع قطع اختیار نہ کی

---

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد حدیث نمبر: ۴۱۲۰، کتاب اللباس، باب في أهاب الميتة۔

(۲) سنن أبي داؤد حدیث نمبر: ۴۱۳۱۔

جائے، چوتھے مردوں کا لباس عورتوں کی طرح اور عورتوں کے لباس کی وضع مردوں کی طرح نہ ہو، یہ احکام مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہیں، کچھ احکام خاص مردوں کے لیے ہیں، مردوں کے لیے خالص ریشم کا کپڑا پہننا جائز نہیں، پائجامہ یا تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنا مکروہ ہے اور شوخ رنگ جیسے زعفران کا رنگ بھی کراہت سے خالی نہیں، باقی اور امور میں کوئی پابندی نہیں، ہر شخص اپنے مذاق ومزاج کے مطابق کپڑے بنا سکتا ہے۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے لباس کی بات ہے، تو کپڑے کی وضع کے سلسلہ میں حضور ﷺ کو قمیص زیادہ مرغوب تھی، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: "کان أحب الثیاب إلی رسول الله ﷺ القمیص "(۱) قمیص سے مراد جسم کے بالائی حصہ کا ایسا لباس ہے جس میں آستین ہو، نیز حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی آستین گٹوں تک تھی، رنگ کے اعتبار سے سفید رنگ پسند تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کو دھاری دار کپڑا جس کو عربی زبان میں "حبرۃ" کہتے ہیں، بہت پسند تھا، ایسے کسی خاص رنگ کا اہتمام نہیں تھا، مختلف رنگوں کے کپڑے پہننا آپ سے ثابت ہے، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سرخ "حلہ" بھی استعمال فرمایا ہے، کبھی دو چادروں پر بھی اکتفا فرمایا ہے، عام معمول تہہ بند پہننے کا تھا، لیکن بعض علماء کی رائے ہے کہ آپ ﷺ نے پائجامہ بھی پہنا ہے، بہر حال آپ ﷺ کی تہہ بند نصف پنڈلی تک ہوتی تھی، یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، معروف محدث امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ نے "شمائل" میں (۲) اور علامہ ابن القیمؒ نے "زاد المعاد" میں رسول اللہ ﷺ کے لباس سے متعلق حدیثیں نقل کی ہیں۔ (۳)

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۷۶۲، باب ما جاء في القمیص ۔ محشی۔
(۲) شمائل الترمذي: ۸۰، باب ما جاء في صفة إزار النبي ۔ محشی۔
(۳) زاد المعاد: ۱/۱۳۲-۱۳۵۔ محشی۔

شرعی لباس

سوال:- {2041} بعض لوگ کہتے ہیں کہ جیسا دیس ویسا بھیس اور جس ملک میں جو لباس عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ پہنا جائے شرعی حکم کیا ہے؟

(منور سلطان، مدھوبنی، بہار)

جواب:- لباس کے سلسلے اسلام نے چند خاص حدود متعین کردی ہیں، ان کے اندر رہ کر جو بھی لباس اختیار کیا جائے درست ہے۔

اول یہ کہ مرد وعورت کے جسم کا وہ حصہ چھپ جائے جن کا ستر اور پردہ واجب ہے، اور اتنا باریک اور چست بھی نہ ہو کہ جسم کے اعضا نمایاں ہوں۔

دوم یہ کہ کفار سے ایسی مشابہت نہ ہو کہ اس لباس کو دیکھتے ہی کوئی خاص قوم سمجھ میں آتی ہو، اور نہ اس لباس کا تعلق غیر اسلامی شعار سے ہو، جیسے زنار، سکھوں کی پگڑی وغیرہ۔

تیسرے ٹخنوں سے نیچے نہ ہو یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔

چوتھے مردوں کے لیے ریشمی اور شوخ رنگ کے لباس بھی ممنوع ہیں، ان حدود کی رعایت کے ساتھ جو بھی لباس ہو جائز ہے، البتہ ہر جگہ کے اہل دین اور ثقہ لوگوں کا جو لباس ہو، اس کی اتباع زیادہ بہتر اور مستحب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ٹائی لگانے کا حکم

سوال:- {2042} آج کل ٹائی کے استعمال کا رواج بہت عام ہے، ٹائی باندھنا اسکولوں کے یونی فارم میں داخل ہے، بعض کمپنیوں اور آفسوں میں بھی ٹائی ایک لازمی لباس

ہے، ٹائی پہننے کا کیا حکم ہے؟ اس پر روشنی ڈالیں۔

(محمد جمشید، مستقل)

الجواب: — یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مغرب سے جو چیز آتی ہے، ہم اسے اپنی زندگی اور تہذیب کا ایک لازمی جزو بنالیتے ہیں، چاہے اس میں کوئی معقولیت اور ادنیٰ درجہ کی بھی افادیت نہ ہو، اس لیے حتی المقدور ایسی وضع قطع سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اسلام کی نظر میں یہ بات نہایت ناپسندیدہ ہے کہ مسلمان اپنی معاشرت اور وضع قطع میں غیر مسلموں کی مماثلت اختیار کریں، (۱) ٹائی بھی ایسی ہی چیزوں میں سے ہے۔

ماضی قریب کے ایک بڑے عالم اور معروف صاحب فتاویٰ مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) نے ٹائی کے بارے میں ایک سوال کا جواب اس طرح دیا ہے جو بہت ہی متوازن اور نہایت ہی معتدل ہے:

> ''ٹائی ایک وقت میں نصاریٰ کا شعار تھا، اس وقت اس کا حکم بھی سخت تھا، اب غیر نصاریٰ بھی بکثرت استعمال کرتے ہیں، بہت سے صوم وصلاۃ کے پابند مسلمان بھی استعمال کرتے ہیں، اب اس کے حکم میں تخفیف ہے، اس کو شرک یا حرام نہیں کہا جائے گا، کراہیت سے اب بھی خالی نہیں، کہیں کراہیت سخت ہوگی، کہیں ہلکی، جہاں اس کا استعمال عام ہوجائے، وہاں اس کے منع پر زور نہیں دیا جائے گا'' (۲)

---

(۱) "من تشبه بقوم فهو منهم" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۳۱، باب ما جاء في لبس الشهرة) محشی۔

(۲) فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۳۰۷۔

بغیر ٹوپی کے عمامہ

سوال:- (2043) بعض لوگ سر پر عمامہ تو باندھتے ہیں، مگر اس کے نیچے ٹوپی نہیں ہوتی تو کیا یہ صورت بہتر ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ باندھا جاسکتا ہے، اور ٹوپی کے اوپر سے بھی، ابتداء میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کی وضع کو کافروں سے ممتاز رکھنے کے لیے یہ فرمایا تھا کہ عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھا جائے، تاکہ مشرکین اور اہل ایمان کی وضع میں فرق باقی رہے:

"فرق ما بيننا و بين المشركين العمائم على القلانس" (۱)

لیکن بعد کو آپ ﷺ نے دونوں صورتوں کی اجازت دے دی۔

(۱) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۷۹، عن رکانۃ ؓ۔

پردہ کے احکام

لاؤڈاسپیکر پر عورت کا پروگرام

سوال:- (2044) کسی پروگرام میں عورت کے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ (شکیل، حیدرآباد)

جواب:- بالغ لڑکی کے لیے غیر محرم سے اپنی آواز کی بھی حفاظت کرنا واجب ہے، اس لیے عورتیں، خواتین کے پروگرام میں اس طرح خطاب کرسکتی ہیں کہ ان کی آواز اسی مجمع تک محدود رہے، مردوں اور عورتوں کے مشترک اجتماع میں عورتوں اور بالغ لڑکیوں کا نعت پڑھنا یا تقریر کرنا مکروہ ہے۔

عورت کی آواز

سوال:- (2045) کیا اسلام میں عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے؟ اور کیا نعت اور حمد وغیرہ غیر محرم کو سنانا جائز نہیں؟ (امۃ الرحیم، دونے پلی)

جواب:- اصل مقصد فتنہ کے دروازوں کو بند کرنا ہے، جہاں غیر محرم تک آواز پہنچنے اور پہنچانے میں فتنہ کا اندیشہ ہو، وہاں اس سے احتیاط کرنا واجب ہے، جیسے کسی غیر محرم کو نعت یا حمد سنانا یا اس طرح تقریر کرنا کہ غیر محرموں تک آواز پہنچے، یا بلا ضرورت اور لوچ دار گفتگو کرنا، جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو، نیز ضرورت کے مواقع پر جیسے ڈاکٹر سے گفتگو وغیرہ، اس سے مستثنیٰ ہیں، اسی طرح کم عمر بچیوں یا سن رسیدہ خواتین کی آواز باعث فتنہ نہیں، اس لیے ان کی آواز براہ راست سننے کی بھی گنجائش ہے۔

عورتوں کا گھر میں سر کھلا رکھنا

سوال:- {2046} ایک پاکستانی عالم دین مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب " مرآۃ النساء " میں صفحہ ۳۳۶ پر لکھا ہے: " عورت گھر میں ننگے سر پھرا نہ کرے، کئی پردہ دار عورت برقع کے ساتھ باہر جاتی ہیں، جب گھر آتی ہیں تو ننگے سر گھر کا کام کاج کرتی ہیں، یہ حرام ہے سر چھپانے کی چیز ہے، اسے مستور رکھا کریں " آپ سے گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں رہنمائی کریں۔ (محمد ابراہیم، قدیم ملک پیٹ)

جواب:- اگر گھر میں غیر محرم جیسے چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد بھائی رہتے ہوں، تو واقعی گھر میں بھی اسے سر ڈھک کر رکھنا چاہئے، لیکن اگر گھر میں صرف شوہر اور محرم رشتہ دار ہوں تو سر کھلا رکھنے کی گنجائش ہے۔ " ینظر الرجل … من محرمه الی الرأس و الوجه الخ " (۱) لیکن احتیاط بہر حال گھر کے اندر بھی سر ڈھک کر رکھنے میں ہے؛ کیوں کہ اگر کھلے سر رہنے کی عادت بن گئی تو پھر بے خیالی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اور محرم و غیر محرم کا فرق بھی رخصت ہو جاتا ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع الرد: ۵۲۳/۹۔

اجنبی لڑکے سے فون پر گفتگو

سوال:- (2047) کیا ایک لڑکی کسی اجنبی لڑکے سے فون پر بات کر سکتی ہے؟ یا دوکان پر اس سے مل سکتی ہے؟
(نام غیر مذکور، کریم نگر)

جواب:- غیر محرم لڑکے اور لڑکی کا کسی ضرورتِ شدیدہ کے بغیر یوں ہی فون پر ایک دوسرے سے گفتگو کرنا یا ایک دوسرے سے ملنا جائز نہیں، اس سے اجتناب کرنا واجب ہے، یہ سب باتیں خود گناہ ہیں اور انسان کو اس سے بڑے گناہ تک پہنچا دیتی ہیں۔

کیا شوہر بیوی کی بے پردگی کا ذمہ دار ہوگا؟

سوال:- (2048) عورت شرعی پردہ نہیں کرتی تو کیا شوہر اس کا ذمہ دار ہوگا؟
(تسلیم اختر، ظہیر نگر)

جواب:- آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کچھ لوگوں کی نسبت سے ذمہ دار کا درجہ رکھتا ہے اور ہر ذمہ دار ان لوگوں کے بارے میں جواب دہ ہے، جو اس کے تحت ہوں، "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته" (۱) اس لئے شوہر اگر بیوی کو پردہ کرنے کی تلقین نہ کرے اور بیوی کے مزاج کو بدلنے کی مناسب کوشش نہ کرے تو عند اللہ اس سلسلہ میں جواب دہ ہوگا، اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ بعض خواتین اپنے ساتھ چار مردوں کو دوزخ میں لے جائیں گی۔

عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا

سوال:- (2049) مردوں کا اجنبی عورت کو دیکھنا جائز

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۵۲۰۰، باب المرأة راعیة في بیت زوجها۔ محشی۔

نہیں ہے تو کیا عورتوں کے لئے اجنبی مرد کو دیکھنا جائز ہے؟

(اشرف علی، حیدرآباد)

جواب:- مرد اجنبی عورت کو دیکھے اور عورت اجنبی مرد کو، ان دونوں کے حکم میں فرق ہے، مرد کے لئے عورت کا سراپا پردہ ہے، بلا ضرورت وہ اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکتا، عورت مرد کے ناف سے گھٹنے تک کے حصہ کو چھوڑ کر باقی حصہ دیکھ سکتی ہے، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر اس کے لئے نگاہ کو پست رکھنے کا حکم ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حبشیوں کا کھیل دکھایا ہے، (1) حضور ﷺ اور خلفاء راشدین ؓ کے عہد میں خواتین مسجد میں آیا کرتی تھیں اور نماز میں شریک ہوتی تھیں، (۲) ظاہر ہے ان مواقع پر مردوں پر ان کی نگاہ پڑتی تھی۔ واللہ اعلم

خواتین کا مرید اور شیخ کے سامنے ہونا

سوال:- (2050) کیا خواتین کسی پیر طریقت سے مرید ہو سکتی ہیں؟ کیا پیر ان کے لیے محرم ہو جاتا ہے؟

(محمد اسرار احمد، بودھن)

جواب:- مرید ہونے کا مقصد اصلاح نفس کے لیے کسی شخص سے مربوط رہنا ہے، جیسے طلباء اپنی تعلیم کے لیے کسی استاذ سے رابطہ رکھتے ہیں، اصلاح نفس کی ضرورت مردوں کو بھی ہے اور عورتوں کو بھی، اس لیے عورتوں کا بھی مرید ہونا جائز ہے، البتہ مرید ہونے کی وجہ سے محرم کا رشتہ قائم نہیں ہوتا، محض پیر ہونے کی وجہ سے کسی عورت کا اپنے شیخ کے سامنے نکلنا سخت گناہ ہے اور اگر شیخ متبع سنت ہو تو وہ خود ہی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا، کیوں کہ شریعت اصل ہے اور

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۵۱۹۰، باب حسن المعاشرۃ مع الأھل۔ محشی۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۸۷۰، ۸۷۱، باب صلاۃ النساء خلف الرجال۔ مرتب۔

احکام شرعیہ کے خلاف ہو، سراپا گمراہی اور ضلالت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی ایسی باتوں سے حفاظت فرمائے۔

خواتین کا خواتین سے پردہ

سوال:- {2051} ہمارے یہاں ایک عالم صاحب ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مسلم خواتین کو غیر مسلم خواتین سے بھی پردہ کرنا چاہئے، بلکہ مسلم خواتین خود مسلم خواتین سے بھی پردہ کریں، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عورتیں عورتوں سے کیسے پردہ کریں گی؟ (ایک بہن ہنچیل گوڑہ)

جواب:- ایک مرد کے لیے دوسرے مرد کے سامنے جسم کے جن حصوں کا چھپانا ضروری ہے، یعنی ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ عورتوں کے لیے اس حصہ کو دوسری عورتوں سے چھپانا واجب ہے۔

"تنظر المرأة الى المرأة كنظر الرجل الى الرجل هو الأصح" (۱)

از راہ احتیاط بدقماش اور مشرک عورتوں سے فقہاء نے پردہ کرنے کی تلقین کی ہے، (۲) کیوں کہ ممکن ہے وہ اپنے مردوں کے سامنے اس کے حسن وجمال کی تفصیل بیان کردے اور اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے، لیکن یہ واجب نہیں، کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہودی خواتین کے سامنے ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ (۳)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۳۲۷/۵۔
(۲) الفتاوی الهندية: ۳۳۲/۵۔ مرتب۔
(۳) صحيح البخاري، صفحہ نمبر:۱۳۷۲، باب ما جاء في عذاب القبر۔ مرتب۔

برقع نہ پہننے پر تیزاب پھینکنا

سوال:- (2052) خبر ہے کہ دو خواتین پر برقع نہ پہننے کی پاداش میں تیزاب پھینک دیا گیا، کیا شریعت میں کسی فرد یا تنظیم کو اس کی اجازت ہے؟ (شاکر احمد، مہدی پٹنم)

جواب:- معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے اور عورتوں کی عزت وآبرو کی غرض سے اسلام میں عورتوں کو پردہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے مسلمان عورتوں کو واقعی برقعہ پہننے کا اہتمام کرنا چاہیے، لیکن کسی فرد یا تنظیم کا اپنے طور پر برقعہ نہ پہننے والی عورتوں کو سزا دینا اور تیزاب پھینکنے جیسی غیر انسانی حرکت کرنا قطعاً درست نہیں، اسلامی نقطۂ نظر سے مجرم کو وہی سزا دے سکتا ہے، جس کو سزا دینے کی ولایت حاصل ہو، ہر شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا، اس لیے یہ طریقہ کار غیر اسلامی بلکہ اسلام کو بدنام کرنے والا ہے، اس کے بجائے دعوت ونصیحت کے ذریعہ رضا کارانہ طور پر عورتوں کو پردہ کا پابند کرنا چاہیے، ہاں! اگر کسی ملک میں اسلامی حکومت ہو، تو وہ خواتین کو قانونی طور پر برقعہ کی پابند بنا سکتی ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والیوں کو جرم کے مناسب سزا بھی دے سکتی ہے، نہ کہ ایسی انسانیت سوز اور وحشت ناک سزا۔

چہرے کا پردہ

سوال:- (2053) بعض خواتین برقعہ پہنتی ہیں، لیکن چہرہ کھلا رکھتی ہیں، کیا بازار میں بھی چہرہ کھلا رکھا جا سکتا ہے؟ جب کہ ہر ایک کی نظر چہرہ ہی پر پڑتی ہے۔
(نسرین ہاشمی، فرسٹ لانسر)

جواب:- کسی جوان عورت کا بلا ضرورت غیر محرم کے سامنے چہرہ کھلا رکھنا درست

نہیں۔(۱) اس لیے جو عورتیں برقعہ پہننے کے باوجود چہرہ کھلا رکھتی ہیں، وہ برقعہ نہ پہننے والیوں کے مقابلہ میں تو غنیمت ہیں کہ آج کل بلوز وغیرہ کی وجہ سے بازو، پیٹ اور پیٹھ وغیرہ کے جو حصے کھلے رہتے ہیں وہ برقع کے ذریعہ ڈھک جاتے ہیں، لیکن بہر حال یہ کافی نہیں، کیوں کہ چہرہ کا پردہ بھی شرعاً واجب ہے اور قرآن و حدیث سے اس کا واجب ہونا ثابت ہے۔(۲)

جیٹھ اور دیور سے پردہ

سوال:-(2054) جیٹھ اور دیور سے پردہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ ان سے روابط رکھنے میں لڑائی جھگڑے، گالم گلوج اور بدزبانی کا خطرہ رہتا ہے، کیا ایسے رشتہ داروں سے خاموشی اختیار کرنا درست ہے؟ (ایک بہن)

جواب:- محض کینہ کی وجہ سے کسی مسلمان سے تین دنوں سے زیادہ ترک کلام کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، اگر کسی سے بدزبانی کا اندیشہ ہو تو اس سے سلام پر اکتفاء کرنا چاہئے اور زیادہ گفتگو کرنے سے احتیاط ضروری ہے، البتہ دیور اور جیٹھ کا شمار غیر محرموں میں ہے اور ہر غیر محرم سے پردہ کرنے کا حکم ہے اور دیور سے خاص طور پر آپ ﷺ نے پردہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے، ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"تم لوگ ان عورتوں پر داخل ہونے سے بچو، جن کے شوہر موجود نہ ہوں، ایک صاحب نے سوال کیا کہ دیور کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: دیور تو موت ہے"۔(۳)

---

(۱) رد المحتار :۹/۲۵۰، کتاب الحظر و الإباحة۔ محشی۔
(۲) الأحزاب :۵۹، الجامع للترمذي حدیث نمبر:۲۷۷۶، ۲۷۷۷، باب ما جاء في نظر الفجاءة۔ محشی۔
(۳) مشکوة المصابیح :۲/۲۰۶۔

یعنی دیور سے بے پردگی میں فتنہ کا زیادہ اندیشہ ہے، اس لئے اس سے خوب اجتناب کرنا چاہئے۔

غیر محرم سے دوستی

سوال:- {2065} حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قطع تعلق کرنے والوں کو خدا پسند نہیں کرتے، تو کیا دوستی کا رشتہ بھی اس ضمن میں آتا ہے؟ (ایک بہن)

جواب:- حدیث میں جو صلہ رحمی اور قطع رحمی کے الفاظ آئے ہیں، ان کا تعلق رشتہ داروں اور قرابت داروں سے ہے، نہ کہ عام دوستوں سے، ہاں! کسی بھی مسلمان سے تین دنوں سے زیادہ ترک کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(1) یہ حکم تمام اہل تعلق کے لیے ہے، خواہ رشتہ دار ہوں، یا محض دوست واحباب، البتہ کسی مسلمان عورت کے لیے اجنبی یا غیر محرم قرابت دار سے دوستی اور خصوصی تعلق گناہ اور حرام ہے اور اس کی قطعاً اجازت نہیں، اس سے فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے، اس لیے ایسے لوگوں سے قطع تعلق ہی واجب ہے اور اس پر گناہ نہیں، بلکہ ثواب ہے۔

مائک پر خواتین کا خطاب کرنا

سوال:- {2056} خواتین کے اجتماع میں عورتیں مائک پر تقریر کرتی ہیں، جس سے خواتین کی آواز دور تک جاتی ہے، کیا دینی خطابات اس طرح مائک پر کئے جاسکتے ہیں؟ (ادیب کریم نگر)

جواب:- عورتوں کے لیے اس طرح مائک پر تقریر کرنا کہ ان کی آواز نامحرموں تک

(1) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۰۷۳، ۶۰۷۶، ۶۰۷۵، باب الهجرة ۔ محشی۔

پہنچے جو ئز نہیں، ہاں اگر بجلی آواز کا مائک ہو، اور خواتین کی نشست گاہ تک اس کی آواز محدود ہو، اور بغیر مائک کے آواز نہ پہونچتی ہو تو مائک پر خطاب کرنے کی گنجائش ہے۔

ران بھی ستر میں داخل ہے

سوال:- {2057} لوگ مسجدوں اور دوسری جگہوں پر پیشاب کے لیے رانوں تک جسم کھول لیتے ہیں، کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟ (حیدر اعظمی، نا مپلی)

جواب:- ران کا حصہ ستر میں داخل ہے اور اس کا کھولنا جائز نہیں، اس سے احتیاط ضروری ہے چنانچہ حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ران نہ کھولو، کیوں کہ ران بھی ستر کا حصہ ہے''(۱) استنجاء کے لیے ستر کی رعایت کے ساتھ ہی جسم کھولنے کی اجازت ہے۔''و یحتال لازالته من غیر کشف العورة عند من یراہ ''(۲)

محرم رشتہ داروں سے عورتیں کس قدر پردہ کریں؟

سوال:- {2058} محرم رشتہ دار کن کو کہتے ہیں اور ان کے سامنے خواتین جسم کا کتنا حصہ کھول سکتی ہیں؟

(عبد العزیز، نظام آباد)

جواب:- محرم رشتہ داروں سے وہ رشتہ دار مراد ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح کرنا حرام ہے، یہ رشتہ تین صورتوں میں پیدا ہوتا ہے، نسب کے ذریعہ، جیسے باپ، بیٹے، دادا، نانا، پوتے، نواسے، چچا، ماموں، اور بھائی وغیرہ، دوسرے سسرالی رشتہ کے ذریعہ، جیسے بہو، کے لیے سسر اور سوتیلے بیٹے، وغیرہ، تیسرے دودھ کے رشتہ سے، یعنی دو سال کی عمر کے اندر جس عورت کا

(۱) الدار قطنی: ۲۲۳/۱۔

(۲) مراقی الفلاح: ص: ۲۸۔

دودھ پیا ہے، اس کے بچے، پوتے، نواسے، بھائی، باپ، شوہر وغیرہ، یہ سب حرام ہیں، ——
جن عورتوں سے عارضی طور پر نکاح کرنا حرام ہے، جیسے ایک بہن کی موجودگی میں دوسری بہن سے، خالہ کی موجودگی میں بھانجی سے اور پھوپھی کی موجودگی میں بھتیجی سے، یہ محرم نہیں ہیں، ان کا شمار غیر محرموں میں ہے۔

محرم رشتہ داروں کے سامنے سر، بال، گردن، کان، بازو، ہاتھ، پاؤں، پنڈلی، چہرہ اور گردن سے متصل سینہ کا اوپری حصہ کھولنے کی گنجائش ہے،(۱) لیکن یہ اجازت بھی اس وقت ہے جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے سوا باقی حصہ کو ڈھکا رکھنے میں احتیاط ہے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ خواتین اپنے کپڑے کی وضع ایسی نہ رکھیں کہ جسم کے مذکورہ حصے بے پردہ ہو جائیں، کیوں کہ ہندوستانی معاشرہ میں مشترک گھر اور خاندان اور غیر محرموں کی آمد ورفت میں بے احتیاطی عام ہے، پس اگر کپڑے ہوں ہی اس وضع کے، تو اچانک کسی غیر محرم کا آجانا اور بے پردگی پیدا ہونا عجیب نہیں۔

عورتوں کے لیے چہرہ چھپانا بھی ضروری ہے

سوال:- (2059) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عورت چہرہ اور ہاتھ دکھا سکتی ہے اور اسی پر یہاں کے لوگوں کا عمل ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ بال پوشیدہ رکھیں، بس یہی کافی ہے، اس لیے یہاں کی اکثر عورتیں بس سر ڈھک لیتی ہیں جس طرح کہ ہندوستان کی عورتیں نماز پڑھتے وقت ساڑی یا اوڑھنی باندھ لیتی ہیں، اس سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ قرآن وحدیث کے حوالے سے لکھیں۔　　　(عبید اختر، جھنجیال)

جواب:- عورت کے لیے چہرہ اور ہاتھ عام حالات میں قابل ستر ہے اور غیر محرموں

(۱) الفتاوی الهندیة: ۵/۳۲۔

کے سامنے کھولنا بلا ضرورت درست نہیں، یہی وجہ ہے کہ حجاب کی فرضیت کے بعد آپ ﷺ کے زمانے میں عام طور پر خواتین چہرہ بھی چھپایا کرتی تھیں، جب آپ ﷺ خیبر سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر چلے تو خصوصیت سے ان کے چہرہ پر بھی چادر اڑھائی۔(۱) حضرت اسماء بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم مردوں سے اپنے چہرہ کو چھپاتے تھے۔ ''کنا نغطي وجوهنا من الرجال''(۲) قرآن شریف میں چہرہ ہی کے پردے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ﴾(۳)

رشتہ دار کے پاس اپنی لڑکی رکھنا

سوال:- (2060) میری لڑکی کی عمر ۱۱ رسال ہے، میرے ایک دور کے رشتہ دار ملازمت کے سلسلہ میں کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں، میں اپنی لڑکی کو بطور نگہداشت کے ان کے گھر میں شادی ہونے تک رکھنا چاہتا ہوں، یہ لوگ پابند صوم وصلاۃ اور مذہبی ذہن کے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ (ایک قاری)

---

(۱) دیکھئے بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر حدیث نمبر: ۴۲۱۳، ۴۲۱۲ وغیرہ۔
(۲) المستدرک للحاکم علی الصحیحین حدیث نمبر: ۱۶۶۸، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر: ۲۶۹۰۔ مرتب
(۳) الاحزاب: ۵۹۔ ترجمہ: ''اے نبی (ﷺ) اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمان کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے چادر کے پلو کو لٹکا لیا کریں''
حضرت ابن عباس ؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنے چادروں کے دامن لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھک لیا کریں'' (تفسیر ابن جریر: ۲۲/۴۶) محشی۔

جواب:- ۱۱ رسال کی لڑکی قریب البلوغ ہو جاتی ہے، گھر سے اتنی دور غیر محرموں کے درمیان رہنا فتنہ سے خالی نہیں ہے، اسی لیے تو شریعت نے ماں باپ کی علاحدگی کی صورت میں ماں کو حق پرورش دیا ہے کہ وہ زیادہ بہتر طور پر اس کی عفت وعصمت کی حفاظت کر سکتی ہے، اس لیے اپنی بچی کو دور کے رشتہ دار کے پاس اور اپنے مقام سے اتنی دوری پر رکھنا درست نہیں۔

ریڈیو میں خواتین نیوز ریڈر

سوال:- (2061) میں نے اخبار میں ایک اعلان دیکھ کر درخواست بھیجی تھی، ریڈیو پر نیوز بولنے کے لیے، وہ لوگ مجھے تاریخ دے کہ فلاں دن آکر آواز کا امتحان دیں، اگر آواز اچھی رہی تو سلیکٹ کرلیں گے، مگر میرے گھر میں بڑے بھائی نے منع کر دیا کہ عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے، اور ہم تمہیں اس کی اجازت نہیں دیتے، برائے مہربانی مجھے بتائیں کہ واقعی عورت کی آواز غیر محرم کے کانوں میں نہ جائے؟

(سمیرا بیگم، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- اللہ تعالیٰ نے عورت کو گھر کی ملکہ اور شمع خانہ بنایا ہے، نہ کہ چراغ محفل، اسی میں عورت کا اعزاز بھی ہے اور اس کا تحفظ بھی، اس لیے آپ کے بھائی صاحب کا اس سے روکنا مناسب بات ہے، عورت کو بلند آواز سے بولنے، نیز نغمگی کے ساتھ کسی چیز کو پڑھنے اور لوچ دار آواز میں گفتگو کرنے سے منع فرمایا گیا ہے(۱) اور فقہاء نے لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی قابل ستر ہے،(۲) ہاں ! ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں، جیسے ڈاکٹر سے بات کرنی پڑے یا اسی طرح ضرورت کا کوئی اور موقع ہو، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے لیے امام کی

(۱) الاحزاب: ۳۲۔ محشی۔
(۲) رد المحتار: ۵۳۱/۲، مرتب۔

غلطی پر ٹوکنے کا طریقہ یہ بتایا کہ "سبحان اللہ" کہیں اور عورتوں کے لیے فرمایا گیا کہ وہ ہاتھ تھپتھپانے پر اکتفا کریں۔(۱) اور اسی لیے عورتوں کو اذان دینے (۲) اور حج میں زور سے تلبیہ پڑھنے سے بھی روکا گیا۔(۳) اس لیے خواتین کے لیے درست نہیں کہ وہ ریڈیو یا ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر اناؤنسری کی ذمہ داری انجام دیں۔

* * * * *

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، باب التصفیق للنساء، أبواب العمل فی الصلاۃ۔ مرتب۔

(۲) "و یکرہ ... المرأۃ تؤذن" (الھدایۃ: ۹۱/۱، باب الأذان) محشی۔

(۳) "و لا ترفع صوتھا بالتلبیۃ لما فیہ من الفتنۃ" (الھدایۃ ۲۵۵/۱، باب الاحرام، نیز دیکھئے: الدر المختار و رد المحتار: ۷۹/۳-۷۸) محشی۔

سونے اور چاندی وغیرہ کا استعمال

سونے کا قلم

سوال:- (2062) آج کل سونے کا قلم بھی بنایا جارہا ہے، ایسے قلم سے مردوں اور عورتوں کے لیے لکھنے کا کیا حکم ہے؟ (عائشہ بیگم، بجگیاں)

جواب:- اگر قلم سونے کا بنا ہوا ہو، کہ لکھتے وقت سونے سے بنے ہوئے حصے کو پکڑ کر لکھنا پڑتا ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں، نہ مردوں کے لئے اور نہ عورتوں کے لیے، عورتوں کے لئے بھی صرف زیورات کی حد تک سونے کا استعمال جائز ہے، باقی دوسری چیزوں، کھانے پینے کا برتن، تیل کا برتن اور بیٹھنے کی جگہ وغیرہ، میں ان کے لئے بھی سونا چاندی اسی طرح حرام ہے جیسے مردوں کے لئے۔

"والنساء في ما سوى الحلي من الأكل و الشرب و الإدهان من الذهب و الفضة و القعود بمنزلة الرجال" (۱)

---

(۱) فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی الهندية: ۳/۴۱۳۔

مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی

سوال:- {2063} گذارش ہے کہ مرد آدمی کو ایک انگوٹھی سوا چار ماشہ چاندی کی پہننے کا سنت اجازت دیتی ہے بعض حضرات اپنے پانچوں انگلیوں میں انگوٹھیاں پہنتے ہیں، کیا یہ جائز ہے اگر ایسے حضرات سنت کی دانستہ خلاف ورزی کرتے ہوئے نماز پڑھائیں تو نماز جائز ہو جائے گی؟

(محمد عبد القادر پاشاہ، عنبر پیٹ)

جواب:- مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی جو ایک مثقال سے کم ہو پہننا جائز ہے اس کے علاوہ تانبے، پیتل، سونا اور دیگر دھات کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، حدیث شریف[۱] میں اس کی صراحت ہے اب حدود سنت سے تجاوز کرنے والا شخص گنہگار ہوگا تاہم اس کی اقتداء فریضہ کے ذمہ سے ساقط ہونے میں درست ہو جائے گی۔

مرد کا چاندی کی چین پہننا

سوال:- {2064} کیا مرد چاندی پہن سکتا ہے؟ پہن سکتا ہے تو کتنی مقدار؟ آج کل بہت سے لوگ چاندی کی چین بنا کر گلے اور ہاتھوں میں پہنتے ہیں۔

(محمد آصف علی، چو ر مینار، حیدرآباد)

جواب:- مردوں کے لیے سوائے انگوٹھی کے اور کسی زیور کا پہننا خواہ چاندی ہی کا کیوں نہ ہو، جائز نہیں۔ (۱) رسول اللہ ﷺ نے صرف چاندی کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی ایک مثقال سے کم "ولا تتمہ مثقالا" (۲) واضح ہو کہ ایک مثقال کی مقدار

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۵۱۶۔
(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۲۲۳۔

ہندوستانی اوزان میں چار ماشہ چار رتی ہوتی ہے۔(۱) اس کے علاوہ گلے اور ہاتھوں میں چین پہننے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے، اور عورتوں کی مشابہت کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔(۲) اس لیے مردوں کا ایسے زیورات پہننا کا خواہ کسی چیز کے ہوں بالکل جائز نہیں۔

مرد کے لیے کتنی چاندی جائز ہے؟

سوال:- (2065) مرد کے لیے کتنی چاندی پہننا جائز ہے؟ (حافظ جمال احمد، سنگاریڈی)

جواب:- مرد کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی اور وہ بھی ایک مثقال کے اندر پہنی جاسکتی ہے، ایک صحابی ؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چاندی کی اور وہ بھی ایک مثقال سے کم ہو۔(۳) ایک مثقال کا وزن ۴/ ماشہ ۴ رتی ہے، اس بات کی وضاحت بھی مناسب ہوگی کہ مرد جو چاندی کی انگوٹھی پہنے وہ ایسی وضع کی نہ ہو جو عام طور پر خواتین استعمال کرتی ہیں، خواتین کی انگوٹھی کی ڈیزائن پر بنی ہوئی انگوٹھی پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے:

أما إذا كان على صفة خواتم النساء فمكروه (۴)

---

(۱) حلال وحرام: ص: ۲۱۳۔

(۲) صحيح البخاري، حديث نمبر: ۵۸۸۵، باب المتشبهين بالنساء و المتشبهات بالرجال۔

(۳) الجامع للترمذي، حديث نمبر: ۱۷۸۵۔

(۴) الفتاوى الهندية: ۳۳۵/۵۔

مردوں کا سونے کی زنجیر استعمال کرنا

سوال:- {2066} آج کل بہت سے نوجوان لڑکے بھی اپنے گلے میں سونے کی زنجیر پہنتے ہیں، یہاں تک کہ بعض نوجوان تو کانوں میں بالیاں پہننے لگے ہیں، اسلامی نقطۂ نظر سے اس عمل کا کیا جواز ہے؟ (محمد حسن، یاقوت پورہ)

جواب:- جمالیاتی ذوق ایک فطری چیز ہے، جو بچے، جوان، بوڑھے، مرد اور عورت ہر ایک میں اس کی حیثیت کے لحاظ سے پایا جاتا ہے، اسلام جو فطرت انسانی سے ہم آہنگ دین ہے، اس نے تجمل اور آرائش کو بالکل منع نہیں کیا، لیکن ہر طبقہ کی صلاحیت اور اس کی ذمہ داریوں کے لحاظ سے اس کے لیے مناسب حدود متعین کر دیے، چنانچہ زیبائش و آرائش میں مردانہ اور زنانہ خصوصیات کے لحاظ سے اسلام نے فرق کیا ہے، اور عورتوں کے لیے زیبائش کی بعض ایسی صورتوں کو جائز قرار دیا ہے، جس کی اجازت مردوں کے لیے نہیں۔

انھیں میں زیورات اور سونے کا استعمال ہے، آپ ﷺ نے مردوں کے لیے سونے کو حرام قرار دیا ہے(۱) اسی لیے انگوٹھی جو مرد کے لیے جائز ہے، یہ بھی سونے کی ہو تو حرام ہے۔ ''و التختم بالذهب حرام ''(۲) زیورات کے دائرہ میں آنے والی چیزوں میں صرف ایک انگوٹھی ہے جو مردوں کے لیے جائز ہے، اور وہ بھی اس وقت جب کہ چاندی کی ہو، اور اس کا وزن ایک مثقال یعنی ۴ ماشہ ۴ رتی سے زیادہ نہ ہو، (۳) سونا، یا لوہا، یا پیتل کی انگوٹھی استعمال نہیں کی جاسکتی۔(۴) اور کسی بھی زیور کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری:۲/۸۷۱۔
(۲) البحر الرائق :۸/۱۹۰۔
(۳) سنن أبي داؤد:۲/۵۸۰۔
(۴) البحر الرائق :۸/۱۹۰۔

زیورات کا استعمال صرف عورتوں کے لیے درست ہے، کان میں بھی، بال میں بھی اور ہاتھ، پاؤں میں بھی۔ (۱) اس لیے اس طرح کی زنجیر اور کان کی بالی کا استعمال مردوں کے لیے قطعاً جائز نہیں، اس سے خوب بچنا چاہئے، یہ عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا ہے اور آپ ﷺ نے ان مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنی مخالف جنس کی مماثلت اختیار کریں۔ (۲)

مرد کے لئے سونا کیوں حرام ہے؟

سوال:- {2067} مرد کے لئے سونا پہننا کیوں حرام ہے؟ (حافظ جمال احمد، سنگاریڈی)

جواب:- سونا ذریعۂ تبادلہ اور کرنسی ہے، کرنسی کو گردش میں رکھنا چاہیے، تاکہ دولت لوگوں میں تقسیم ہوتی رہے، اگر کوئی شخص سونے کا زیور بنالے تو اس طرح یہ سونا منجمد ہو جاتا ہے، اس لئے قیاس اور معاشی مصلحت کا تقاضا تو یہ تھا کہ عورتوں کے لئے بھی جائز نہ ہو، لیکن چونکہ ذوقِ آرائش عورت کی فطرت میں رکھا گیا ہے اور لوگوں کے عرف و رواج میں سونے کو آرائش کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اس لئے عورتوں کو اجازت دی گئی ہے، لیکن استعمالی شئے ہونے کے باوجود اس میں زکوٰۃ واجب قرار دی گئی ہے، کہ عام لوگ اس کے نفع سے جو محروم ہوتے ہیں، یہ کسی درجہ میں اس کا تبادل ہو جائے، البتہ مردوں کے لئے اسے حرام رکھا گیا کہ یہی معاشی مفادات کا تقاضا ہے، اگر مرد بھی سونے کے زیورات استعمال کرتا تو سونے کی بہت بڑی مقدار یوں ہی منجمد ہو کر رہ جاتی اور اس کے ذریعۂ تبادلہ ہونے کی وجہ سے دولت کی گردش کی کیفیت نہیں پائی جاتی اور سماج اس سے محروم رہ جاتا۔

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة:۳۵۹/۵۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۵۸۸۵ محشی۔

سونے کے دانت

سوال:- (2068) اگر کسی کا دانت ٹوٹ گیا ہو تو اس میں سونے کا دانت بٹھا سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض مرتبہ دوسرے معمولی دانت بعض لوگوں کو مضر ہوتے ہیں تو اس صورت میں سونے کے دانت کا کیا حکم ہے؟ (منور سلطان ندوی، بہار)

جواب:- اگر سونے کے علاوہ دیگر دھاتوں کا دانت لگانا ضرر رساں ہو تو سونے کا دانت لگا سکتے ہیں، بلا عذر ایسے دانت کا استعمال نہیں کرنا چاہئے:

"و یشد الأسنان بالفضة ولا یشد بالذهب وقال محمد: لابأس به واختلف المشائخ في قول أبي یوسف" (۱)

(۱) خلاصة الفتاوی: ۳/۳۷۔

سلام اور اس کے متعلق مسائل

جب گھر میں کوئی نہ ہو تو سلام اور اس کا طریقہ

سوال:- (2089) ایک مقرر صاحب نے اپنے بیان میں کہا کہ آدمی کو اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے بھی سلام کرنا چاہئے، گھر میں بعض اوقات کوئی آدمی موجود نہیں ہوتا تو کیا اس صورت میں بھی سلام کیا جاسکتا ہے؟

(محمد رفیع، کریم نگر)

جواب:- سلام صرف کلمۂ ملاقات ہی نہیں، بلکہ ایک دعاء بھی ہے، اس لئے یہ صحیح ہے کہ جب گھر میں داخل ہو تو گھر کے لوگوں کو سلام کرے، اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو اس طرح سلام کے کلمات کہے:

" السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین " (۱)

" سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر "

(۱) الفتاوی الهندیة: ۵/۳۲۵۔

سلام میں ''مغفرتہ'' کا اضافہ

سوال:- [2070] بعض لوگ سلام میں یا سلام کے جواب میں ''ومغفرتہ'' کا لفظ بڑھا دیتے ہیں، کیا اس کا ثبوت ہے؟ اور اس طرح بڑھا کر سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا چاہئے؟ (برہان الدین، یاقوت پورہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ سلام میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے پر اکتفا فرمایا کرتے تھے،(۱) اس لئے اسی پر اکتفا کرنا چاہئے اس پر اضافہ نہیں کرنا چاہئے، حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کا قول ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک انتہاء ہے اور سلام کی انتہاء ''برکاتہ'' ہے۔

"ولا ینبغي أن یزاد علی البرکاة شئی قال ابن عباس : لکل شیئ منتهی ، و منتهی السلام البرکاة " (۲)

واللہ اعلم

غیر مسلم بھائی کو کس طرح سلام کرنا چاہئے؟

سوال:- [2071] میرے غیر مسلم دوست بھی ہیں، غیر مسلم دوست کو کس طرح سلام کرنا چاہئے؟ (محمد فصیح الدین بابا، گلبرگہ)

جواب:- سلام کے جو الفاظ ہم ایک دوسرے کو کہتے ہیں یعنی: " السلام علیکم و

(۱) مجمع الزوائد :۸/۹۹، باب حد السلام و الرد ـ محشی۔
(۲) الفتاوی الهندیة:۵/۳۲۵۔

رحمۃ اللہ" یہ اصل میں مسلمانوں کو کہنے کے لیے ہیں، اس میں مخاطب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے، جو لوگ اللہ کے وجود ہی کو نہ مانتے ہوں یا اس طرح نہ مانتے ہوں جس طرح ماننے کا حق ہے، اور خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ ہی مختلف ہو، ان کو اس طرح کی دعاء دینا ایک بے معنی بات ہوئی، اس لیے غیر مسلم بھائیوں کے لیے محبت اور احترام کا کوئی مناسب لفظ استعمال کرنا چاہیے، جیسے آداب، گڈ مارننگ وغیرہ، اور اگر وہ خود سلام کریں تو اس کے جواب میں صرف "و علیکم" کہنے پر اکتفاء کرنا چاہیے رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح جواب دینے کی تلقین فرمائی ہے۔(۱)

سلام اور اس کا جواب کب مکروہ ہے؟

سوال:- (2072) ہمارے ایک دوست اکثر اوقات کہتے ہیں کہ وضو کے درمیان سلام نہیں کرنا چاہیے اور اگر کوئی سلام کرے تو جواب نہیں دینا چاہیے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ اور کن مواقع پر سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا مکروہ ہے؟

(نظام الدین، دہلی)

جواب:- وضو کے درمیان سلام کرنے یا اس کے جواب دینے کی ممانعت حدیث و فقہ کی کتابوں میں مجھے صراحتاً نہیں مل سکی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی رکاوٹ بھی پیدا نہیں ہوتی، اس لیے اسے ممنوع نہیں ہونا چاہیے۔

کن مواقع پر سلام کرنا مکروہ ہے؟ علامہ شامیؒ نے اسے نظم کی شکل میں ذکر کیا ہے، جو گیارہ اشعار پر شامل ہے، اس کا خلاصہ اس طرح ہے:

" نماز میں مشغول شخص، جو تلاوت، ذکر، یا حدیث بیان

(۱) صحیح البخاری: ۹۴۵/۱، حدیث نمبر: ۶۲۵۸، باب کیف الرد علی أهل الذمة۔

کرنے میں مشغول ہو، جو خطبہ دے رہا ہو، جو احکام فقہیہ بتا رہا ہو، جو کسی مقدمہ کے فیصلہ کے لیے بیٹھا ہو، اذان دے رہا ہو، اقامت کہہ رہا ہو، درس دینے میں مشغول ہو، نوجوان اجنبی خاتون ہو، شطرنج کھیل رہا ہو، آوارہ قسم کا آدمی ہو، اپنی بیوی کے ساتھ بے تکلفی کی حالت میں ہو، غیر مسلم ہو، بے ستر ہو، قضاء حاجت کی حالت میں ہو، بددین ہو، اوباش و بے وقار قسم کا بوڑھا ہو، لغو گوئی میں مشغول ہو، جھوٹ بولنے کا عادی ہو، بازار میں عورتوں پر تاک جھانک کرتا ہو، بے قصور لوگوں کو بے آبرو کرنا اور انہیں برا بھلا کہنا اس کا شیوہ ہو، مسجد میں نماز کے انتظار میں مصروف تسبیح ہو، حج یا عمرہ کا تلبیہ پڑھنے میں مشغول ہو، جو شخص کھانے میں مشغول ہو، اس کو فی نفسہٖ سلام کرنے میں قباحت نہیں، لیکن چوں کہ اس سے کھانے کی طلب کا احساس ہوتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ جو شخص بھوکا ہو اور کھانا چاہتا ہو وہ کھانے والے کو سلام کرے ورنہ اس سے بچے'' (1)

جن مواقع پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں، علامہ شامیؒ نے ان کا بھی چند اشعار میں ذکر فرمایا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے:

'' نماز میں مشغول ہو، جو کھانے، پینے، تلاوت، دعا، یا ذکر میں مشغول ہو، خطبہ دے رہا ہو، تلبیہ پڑھ رہا ہو، اذان یا اقامت کہہ رہا ہو، قضاء حاجت میں مشغول ہو، جوان غیر محرم

(1) ملخص از رد المحتار: ۲/۳۷۴۔

عورت نے سلام کیا ہو، فاسق نے سلام کیا ہو، نابالغ بچہ یا نشہ کی حالت میں رہنے والے نے سلام کیا ہو، وہ اونگھ رہا ہو، یا نیند کی حالت میں ہو، بیوی سے صحبت کی حالت میں ہو، حمام میں ہو، سلام کرنے والا فاتر العقل ہو، مقدمہ کے دو فریق کے درمیان فیصلہ کرنے میں مشغول ہو۔(۱)

کن صورتوں میں سلام کرنا منع ہے؟

سوال:- {2073} سلام کرنا اسلامی شعائر میں سے ہے اور سلام میں سبقت کرنا بہترین عمل ہے، لیکن کن صورتوں میں اور کن مقامات پر سلام کرنا منع ہے؟

(محمد بشیر نگر، سدا سیو پیٹ)

جواب:- کن مواقع پر اور کن لوگوں کو سلام نہ کیا جائے فقہاء اور شارحین حدیث نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، علامہ حصکفیؒ نے اس سلسلہ میں صدر الدین غزی کے سات اشعار نقل کئے ہیں اور اس پر اپنے ایک شعر کا اضافہ کیا ہے، ان اشعار میں بڑی حد تک ان لوگوں کو جمع کرلیا گیا ہے جن کو سلام نہیں کرنا چاہئے، ان اشعار میں جن لوگوں کا ذکر ہے، وہ یوں ہیں: نماز، تلاوت قرآن مجید اور ذکر میں معروف شخص، جو حدیث پڑھا رہا ہو، کوئی بھی خطبہ دے رہا ہو، مسائل فقہ کا تکرار و مذاکرہ، جو مقدمہ کے فیصلہ کے لئے بیٹھا ہو، اذان دے رہا ہو، اقامت کہہ رہا ہو، درس دے رہا ہو، اجنبی جوان عورت کو بھی سلام نہ کرنا چاہئے کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے، شطرنج کھیلنے والے اور اس مزاج و اخلاق کے لوگ جیسے جو لوگ جوا کھیلنے میں مشغول ہوں، جو اپنی بیوی کے ساتھ بے تکلف کیفیات میں ہو، کافر اور جس کا حصۂ ستر کھلا ہوا ہو، جو پیشاب پاخانہ کی

(۱) دیکھئے: رد المحتار: ۲/۴۷۶۔

حالت میں ہو، اس شخص کو جو کھانے میں مشغول ہو، ہاں اگر کوئی شخص بھوکا ہو اور توقع ہو کہ سلام کی وجہ سے وہ شریک دسترخوان کرلے گا تو اس کو سلام کرسکتا ہے، گانے بجانے اور کبوتر بازی وغیرہ میں مشغول شخص کو بھی سلام نہیں کرنا چاہئے (۱) اس کے علاوہ اور صورتیں بھی اہل علم نے ذکر کی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ کسی اہم کام میں مشغول ہوں، جو لوگ فسق وفجور میں مصروف ہوں، جن کو سلام کرنا تقاضۂ حیا کے خلاف ہو اور جن کو سلام کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو، ایسے لوگوں کو اور غیر مسلموں کو پہل کرکے سلام نہ کرنا چاہئے۔

شرابی کو سلام

سوال:- (2074) کیا شرابی کو سلام کرنا چاہئے اور اگر وہ سلام کرے تو جواب دینا چاہئے؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب:- خواہ کوئی بھی مسلمان سلام کرے، اگر جواب دینے میں کوئی عذر نہ ہو تو جواب دینا واجب ہے (۲) جہاں تک سلام کرنے کی بات ہے تو جو شخص علانیہ شراب پیتا ہو اور اپنی اس برائی کو چھپاتا نہ ہو تو اسے واقعی سلام نہ کرنا چاہئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص علانیہ فسق کے کام کرتا ہو اسے سلام کرنا مکروہ ہے: "و یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا" (۳) البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ ترک سلام کی وجہ سے عداوت بڑھ جائے گی اور اصلاح کا راستہ مسدود ہو جائے گا اور سلام کا تعلق رکھنے کی وجہ سے موانست بڑھے گی یا شراب چھوڑنے کی دعوت دینے کا موقع باقی رہے گا تو بہتر ہے کہ اسے سلام کرے، کیوں کہ اصل مقصد اصلاح ہے نہ کہ اہانت اور "نہی عن المنکر" ہے نہ کہ ضد وعناد۔

---

(۱) الدر المختار علی هامش الرد: ۲/۷۵-۴۷۳۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۹/۵۰۸-۵۰۷، محشی۔

(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۹/۵۹۵۔

السلام علیکم کے بجائے تسلیم وغیرہ

سوال:- {2075} (الف) بعض حضرات خط لکھتے وقت "السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته " کے بجائے "تسلیم، آداب، نیاز، سلام مسنون" اور اس جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(ب) غیر مسلم بھائیوں سے خط وکتابت اور ملاقات کے وقت کیا لفظ استعمال کرنا چاہیے؟ اگر کوئی ہندو بھائی " السلام علیکم " کہے یا لکھے تو جواب میں کیا کہنا یا لکھنا چاہیے؟ (محمد عبدالحلیم، محبوب آباد)

جواب:- (الف) اسلام سے پہلے عربوں میں ملاقات کے وقت کچھ اور کلمات کہے جاتے تھے، بعض کلمات جن کا حدیث میں ذکر آیا ہے، مشرکانہ بھی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ایک مستقل کلمہ " السلام علیکم " مقرر فرمایا،(۱) جو بہت ہی بامعنی دعاؤں پر مشتمل ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل اسلامی طریقہ " السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته " لکھنا ہے، دوسرے الفاظ لکھے جائیں تو اس سے یہ سنت ادا نہیں ہوگی۔

(ب) غیر مسلموں کو آداب، یا ایسے کلمات احترام کہے جاسکتے ہیں، جس میں مشرکانہ معنی نہ پائے جائیں، رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کو خطوط لکھتے ہوئے " السلام علی من اتبع الهدی " کی تاویل اختیار کی ہے،(۲) یہی کلمات لکھنا زیادہ مناسب ہے، اگر اس سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اگر کوئی غیر مسلم خط میں " السلام علیکم " لکھے تو جواب میں " وعلیکم " لکھے

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۲۷، باب في الرجل يقول أنعم الله بك عينا۔ محشی۔
(۲) سیرۃ ابن ہشام: ص:۱۳۷۔ محشی۔

کی گنجائش ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔(۱) بہتر ہے ایسی صورت میں ''سلام'' کے لفظ سے گناہ اور کفر سے سلامتی کے معنی مراد لیں۔

اللہ حافظ کہنا یا خدا حافظ کہنا؟

سوال:- {2076} کسی شخص کو رخصت کرتے وقت ''اللہ حافظ'' کہنا بہتر ہے یا ''خدا حافظ'' کہنا؟ بعض لوگ خدا حافظ کہنے سے منع کرتے ہیں۔

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- خدا حافظ بھی کہنا جائز ہے اور اللہ حافظ کہنا بھی کیوں کہ ''خدا'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے معروف ہو چکا ہے اور اس کے معنی میں کوئی ایسی بات نہیں جو اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کے خلاف ہو، البتہ ''اللہ'' کا لفظ ''خدا'' سے زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی اور اصل نام ہے، اور بالعموم یہی نام قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے، تاہم مسنون طریقہ یہ ہے کہ رخصت کرتے وقت رسول اللہ ﷺ جو دعاء پڑھا کرتے تھے وہی دعاء پڑھی جائے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی کو رخصت فرماتے تو اس کا ہاتھ تھام لیتے اور یہ دعاء پڑھتے:

"استودع الله دينك و أمانتك و آخر عملك"(۲)

''اور میں تمہارا دین، تمہاری امانت اور تمہارے آخری عمل کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتا ہوں''

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۳۶۹۹، باب رد السلام ـ کی۔

(۲) الجامع للترمذي:۲/۱۸۲، حدیث نمبر:۳۴۴۳، باب ما جاء ما يقول إذا ودع انسانا ـ

ٹا ٹا، بائی بائی کہنا

سوال:- {2077} گھر سے باہر جاتے وقت چھوٹے بچوں کو ٹا ٹا کہا جاتا ہے، یا بائی بائی کہا جاتا ہے، کیا اس طرح کے الفاظ کہنے مناسب ہیں یا ہم اپنے بچوں کو اللہ حافظ کہہ کر ہاتھ ہلائیں تو کیا یہ ہاتھ ہلانا جائز ہوگا؟

(سید عبدالرحیم مالوت، پربھنی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی معاشرت میں غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے،(۱) چنانچہ اسلام سے پہلے عربوں کے یہاں ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت کچھ اور الفاظ کہے جاتے تھے، جو "صبح بخیر" اور "شب بخیر" کے ہم معنی ہوا کرتے تھے، بلکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف بھی نسبت ہوتی تھی، کہ اللہ تمہاری صبح اچھی کرے، اللہ تمہاری شب اچھی کرے، لیکن رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے لیے ان کلمات کو پسند نہیں فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ وہ جب ایک دوسرے سے ملیں تو "السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ" کہیں،(۲) جب حضور ﷺ نے مشرکین کے ایسے کلمات کو بھی پسند نہیں فرمایا ہے جن میں معنی کے اعتبار سے کوئی برائی نہیں تھی تو "ٹا ٹا" اور "بائی بائی" جیسے الفاظ کہنے اور یہود ونصاریٰ کی روش اختیار کرنے کی کیسے گنجائش ہو سکتی ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ سلام کیا جائے اور سلام کا جواب دیا جائے، کیوں کہ اس سے زیادہ جامع کوئی دعا نہیں ہو سکتی، سلام میں ہر طرح کے آفات وشرور سے حفاظت کی دعاء ہے اور رحمت اور برکت کی دعاء بھی ہے، گویا یہ ایک جامع دعاء ہے، جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے کہتا ہے۔

---

(۱) "قال رسول اللہ ﷺ : من تشبه بقوم فهو منهم" عن ابن عمر ﷺ (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۳۱، باب في لبس الشهرة) محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۳۴۔

خدا حافظ کہنے کی گنجائش ہے، کیوں کہ حضور ﷺ نے رخصت ہونے والے شخص کو جو دعاء دی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان کا ذکر بھی ہے۔(۱)'' خدا حافظ کہنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ ہلانے کی اجازت نہیں، البتہ اگر مخاطب دور ہو تو جیسے سلام اشارہ سے کیا جاسکتا ہے، اسی طرح خدا حافظ کہنے کے ساتھ ساتھ اشارہ کرنے کی بھی اجازت ہوگی، بہر حال بحیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے سماج میں اسلامی ثقافت کو زندہ رکھیں، اس سے زیادہ نا سمجھی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دوسرے کے سامنے دست سوال دراز کرے، اسلام جیسے جامع نظام زندگی کے موجود ہوتے ہوئے دوسری تہذیب وثقافت سے مانگنے کی چیز حاصل کرنے کی بھی یہی مثال ہے۔

عورتوں کا باہم مصافحہ ومعانقہ

سوال:- {2078} کیا عورتیں آپس میں مصافحہ کرسکتی ہیں، اور گلے مل سکتی ہیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ جہاں دول)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" ما من مسلمين يلتقيان فيصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا "(۲)

'' دو مسلمان جب بھی آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ بھی کرتے ہیں، تو الگ ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں''

اسی لیے ملاقات کے وقت مصافحہ کے مسنون ہونے پر امت کا اجماع واتفاق ہے:

---

(۱) الجامع للترمذي، حديث نمبر:۳۴۴۳، باب ما جاء ما يقول إذا ودع إنسانا ۔ محشی ۔

(۲) سنن أبي داؤد، حديث نمبر:۵۲۱۲، باب في المصافحة ۔ محشی ۔

"المصافحة سنة مجمع عليها عند التلاقي "(۱) رسول اللہ ﷺ نے اس میں مردوں اور عورتوں کی کوئی تفریق نہیں فرمائی، نہ فقہاء نے فرق کیا ہے، اس لیے جیسے ایک مرد دوسرے مرد سے مصافحہ و معانقہ کرسکتا ہے، اسی طرح ایک عورت کا دوسری عورت سے بھی مصافحہ و معانقہ کرنا سنت اور مسنون ہے۔

مصافحہ دو ہاتھوں سے یا ایک ہاتھ سے؟

سوال:- (2079) مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا درست ہے یا ایک ہاتھ سے؟

(عائشہ صدیقہ، فاطمہ نسواں، ورنگل)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے مطلق مصافحہ کرنے کا حکم دیا ہے، ایک اور دو ہاتھوں کی صراحت نہیں، اس لیے جائز تو دونوں صورتیں ہیں، یہی محقق علماء کی رائے ہے، البتہ بہتر اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے مصافحہ کی جو کیفیت نقل کی ہے وہ یہی ہے کہ ان کا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا، اسی سے امام بخاریؒ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو ثابت کیا ہے۔(۲)

مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا

سوال:- (2080) مصافحہ کے بعد اکثر لوگ سینہ پر ہاتھ پھیرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(کے، ایم محمود پاشا باسط، مشیر آباد)

جواب:- مصافحہ ہاتھ سے ہاتھ ملانے کا نام ہے: " هي مفاعلة من الصاق

(۱) فتح الباری: ۱۱/۵۷۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۲۶۵، باب الأخذ باليدين ۔

صفع الكف بالكف "(۱) مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنے کا نہ حدیث میں کہیں ذکر ہے اور نہ فقہاء نے اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ محض ایک رواج ہے، اس لیے اس سے گریز کرنا چاہیے۔

⚬⚬⚬⚬⚬⚬⚬⚬⚬

(۱) تحفۃ الأحوذي: ۷/۴۲۵۔ محشی۔

نام سے متعلق احکام

"جویریہ" کا معنی؟

سوال:- {2081} ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی بیویوں میں سے ایک کا نام جویریہ تھا، براہ کرم اس کے معنی بتائیں؟ (علی عمران، ترچھاپورہ، سری لنکا)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امہات المومنین میں سے ہیں، جو پانچویں ہجری میں آپ کی نکاح میں آئی تھیں، عربی زبان میں جاریہ کے معنی "نوجوان لڑکی اور باندی" کے آتے ہیں، عربی قواعد کی رو سے جویریہ اسی جاریہ کی تصغیر ہے جس کے معنی چھوٹی بچی کے ہیں۔(1)

ایک ہی خاندان میں ایک نام کے کئی اشخاص

سوال:- {2082} ایک ہی خاندان میں ایک ہی نام دو

(1) القاموس المحیط: ۱/۴۸۳، جھنی۔

افراد کے رکھ سکتے ہیں؟ جیسے ایک لڑکے کا نام جمال ہو اور اس
کے چچازاد بھائی کا نام بھی جمال رکھ دیا جائے؟
(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ایک خاندان میں ایک ہی نام سے دو آدمی موسوم ہوں، یہ جائز ہے، البتہ نام کا مقصد تعارف اور التباس سے بچنا ہے، لہذا اگر ایک ہی طرح کا نام رکھنے میں التباس کا اندیشہ ہے تو الگ الگ نام رکھے جائیں یا ان کے نام کے ساتھ والد کا نام جوڑ دیا جائے تاکہ التباس باقی نہ رہے، جیسا کہ صحابہ ﷺ میں عبد اللہ نام کے مختلف حضرات تھے، لیکن ان کے والد کی نسبت کی وجہ سے شخصیت پہچان لی جاتی تھی، جیسے عبد اللہ بن عمر ﷺ، عبد اللہ بن عباس ﷺ، عبد اللہ بن مسعود ﷺ۔

ابوجہل، ابولہب — نام رکھنا

سوال:- (2083) کیا ابوجہل اور ابولہب نام رکھ سکتے
ہیں، چونکہ یہ دونوں نام ہمارے حضور ﷺ کے دشمنوں کے
ہیں تو ان کا رکھنا کیسا ہے؟ اور ان دونوں نام کے معنی کیا ہیں؟
(سیما، گلبرگہ)

جواب:- ابوجہل کے معنی ہیں "جہالت والا" اور عربی میں جہل کہتے ہیں نادانی، ناواقفیت، بے خبری، اور بے وقوفی کو، اسی طرح ابولہب کا معنی ہے "شعلہ والا" اور عربی زبان میں "لہب" شعلہ کو کہتے ہیں، چونکہ ابولہب کا چہرہ بہت سرخ تھا، اس لیے وہ اس نام سے پکارا جاتا تھا "سمي باللهب لحسنه و اشراق وجهه "(1) یہ دونوں نام یا اس جیسے نام نہیں رکھنے چاہئیں، کیوں کہ یہ نہ اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے کوئی مناسبت رکھتے ہیں اور نہ

(1) القرطبی: ۲۳۶/۲۰۔

نسبت کے اعتبار سے اور پھر قرآن وحدیث میں خود جابجا ان نام والوں کے حق میں وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس لیے بھی ان ناموں سے احتیاط برتنی چاہئے۔ نام کے بارے میں اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ اچھے اور عمدہ ناموں کا انتخاب کیا جائے جو بہتر معنی ومفہوم کا حامل اور نسبت کے اعتبار سے بھی بہتر ہو، جیسے انبیاء علیہم السلام، صحابہ ﷺ اور صلحاءؒ کا نام ہو، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز تم لوگ اپنے ناموں اور آباء واجداد کے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس لیے اپنے اچھے نام رکھا کرو:

"انكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم فأحسنوا أسمائكم" (۱)

''عرفان'' نام رکھنا

سوال:- {2084} میں اپنے بھانجے کا نام عرفان رکھنا چاہتا ہوں، بتائیں کہ اس کے معنی کیا ہے؟

(سید محمد عرفان پاشا، شاہین نگر)

جواب:- عربی قواعد کے لحاظ سے ''عرفان'' مصدر ہے اور اس کے معنی علم ومعرفت کے ہیں، (۲) اس لیے عرفان نام رکھا جاسکتا ہے۔

''آزر'' نام رکھنا

سوال:- {2085} بچہ کے دادا نے محبت میں بچہ کا نام آزر رکھ دیا، تو کیا یہ نام مشرکانہ ہے اور اگر ہے تو کیا نام بدلنا ضروری ہوگا؟

(منصور حسین خان، نظام آباد)

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۴۸، باب تغيير الأسماء۔ محشی۔

(۲) القاموس المحیط، ص: ۱۰۸۰۔

جواب:- لغت عربی کے مشہور عالم ابن منظور کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بتوں میں سے ایک بت کا نام تھا اور یہی رائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور امام مجاہدؒ وغیرہ سے منقول ہے:

"و منهم من قال : هو اسم صنم و روي ذلك عن ابن عباس رضی اللہ عنہ و مجاهدؒ" (۱)

بتوں کی پرستش پر آمادہ کرنے والے کے معنی بھی نقل کئے گئے ہیں، اسی لیے ایک رائے یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب تھا۔(۲)

اس لیے ایسا نام رکھنا درست نہیں ہے اور اگر نام رکھ لیا گیا ہو تو بدل دینا چاہئے، رسول اللہ ﷺ شرکانہ ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔(۳)

"سمیع الدین" نام رکھنا

سوال:- {2086} میرا ایک لڑکا جس کا نام "محمد سمیع الدین خاں" ہے جو جماعت ہفتم میں زیر تعلیم ہے، اس کے اساتذہ کرام موجودہ نام بدل کر "محمد عبدالسمیع" رکھنے کو کہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ "محمد سمیع الدین خاں" نام ازروئے شریعت صحیح ہے یا نہیں؟

(ایم، ایس، خاں، آزاد صحافی، اکبر باغ)

جواب:- "سمیع الدین" نام رکھا جاسکتا ہے، بعض صفات وہ ہیں جو اللہ تعالی ہی کے لیے مخصوص ہیں، جیسے رزاق، خالق، غفور وغیرہ، بندوں کے نام ان ناموں سے نہیں رکھے جاسکتے، کچھ صفات وہ ہیں، جو خالق اور مخلوق دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں، گو دونوں کی

---

(۱) لسان العرب :۱۳۲/۱۔

(۲) التفسير للقرطبي :۱۹/۷۔

(۳) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۸۳۹، باب ماجاء في تغير الأسماء۔ محشی۔

کیفیت اور مقدار میں بدرجہا فرق ہے، ایسی صفات سے بندوں کے نام بھی رکھے جا سکتے ہیں، ان ہی صفات میں سمیع کا لفظ بھی ہے، جس کا معنی ہے سننے والا، گو اللہ کے اور بندوں کے سننے میں بہت فرق ہے، اللہ دل کی آواز بھی سنتا ہے، اور انسان کے سننے میں ایک معمولی دیوار بھی حائل ہو جاتی ہے تو سننا مشکل ہو جاتا ہے، لیکن سنتا بہر حال وہ بھی ہے، اس لیے "سمیع الدین" نام رکھنے میں کچھ حرج نہیں، معنی بھی اس کے بہتر ہیں۔

"عبد الآصف" نام رکھنا

سوال:- (2087) ہمارے محلہ میں ایک نوجوان کا نام محمد عبد الآصف ہے، کیا یہ نام درست ہے؟ کسی نے کہا ہے کہ یہ غلط ہے، اس لیے کہ آصف تو اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں نہیں پایا جاتا۔　　　(نادر المسعودی، مغل پورہ)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ آصف اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے نہیں، آصف کی اصل واصف ہے، جس کے معنی حالت وصفت بیان کرنے والے کے ہیں، اس لیے صرف آصف تو نام رکھا جا سکتا ہے، عبد الآصف نام رکھنا درست نہیں۔

"آسیہ" نام رکھنا

سوال:- (2088) نام کے انسانی زندگی پر گہرے اثرات کے حوالہ سے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ لڑکیوں کا نام آسیہ نہیں رکھنا چاہئے، مذہبی نقطۂ نظر سے اس پر روشنی ڈالیں؟　　　(این، یو، خان، ٹولی چوکی)

جواب:- اہل اللہ اور بزرگ ہستیوں کے نام پر بچوں کے نام رکھنا مستحب ہے (۱)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۹/۵۱۱، محشی۔

اور اس میں نیک شگون ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نام کی نسبت کی وجہ سے اس بچہ میں بھی اس بزرگ کے اوصاف و محاسن کو پیدا فرمادے، و ما ذلك علي الله بعزيز، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادہ کا نام ابراہیم علیہ السلام رکھا، (۱) رسول اللہ ﷺ کے بعد بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے لڑکوں، پوتوں اور نواسوں وغیرہ کا نام محمد تجویز کیا، اور ہمیشہ سے مسلمانوں میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام پر بچوں کا نام رکھنے کا توارث چلا آرہا ہے —— آسیہ بھی ایمان پر ثابت قدم ایک نیک اور پارسا خاتون کا نام تھا، یہ خاتون تھیں فرعون کی بیوی، جنھوں نے فرعون کی زوجیت میں رہنے کے باوجود اس کے خدا ہونے کا انکار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں، اسی لیے ان کا شمار ان پانچ عورتوں میں ہے جو تمام مؤمن عورتوں میں سب سے افضل ہیں، وہ پانچ عورتیں یہ ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، (۲) اس لیے آسیہ نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ بہتر ہے، ہاں "عاصیہ" (ع، ا، ص، ی، ہ) نام نہیں رکھنا چاہئے کہ اس کے معنی نافرمان کے ہیں۔ (۳)

نساء کے ساتھ عورتوں کا نام

سوال:- (2089) عام طور پر لڑکیوں کے نام کے آخر میں "النساء" کا لفظ رکھا جاتا ہے، کیا اس طرح نام رکھنا بہتر ہے؟ (سید حفیظ الرحمٰن، نظام آباد)

جواب:- "نساء" کے معنی عورتوں کے ہیں، اس لیے برصغیر میں قدیم زمانہ سے کسی مناسب لفظ کو "نساء" کی طرف منسوب کر کے نام رکھنے کا رواج رہا ہے، اور بعض دفعہ لوگ

(۱) السيرة النبوية و المعجزات: ص: ۲۵۴۔ محشی۔
(۲) التفسير الكبير: ۲۰۷/۳۰۔ محشی۔
(۳) القاموس المحيط: ۱۲۳/۳۔ محشی۔

ناواقفیت کی وجہ سے ایسے نام بھی رکھ دیتے ہیں، جو بے معنی ہوجاتے ہیں، بہر حال! اسلامی نقطۂ نظر سے اس طرح کا نام رکھنے کی کوئی خاص اہمیت اور فضیلت نہیں، ایسے نام رکھنے چاہئیں جو صحابیات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)، ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) اور رسول اللہ ﷺ کی بنات طاہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے ہیں، کہ وہ با معنی بھی ہیں، اور حضور ﷺ کے پسند کردہ اور تصویب فرمودہ بھی۔

ناموں میں "محمد" پر صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا

سوال:- (2090) سرکار دو عالم ﷺ کے اسم مبارک محمد پر "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا جاتا ہے، ہم لوگوں کے نام کے شروع میں "محمد" کا لفظ ہو تو کیا اس پر بھی اسی طرح "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھنا چاہئے؟ (محمد حسین خاں، سالار جنگ کالونی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کا جب بھی ذکر مبارک آئے تو پورا درود شریف یعنی "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھنا چاہئے، صرف "ص" یا "صلعم" لکھنے پر اکتفا کرنا درست نہیں، مشہور صاحب علم علامہ ابن صلاح نے "مقدمہ ابن صلاح" نامی کتاب میں اس کو منع فرمایا ہے۔(۱) لیکن جب "محمد" سے کسی اور شخص کو موسوم کیا جائے تو اس میں چوں کہ "محمد" سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد نہیں ہوتی، بلکہ جس کا نام رکھا گیا ہے، وہ مقصود ہوتا ہے، اس لیے اس میں درود شریف کا رمز "ص" لکھنا مناسب نہیں، کیوں کہ صلاۃ وسلام کے یہ کلمات رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص ہیں، دوسرے لوگوں کے نام کے ساتھ "ص" لکھنے میں خواہ "محمد" ہی کا لفظ کیوں نہ آئے، بے ادبی کا اندیشہ ہے۔(۲)

---

(۱) مقدمة ابن صلاح : ص:۱۴۵-۱۴۳۔ محشی۔

(۲) کفایت المفتی۔

''ارقم'' نام رکھنا

سوال:- {2091} ''ارقم'' نام رکھنا کیسا ہے؟ اور اس کے کیا معنی ہیں؟ (محمد انور، گلشن باغ)

جواب:- نام ایسا رکھنا چاہئے جو معنی کے اعتبار سے بہتر ہو، ارقم کے معنی بہتر نہیں ہے، ارقم ایک خبیث قسم کے سانپ کو کہتے ہیں، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس سانپ کا رنگ سفید و سیاہ ہوتا ہے، (۱) عرب چوں کہ موذی اور مضرت رساں چیزوں سے بھی نام رکھا کرتے تھے، کیوں کہ اپنی جنگجویانہ صفت کی وجہ سے وہ دشمن کے ایذاء پہنچانے کو بڑی اہمیت دیتے تھے، اس لیے ان کے یہاں ارقم نام رکھنے کا رواج تھا، لیکن یہ بہتر نام نہیں۔ واللہ اعلم۔

کیا ''محمد حفیظ خان'' نام غلط ہے؟

سوال:- {2092} اللہ جل شانہ کے نام سے پہلے ''عبد'' لگایا جاتا ہے، میرا نام محمد حفیظ خاں ہے، شرعی اعتبار سے اس نام میں غلطی ہے یا نہیں؟ اگر غلطی ہے تو میں تبدیلی کرنا چاہتا ہوں؟ (محمد حفیظ خاں، کریم نگر)

جواب:- جو اسماء اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، جیسے اللہ، رزاق، خالق، وغیرہ، ان سے پہلے ''عبد'' لگانا ضروری ہے، تاکہ بندگی اور عبدیت کا اظہار ہو، ''عبد'' نہ لگانے کی صورت میں بندہ کے نام میں اس لفظ کا استعمال لازم آئے گا، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور یہ جائز نہیں، البتہ بہت سے نام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہیں، جن کا استعمال صفات بشری کے لیے بھی آیا ہے اور بندوں کے لیے بھی، چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

---

(۱) القاموس المحیط :۱۴۳۰۔

﴿ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴾ (۱)
"کیا تم میں کوئی نیک چلن مرد نہیں ہے"

اس طرح کے مشترک نام میں "عبد" لگانا ضروری نہیں، "حفیظ" بھی ان الفاظ میں سے ہے، جو اللہ اور بندوں کے درمیان مشترک ہے، اس لیے آپ کا نام "محمد حفیظ خاں" عبد کے بغیر بھی درست ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"والتسمية باسم يوجد في كتاب الله كالعلي و الكبير و الرشيد والبديع جائزة ، لأنه من الأسماء المشتركة و يراد في حق العباد غير ما يراد في حق الله " (۲)

پیار سے آدھا نام لینا

سوال:- {2093} لوگ اپنے بچوں کو پیار سے آدھا نام لے کر یا نام بگاڑ کر پکارتے ہیں، جیسے احمد کو محمد سعدان کو سعدو وغیرہ، کیا اس طرح نام پکارنے کی اسلام میں اجازت ہے؟
(جہانگیر الدین طالب مبارک اصید الدولہ)

جواب:- اگر کسی کے نام کا جز اللہ یا اس کے رسول کا نام ہو تو اسے اس طرح پکارنا درست نہیں، جیسے عبد الشکور کو "شکو" عبد المنان کو "منو" وغیرہ، کیوں کہ اس میں قابل احترام نام بگڑ جاتے ہیں اور بے احترامی کا شائبہ پیدا ہوتا ہے، باقی دوسرے نام اگر پیار سے گھٹا بڑھا کر لیے جائیں اور اس کا مقصد محبت کا اظہار ہوتا کرتے ہیں اور جسے پکارا جائے وہ بھی خطاب محبت ہی تصور

---

(۱) ھود : ۷۸۔ محشی۔
(۲) الفتاوى الهندية : ۵/۳۶۲۔ محشی۔

کرتا ہو، تو ایسی صورت میں اس کی گنجائش ہے چنانچہ عربی میں ایک طریقہ ناموں کے پکارنے میں ترخیم کا رہا ہے کہ نام پکارتے وقت آخری حرف کو حذف کردیا کرتے ہیں جیسے "ثابت" کو "یا ثابِ" کہہ کر پکارتے ہیں، اس طرح کا تخاطب سلف سے بھی ثابت ہے، ہاں محض کسی کی تحقیر کے لئے نام کو توڑ مروڑ کر پکارنا جائز نہیں کہ مسلمان بلکہ کسی انسان کی تحقیر جائز نہیں۔

بال، ختنہ وغیرہ کے احکام

ختنہ کب کیا جائے؟

سوال:- (2094) میرے لڑکے کی عمر چار سال ہے اور لڑکے کی ماں حاملہ ہے، تو کیا اس حالت میں بچہ کا ختنہ کرا سکتے ہیں؟ اگر کرا سکتے ہیں تو مسنون مدت کیا ہے؟

(الیاس حامد، عادل آباد)

جواب:- بچہ کی ماں حاملہ ہو تو اس بچہ کی ختنہ کرانے میں کوئی حرج نہیں، اس سلسلہ میں عوام میں جو بات مشہور ہوئی ہے کہ اس سے زیر حمل بچہ کو نقصان پہونچتا ہے، یہ شرعی اعتبار سے بھی اور میڈیکل لحاظ سے بھی بالکل بے اصل اور محض وہم ہے، ختنہ کے لیے یوں تو کوئی وقت مقرر نہیں، البتہ فقہاءؒ نے لکھا ہے کہ سات سال سے بارہ سال کی عمر کے درمیان ختنہ کر دینا چاہیے:

" ابتداء وقت المستحب للختان من سبع

سنین إلی اثنی عشر سنۃ ھو المختار ۔ (۱)

دراصل مختلف لڑکوں کی جسمانی صلاحیت اور صحت الگ الگ ہوتی ہے، اور اسی لحاظ سے ان کے لیے ختنہ کی مناسب عمر کا تعین کیا جاسکتا ہے، بلکہ اطباء ہی اس سلسلہ میں صحیح رہنمائی کرسکتے ہیں، اس لیے ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کرنا چاہئے، شریعت کا مزاج ایسے مسائل میں یہی ہے کہ ان کے بارے میں تحدید وتعیین سے گریز کیا جائے، تاکہ تنگی کے بجائے وسعت برقرار رہے، اور ہر شخص کے لیے اپنی مصلحت کے مطابق فیصلہ کرنے کی گنجائش باقی رہے۔

ختنہ کرنا واجب ہے یا فرض؟

سوال:- (2095) ختنہ کروانا فرض ہے یا سنت؟ اگر کسی مجبوری اور لاعلمی کے سبب ختنہ نہ ہوسکے، جب کہ وہ پابند صوم وصلاۃ ہے، تو کیا ایسا شخص مسلمان نہیں؟

(بشیر ادیب، ظہیرآباد)

جواب:- فقہاء کے نزدیک معتبر و مستند قول یہ ہے کہ ختنہ سنت مؤکدہ ہے، سات سال سے بارہ سال کے درمیان ختنہ کرادیا جائے، کہ یہ مستحب ہے، ویسے اس سے پہلے بھی کرانا درست ہے، بلاعذر ختنہ کا ترک کرنا درست نہیں ہے، البتہ عذر کی بناء پر جیسے کوئی شخص زیادہ عمر میں مسلمان ہوا، یا زیادہ عمر گزرنے کے بعد اس کو ختنہ کے مسنون ہونے کا علم ہوا، اور اطباء کی رائے ہے کہ اب اس کا ختنہ کرانا مناسب نہیں، تو ختنہ ترک کیا جاسکتا ہے، (۲) بعض ایسی بیماریاں بھی ہوتی ہیں کہ کم عمری میں بھی اس کے لیے ختنہ جان لیوا ہوتا ہے، اور جب ایک بار خون نکلنے لگے تو تھمتا نہیں ہے، ایسی صورت میں بھی ختنہ ترک کرنے کی گنجائش ہے، ایسا نہیں کہ کسی کا ختنہ نہ ہوسکے تو وہ مسلمان نہیں، یہ خیال غلط ہے، البتہ بلاعذر ختنہ کا ترک کرنا درست نہیں ہے۔

---

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۳۵۷/۵۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ: ۳۵۷/۵۔

ختنہ اور اس کی مصلحت

سوال:- {2096} ختنہ کی تعریف کیا ہے ؟ اس کی ابتداء کس پیغمبر صاحب سے ہوئی تھی ، اور کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے لیے ختنہ کو لازم قرار دیا گیا ہے ؟

(سید فیروز احمد علوی، گلشن باغ)

جواب:- ختنہ کی حقیقت یہ ہے کہ حشفہ یعنی سپاری کے گوشت پر جو جلد ہے، اسے کاٹ دیا جائے، تا کہ یہ حصہ پوری طرح کھل جائے ،(۱) حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں خود اپنا ختنہ فرمایا۔(۲) مسلمانوں کے لیے ختنہ کو سنت مؤکدہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تمام پیغمبروں کی سنت رہی ہے اور ظاہر ہے کہ پیغمبروں کا طریقہ قابل تقلید ہے، دوسرے طبی اعتبار سے ختنہ کی افادیت ایک تسلیم شدہ امر ہے، یہاں تک کہ بعض برادران وطن بھی اس کے طبی فوائد کی وجہ سے ختنہ کرا رہے ہیں۔

بوڑھے نومسلم کا ختنہ

سوال:- {2097} ایک صاحب جو کافی ضعیف ہو چکے ہیں، انہوں نے اسلام قبول کیا ہے، ان کے ختنہ کے سلسلہ میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اب ختنہ نامناسب ہے، کیا ان کا ختنہ کرنا ازروئے شرع ضروری ہے ؟

(عرفان احمد، ملک پیٹ)

---

(۱) شرح نووی علی مسلم :۱/۱۲۸۔

(۲) صحیح البخاری،حدیث نمبر:۳۳۵۶، عن أبي هريرة رضي الله عنه ، باب قول الله : واتخذ الله ابراهيم خليلا۔

جواب:- اگر معتبر ڈاکٹروں کی رائے ہو کہ ضعف وکمزوری وغیرہ کی وجہ سے ختنہ کرنا نامناسب ہے، تو اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے، علماء نے ایسی صورت میں ختنہ نہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

"وکذا المجوسي اذا اسلم و هو شيخ ضعيف أخبر أهل البصر أنه لا يطيق الختان ، يترك"(1)

ختنہ کے اکیس دن کے بعد غسل دینا

سوال:- {2098} کیا ختنہ کے اکیس دن بعد پانی نہلایا جائے یا زخم خشک ہونے کے بعد؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ختنہ کے بعد نہلانے کے لیے کوئی دن متعین کرنا درست نہیں، شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں آیا ہے، جب ضرورت محسوس ہو اسے نہلایا جا سکتا ہے، اپنی طرف سے کوئی دن متعین کرنا شریعت کی روح کے خلاف ہے، اس سے اجتناب کریں۔(2)

ناک، کان اور سینہ وغیرہ کے بال

سوال:- {2099} اکثر لوگ ناک کے اوپر کے حصہ کے بال، کان کے اوپر کے بال، آنکھوں کے اوپر کے حصہ کے بال نکالتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ (جنید بک ڈپو، باکارم)

---

(1) الفتاوى الخانية على هامش الهندية :3/410۔

(2) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:4606، باب في لزوم السنة ، أول كتب السنة) محشی۔

جواب:- سینہ اور پشت کے بال کو اکھاڑنا جائز ہے، لیکن خلاف ادب ہے، "وفی حلق شعر الصدر والظهر ترك الأدب" (۱) یہی حکم ناک اور کان کے بالوں کا ہونا چاہیے، آنکھوں کے اوپر کے بال اگر بڑھ جائیں اور تکلیف کا باعث ہوں تو کاٹ لینے میں کچھ حرج نہیں، اگر بھنووں کو باریک کرنے اور خوبصورتی پیدا کرنے کی غرض سے کاٹا جائے تو مکروہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔(۲)

سینہ کے بال کٹوانا

سوال:- {2100} میرے ایک دوست کو باڈی بلڈنگ مقابلہ میں حصہ لینے کے لیے دعوت ملی ہے، لیکن مقابلہ میں حصہ لینے کے لیے سینہ اور پاؤں کے بالوں کو کٹوانا شرط ہے تو کیا یہ بال کٹوانا جائز ہے؟

(معید الدین عارف، مہدی پاڑہ)

جواب:- سینہ یا پیٹھ کا بال مونڈنے کو فقہاء نے خلاف ادب لکھا ہے: "حلق شعر الصدر والظهر ترك الأدب" (۳) بظاہر یہی حکم ٹانگوں کے بالوں کا بھی ہونا چاہئے، اس لیے بہتر ہے کہ آپ کے دوست اس سے احتراز کریں، ہاں عذر کی بنا پر ان بالوں کے مونڈانے میں کچھ حرج نہیں، جیسا کہ آپریشن وغیرہ میں بال مونڈانا پڑتا ہے۔

زیر ناف صاف کرنا

سوال:- {2101} میری ایک سہیلی کا کہنا ہے کہ شادی

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۵/۳۵۸۔

(۲) صحيح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۳۹، باب المتنمصات۔ محشی۔

(۳) الفتاوی الهندية: ۵/۳۵۸۔

سے پہلے ناف کے نیچے کے بال صاف نہیں کرنا چاہئے، کیا یہ
بات شرعاً درست ہے؟　　(نصرت جہاں، بیدر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے دس چیزوں کو امور فطرت میں سے قرار دیا ہے، ان میں سے ایک زیر ناف کی صفائی ستھرائی بھی ہے(۱) اس کا تعلق نظافت اور حفظان صحت سے ہے نہ کہ مرد یا عورت کے شادی شدہ ہونے یا نہ ہونے سے، اس لئے شادی سے پہلے بھی اس پر عمل کرنا چاہئے۔

چہار شنبہ کے دن ناخن کاٹنا

سوال:- (2102) کیا چہار شنبہ کے دن ناخن کترنے سے کوئی ضرر، نحوست یا بیماری کا اندیشہ ہے، ہمارے ایک واقف کار حدیث کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ چہار شنبہ کے دن ناخن نکالنے سے برص ہوتا ہے؟　(تسنیم سلطانہ، لنگر حوض)

جواب:- ناخن کترنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کوئی خاص دن متعین نہیں فرمایا، یہ ایک طبعی ضرورت ہے، آدمی جب ضرورت محسوس کرے ناخن کاٹے، البتہ عرب میں ایک طریقہ علاج پچھنا لگانے کا مروج تھا، اس میں جسم کا فاسد خون نکالا جاتا تھا، پچھنا لگانے کے بارے میں ایک روایت میں چہار شنبہ، جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو اجتناب برتنے کی تلقین کی گئی ہے،(۲) لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف اور غیر معتبر ہے، اس روایت میں ایک راوی حسن بن ابو جعفر ہیں جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔(۳)

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۳۔
(۲) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۳۴۸۷، باب في أيّ الأيام يحتجم۔ محشی۔
(۳) تهذيب التهذيب:۲/۲۲۳، محشی۔

ناخن کاٹنے کا مستحب طریقہ

سوال:- (2103) ناخن کاٹنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟
اور کس ترتیب سے ناخن کاٹنا چاہئے؟ (صبا مجید، مہدی پٹنم)

جواب:- امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے، اور اس کے بعد کی چاروں انگلیوں کے ناخن تراشنے کے بعد بائیں ہاتھ کے ناخن چھوٹی انگلی سے کاٹتے ہوئے انگوٹھے پر ختم کرے پھر آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن تراشے، (۱) لیکن محققین کا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں، چنانچہ علامہ ابن دقیق العیدؒ نے لکھا ہے کہ اس کے مستحب ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ (۲) اور خود حافظ ابن حجرؒ نے بھی صراحت کی ہے کہ ناخن کاٹنے میں انگلیوں کی ترتیب کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں۔

"و لم يثبت في ترتيب الأصابع عند القص
شيئ من الأحاديث" (۳)

البتہ چوں کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دائیں جانب سے اس کی ابتداء ہو، (۴) اور ناخن کاٹنا بھی ایک اچھا کام ہے، اس لیے پہلے دائیں ہاتھ کا، پھر بائیں ہاتھ کا ناخن تراشنا چاہئے۔

ناخن کاٹنے کے آداب

سوال:- (2104) ناخن کاٹنے کا شرعاً بہتر طریقہ کیا ہے؟ (آفتاب الدین، گلبرگہ)

---

(۱) احیاء العلوم: ۱/۱۲۷۔ محشی۔
(۲) فتح الباری: ۱۰/۳۴۴۔
(۳) فتح الباری: ۱۰/۳۴۴۔
(۴) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۱۶۸، باب اليمين في الوضوء و الغسل۔ محشی۔

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ناخن کاٹنے کی ترغیب دی ہے، لیکن ناخن کاٹنے کا طریقہ کیا ہو؟ کسی صحیح حدیث میں اس کی تفصیل نہیں ملتی، گویا آپ ﷺ کا منشا تھا کہ اس مسئلہ میں وسعت باقی رہے، ویسے فقہاء نے اپنے اجتہاد سے آداب و مستحبات کے درجہ میں کچھ باتیں لکھی ہیں، اور وہ یہ ہیں کہ ہفتہ میں ایک بار ناخن کاٹنا چاہئے، یہ افضل طریقہ ہے، اوسط درجہ یہ ہے کہ دو ہفتہ میں ایک بار کاٹ لے، بہر حال چالیس دن سے زیادہ تاخیر نہیں ہونی چاہئے، دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے، اور چاروں انگلیوں کے ناخن کاٹنے کے بعد بائیں ہاتھ کے ناخن کاٹے، پھر آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن تراشے، یہ بھی مستحب ہے کہ کاٹا ہوا ناخن دفن کر دے، خاص کر بیت الخلاء، یا گندی جگہ میں ڈالنا مکروہ ہے، اور بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ ساری تفصیلات فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہیں۔(۱)

ملازمت کے لیے ڈاڑھی منڈا دینا

سوال:- (2106) میرے ایک دوست ڈاڑھی رکھتے تھے، لیکن ان کی نوکری چلے جانے کا ڈر تھا، اس نے ڈاڑھی نکال لی، اس کا کیا حکم ہے؟ (ن،س،ر،عابد روڈ، حیدرآباد)

جواب:- ڈاڑھی رکھنا واجب ہے (۲) اور ڈاڑھی منڈانا گناہ، قانونی اعتبار سے ڈاڑھی ملازمت میں مانع نہیں، اس لیے آپ کے دوست کو استقامت اختیار کرنی چاہئے تھی، اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی، اور ضرورت ان کا یہ مسئلہ حل ہوجاتا؛ حاصل روزی دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۵/ ۳۵۷-۳۵۸۔

(۲) اشعة اللمعات: ۱/ ۲۱۲، ہمیں۔

چہرے اور ہاتھوں کے بال نکلوانا

سوال:- (2106) کیا عورتوں کے چہرے اور ہاتھوں کے بال نکلوانا جائز ہے؟ (زرینہ تبسم، جہاں نما)

جواب:- چہرے اور ہاتھوں پر جو روئیں ہوا کرتے ہیں، ان کو اکھاڑنا درست نہیں، حدیث سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، البتہ اگر چہرے پر اتنا زیادہ روبال ہوجائے کہ چہرہ بگڑ جائے، یا مردوں کے مماثل نظر آئے، تو ایسے بال صاف کرنے کی اجازت ہے، بعض فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے۔ (۱)

مونچھ اور ٹھوڑی کی گول ڈاڑھی

سوال:- (2107) ڈاڑھی رکھنی سنت ہے، مگر کیسی ڈاڑھی؟ آج کل چہرے کی خوبصورتی کے لیے مونچھ اور ٹھوڑی کے بال کو لے کر گول ڈاڑھی رکھنے کا رواج چل رہا ہے، کیا اس سے ڈاڑھی کی سنت ادا ہوجاتی ہے؟

(شیخ عمران، بلال فارم)

جواب:- ڈاڑھی رکھنا واجب اور ایک مشت کی مقدار سنت مؤکدہ ہے، ایک کان سے دوسرے کان تک جو ڈاڑھ کی ہڈی ہے، اس پر اگنے والے تمام بال ڈاڑھی میں داخل ہیں، ہاں رخسار کے بال صاف کئے جاسکتے ہیں، اس لیے اس گول ڈاڑھی سے نہ واجب ادا ہوگا، اور نہ سنت پوری ہوگی، اگر ڈاڑھی اللہ کی خوشنودی اور رسول کی اتباع کے لیے رکھنی ہے تو پوری رکھنی چاہئے، اگر رواج کی اتباع اور اپنے نفس کی خوشنودی مقصود ہے تو پھر اس ڈاڑھی کا کوئی حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) فتح الباري شرح البخاري: ۱۰/۳۹۱، مرتب۔

خواتین اور ٹھوڑیوں کے بال

سوال:- {2108} بعض عورتوں کو ٹھوڑی کے نیچے بال نکل آتے ہیں، کیا وہ اس کو دور کرنے کے لیے بلیڈ استعمال کرسکتی ہے؟ (زہرہ بی، سنگاریڈی)

جواب:- عورتوں کو غیر فطری طور پر اگر بال اگ آئیں تو ان کو صاف کرنے کی اجازت ہے، بالخصوص ٹھوڑی پر اگ آنے والے بال کہ اس میں مرد سے مشابہت ہے، اور عورتوں کے لیے یہ بہتر ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، مردوں کی مشابہت سے بچیں، اس لیے ایسا کرنا بہتر ہی ہوگا۔ (۱)

بال کی صفائی کی مدت

سوال:- {2109} زیر ناف کتنے دنوں بعد صاف کرنا چاہیے؟ (سید سرفراز احمد علوی، کشن باغ)

جواب:- مختلف لوگوں میں بال بڑھنے کی صلاحیت الگ الگ ہوتی ہے، اس لحاظ سے کوئی ایک ہی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی، البتہ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں چالیس دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

" وقت لنا رسول الله ﷺ في ... حلق العانة أن لا نترك أكثر من أربعين يوما " (۲)

اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ چالیس دن تک ناف کے نیچے کے بال صاف نہیں کرنا مکروہ تحریمی ہے، پندرہ دن میں جائز ہے، اور ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے:

---

(۱) فتح الباری شرح البخاری: ۱۰/ ۳۹۱ محشی۔

(۲) سنن نسائی ۱/ ۷، کتاب الطهارة۔

" و يستحب حلق عانته ... في كل أسبوع مرة
و الأفضل يوم الجمعة و جاز في كل خمسة
عشر و كره تركه وراء الأربعين ... " (۱)

عورتوں کے لئے بے موقع بال کی صفائی

سوال:- {2110} میرے جسم پر بہت غیر ضروری بال
ہیں، چہرہ پر ٹھوڑی پر ڈاڑھی جیسے بال ہیں، ہاتھوں، پیروں اور
گردن پر بھی بہت بال اگ آئے ہیں، جس سے میں بہت
پریشان ہوں، کیا میں ان غیر ضروری بالوں کو علاج کے ذریعہ
دور کرسکتی ہوں؟ (ایک دینی بہن، رنگ روڈ گلبرگہ)

جواب:- عورتوں کو جو بے موقع اور غیر معمولی بال نکل آئیں جیسے ڈاڑھی، مونچھ یا ہونٹ کے نیچے، تو ان کو دور کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ مردوں کی مشابہت سے بچنے کے لئے ایسا کرنا بہتر ہے، مشہور محدث حافظ ابن حجرؒ نے امام نوویؒ سے یہی بات نقل کی ہے:

" يستثنى من النماص اذا نبت للمرأة لحية أو
شارب أو عنفقة فلا يحرم عليها ازالتها بل
يستحب " (۲)

مصنوعی بال

سوال:- {2111} عورتیں مصنوعی بالوں کے جوڑے
استعمال کرتی ہیں، تاکہ ان کے بال بڑے نظر آئیں، کیا اس

(۱) الدر المختار مع رد: ۲۶۱/۵۔
(۲) فتح الباری: ۳۹۱/۱۰۔

مقصد کے لیے یہ جوڑے استعمال کیے جا سکتے ہیں؟

(نجمہ، نوبیگم پیٹ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے بال کے ساتھ دوسرے انسانی بال جوڑا کریں، بلکہ اس میں مدد کرنے والی عورت پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ "لعن اللہ الواصلة و المستوصلة" (۱) اس لیے انسانی بال کا جوڑنا درست نہیں، خواہ اپنے ہی ٹوٹے گرے ہوئے بال کیوں نہ ہوں، البتہ نائلون کے مصنوعی بال استعمال کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ فقہاء نے جوڑے میں جانور کے بال رکھنے کی اجازت دی ہے۔

"و لا بأس للمرأة بأن تجعل في قرونها و ذوائبها شيئا من الوبر" (۲)

منہ میں مونچھ لینا

سوال:- [2112] ایک صاحب اکثر منہ میں مونچھ لیا کرتے ہیں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(رشید احمد خان، بھینسہ)

جواب:- مونچھ میں ناک اور منہ سے قربت کی وجہ سے ناک اور منہ کی آلائش لگ جانے کا اندیشہ رہتا ہے، اور یوں بھی بال پر بعض اوقات گرد وغبار، میل کچیل جم جاتا ہے، غالباً اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مونچھ کو پست کرنے کا حکم فرمایا ہے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مونچھ اتنی پست کی جانی چاہئے کہ بالائی ہونٹ کی سرخی نظر آنے لگے: "فيسن احفاؤه حتى تبدو حمرة الشفة العليا" (۳)، اور فقہاء نے لکھا ہے کہ چالیس دنوں سے زیادہ مونچھ کا

---

(۱) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۹۳۳، باب وصل الشعر۔ محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية: ۵/۳۵۸۔

(۳) مرقاة المفاتيح: ۲/۴۔

نہ تراشنا مکروہ تحریمی ہے، (۱) مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ مونچھ تراشی جائے، ظاہر ہے کہ جب مونچھ اس طرح تراشنے کا اہتمام ہو تو مونچھ اتنی بڑی نہیں ہو سکتی کہ اسے منہ میں لیا جائے، اس لئے منہ میں مونچھ لینا کراہت سے خالی نہیں، اور تقاضۂ نظافت کے خلاف ہے۔

ڈاڑھی ایک اسلامی شعار

سوال:- {2113} بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر چالیس دن تک ڈاڑھی نہیں نکالے تو اس کے بعد ڈاڑھی نہیں کاٹنا چاہئے، کیونکہ ایسی صورت میں ڈاڑھی رکھنا واجب ہو جاتا ہے، کیا اس سلسلہ میں کوئی حدیث آئی ہے؟

(احمد بن محمود، حسن نگر)

جواب:- چالیس دن والی بات بالکل غلط ہے، ڈاڑھی چاہے ایک دن میں منڈائی جائے یا چالیس دن کے بعد، حرام اور سخت گناہ ہے، اس میں چالیس دن کے بعد اور پہلے کا کوئی فرق نہیں، رسول اللہ ﷺ نے بتاکید ڈاڑھی رکھنے کا حکم فرمایا ہے، (۲) ڈاڑھی اسلام کے شعائر میں سے ہے! اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سنت نبوی کا پورا اہتمام کرے۔

ایک مشت سے اوپر ڈاڑھی کٹانے کا ثبوت

سوال:- {2114} بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک مشت سے اوپر کی ڈاڑھی کاٹنا جائز ہے، کیا یہ بات حدیث سے ثابت ہے؟

(راشد حسین، حیدرآباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے بارے میں صرف اس قدر منقول ہے کہ آپ ﷺ ڈاڑھی

(۱) الفقة على المذاهب الاربعة :۲/۴۳۔

(۲) صحيح البخاري، حديث نمبر:۵۸۹۳۔

کے طول وعرض میں سے تراشا کرتے تھے،(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مشت سے زیادہ داڑھی تراشنا ثابت ہے،(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی لمبی داڑھی دیکھی، تو ایک مشت سے زیادہ کو کاٹ دیا،(۳) بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح کا عمل منقول ہے،(۴) اس لیے علماء نے ایک مشت سے زیادہ داڑھی کو کاٹنے کی اجازت دی ہے؛ تاکہ چہرہ بدہیئت نہ ہو جائے۔(۵)

مفلوج شخص سنت فطری کس طرح ادا کرے؟

سوال:- {2115} دونوں ہاتھ کے فالج زدہ مریض یا مریضہ کے بغل اور زیر ناف کے بال کس سے اور کیسے نکالے جائیں؟　　(ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- بغل کا حصہ تو محرم کے لیے دیکھنے کی گنجائش ہے، اس لیے بیٹے باپ کے اور بیٹیاں ماں کے بغل صاف کر سکتی ہیں، البتہ زیر ناف حصہ کا دیکھنا سوائے شوہر و بیوی کے ناجائز و حرام ہے، اس سے صرف علاج کی صورت مستثنیٰ ہے، اس لیے مجبوری میں شوہر و بیوی اس میں ایک دوسرے کا تعاون کر سکتے ہیں، البتہ تقاضۂ حیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو نگاہ پست رکھیں اور ایسا ذریعہ استعمال کریں جو کم سے کم وقت میں اور نسبتاً کم بے ستری کے ساتھ ضرورت کو پورا کر دے، اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہئے کہ وہ ایسی آزمائش سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے اور اپنے سوا کسی کا محتاج نہ بنائے۔

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۷۶۲، عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ، باب ماجاء في الأخذ من اللحية ۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۸۹۲، باب تقليم الأظفار ۔

(۳) دیکھئے: عمدة القاري شرح البخاري: ۲۲/۴۷ ۔

(۴) مصنف ابن أبي شيبة: ۶/۱۰۹ ۔ محشی ۔

(۵) رد المحتار: ۳/۱۲۳، نیز دیکھئے: فتح القدير: ۲/۲۷۰ ۔ محشی ۔

کھانے پینے اور سونے کے آداب

کھانے پر زور سے بسم اللہ کہنا

سوال:- {2116} میرے ایک دوست نے کھانے پر
زور سے بسم اللہ کہا، دوسرے دوست نے اس سے منع کیا، کونسی
بات زیادہ درست ہے؟　　　(سید حبیب اللہ، چندرپور)

جواب:- مخصوص مواقع پر جو اوراد و اذکار منقول ہیں، گو انہیں زور سے بھی پڑھا جا سکتا ہے، لیکن آہستہ پڑھنا بہتر ہے، البتہ اگر دوسرے لوگ بسم اللہ سے غافل ہوں اور انہیں متوجہ کرنے کے لیے زور سے بسم اللہ پڑھ لیا جائے تو بہتر ہے، کیوں کہ یہاں زور سے پڑھنا بطور ذکر کے نہیں، بلکہ بطور تلقین کے ہے۔

"و اذا قلت بسم الله فارفع صوتك حتى تلقن
من معك"(1)

---

(1) الفتاوی الهندية : ۵/ ۳۳۷ ۔

کسوف وخسوف کے درمیان کھانا

سوال:- {2117} میں نے بہت سے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ چاند گہن یا سورج گہن کے درمیان نہیں کھانا چاہئے، کیونکہ اس کے درمیان کھانے کی وجہ سے پیٹ میں کیڑے ہو جاتے ہیں، کیا یہ بات درست ہے؟

(عائشہ فردوس، گلبرگہ)

جواب:- یہ بے اصل بات ہے، نہ کسی حدیث سے ثابت ہے، نہ صحابہؓ کے قول وفعل سے، اور بظاہر میڈیکل سائنس بھی ایسا نہیں کہتی، سورج گہن اور چاند گہن اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قانونِ فطرت کے تابع ہے، لیکن چونکہ عام معمول کے خلاف ہے، اس لئے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مذکور ہونے میں مدد ملتی ہے، اسی لئے اس موقع پر نماز اور ذکر کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ انسان کی غافل طبیعت بیدار ہو، رہ گیا انسان یا کائنات کی دوسری اشیاء پر اس کا موثر ہونا تو اس کا کوئی ذکر نہیں۔

خواص کے لیے پہلے خصوصی دسترخوان

سوال:- {2118} اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ تقریبات میں علماء، مرشدین اور رہنماؤں کے دسترخوان علاحدہ ہوتے ہیں ان کا کھانا بھی بہتر ہوتا ہے اور وہ کھانے سے پہلے فارغ ہو جاتے ہیں، اور عام مہمان انتظار کرتے رہتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ (سید مظہر حسینی، قاضی پورہ)

جواب:- کھانا میزبان کی ملکیت ہے، اس لیے اسے یہ حق حاصل ہے کہ بعض مہمانوں کے لیے زیادہ معیاری کھانے کا نظم کرے اور بعض کے لیے کم، اور کچھ لوگوں کو اپنی یا ان

کی مصلحت سے پہلے کھلائے اور کچھ کو بعد میں، اس میں کچھ حرج نہیں۔

کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونا

سوال:- (2119) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد جو ہاتھ دھویا جاتا ہے، کیا اسے تولیہ سے پونچھنا چاہئے یا نہیں؟ رہنمائی فرمائیں۔　　(عبدالرشید، ملک پیٹ)

جواب:- کھانے کے بعد جب ہاتھ دھوئیں تو پونچھ لینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کے بعد بہتر ہے کہ کپڑے سے نہ پونچھے خود بخود خشک ہو جانے دیں۔

" و اذا غسل قبل الطعام لا يمسح يده بالمنديل، بل يترك حتى يجف " (۱)

دسترخوان اور کدو سے متعلق ایک سوال

سوال:- (2120) کیا دسترخوان کی ہر چیز کھانا ضروری ہے؟ ورنہ وہ چیز بددعاء دے گی؟ اور کیا کدو پسند نہ ہونے پر بھی کھانا چاہئے؟　　(محمد عادل احمد، فرسٹ لانسر)

جواب:- دسترخوان کی ہر چیز کھانا ضروری نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود طبیعت اور مذاق کا فرق رکھا ہے، کدو رسول اللہ ﷺ کو بہت پسند تھا، (۲) اور اطباء بھی اس کو بہت مفید قرار دیتے ہیں، لیکن یہ حضور ﷺ کی ایک طبعی پسند تھی، اگر کسی شخص کو اس کے کھانے کی رغبت نہ ہو اور نہ کھائے تو کچھ حرج نہیں، لیکن مناسب ہے کہ زبان سے کدو کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے، تا کہ حضور ﷺ کی سنت طبعی کی بھی مخالفت نہ ہو۔

---

(۱) فتاوی قاضی خان: ۳/۴۰۵۔

(۲) الجامع للترمذي حديث نمبر: ۱۸۴۹، باب ما جاء في أكل الدباء۔ مرتب۔

سونے سے پہلے کی دعاء

سوال:- {2121} اکثر حضرات رات میں سوتے وقت چور، ڈاکو اور جن، بھوت وغیرہ سے حفاظت کے لیے کچھ دعائیں اور قرآنی سورتیں وغیرہ پڑھتے ہیں، لیکن اس کے بعد "تالی" بجا کر سوجاتے ہیں، جبکہ احقر کے ناقص خیال میں "تالی اور سیٹی" دونوں چیزیں کفار کے طریقہ میں سے ہیں، جیسا کہ قرآنی آیت میں ارشاد ہے ﴿ و ما کان صلوتھم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ ﴾ تو تین مرتبہ تالی بجا کر سونا کیسا ہے؟ (مولوی محمد رہبر عالم تجویدی، بیدر)

جواب:- ام المومنین سیدتنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ ہر شب جب بستر پر جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر ہتھیلیوں پر پھونکتے، پھر سر اور چہرہ مبارک سے شروع کر کے جسم کے اگلے اور پچھلے حصوں میں جہاں تک ہاتھ پہونچتا ہاتھ پھیرتے، آپ ﷺ تین بار یہ عمل فرماتے۔(1)

یہی سونے کے سلسلے میں آپ ﷺ کی سنت ہے، میرے علم کے مطابق تالی بجانا حدیث میں وارد نہیں ہوا ہے، ویسے قرآن کی جس آیت سے آپ نے استدلال کیا ہے، اس میں بیت اللہ شریف کے پاس تالی بجانے کی مذمت ہے۔

---

(1) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۳۴۰۲۔

لہو ولعب کے احکام

تاش کھیلنے کا حکم

سوال:- {2122} بغیر شرط اور جوے کے صرف دل بہلائی کے لیے تاش کھیلنا اور اس کے لیے لوگوں کو جمع کرنا کیسا ہے؟ کیا احادیث سے اس کی ممانعت ثابت ہے؟ اور ہے تو کیا معمر حضرات اس سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں؟

(عقیل احمد، شاہ نگر)

جواب:- تاش یا کسی بھی کھیل میں جیت اور ہار کی صورت میں پیسے کی شرط ہو تو یہ جوا ہونے کی وجہ سے حرام اور سخت گناہ ہے، اگر جوے کے بغیر تاش کھیلا جائے تو یہ شطرنج کے حکم میں ہے اور چوں کہ اس میں وقت کا ضیاع ہوتا ہے اور اس سے لہو ولعب کا مزاج بن جاتا ہے، اس لیے مکروہ تحریمی ہے "وکره تحريما اللعب بالنرد وكذا الشطرنج "(1) بعض احادیث میں بھی شطرنج کی ممانعت آئی ہے، جو مصلحت شطرنج کو منع کرنے کی ہے وہی بات تاش

(1) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۶۶/۹۔

کھیلنے میں پائی جاتی ہے، اس لیے دل بہلائی کے لیے بھی شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے، مسلمان حضرات کو تو اس سے اور بچنا چاہیے اور اپنے فاضل اوقات کو اللہ کے ذکر، تلاوت اور تسبیحات وغیرہ میں لگانا چاہیے، کہ کم سے کم عمر کا آخری حصہ تو اچھے کاموں میں اور اللہ کی یاد میں گزرے۔

انگریزی تاش کھیلنا

سوال:- (2123) ہمارے گھر میں وقت گزارنے کے لیے انگریزی تاش کھیلا کرتے ہیں، کیا جوا کے بغیر ایسا تاش کھیلنا جائز ہے؟ (محمد ابراہیم محبوب نگر)

جواب:- اگر جوا نہ بھی ہو تو تاش کھیلنے سے وقت ضائع ہوتا ہی ہے، اور وقت اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے، پھر اس سے انسان بتدریج جوے کی طرف بڑھتا ہے، اس لیے تاش کھیلنا بہر حال کراہت سے خالی نہیں۔

کره کل لهو لقوله علیه السلام : کل لهو المسلم حرام"(1)

گھوڑ دوڑ کا انعام

سوال:- (2124) ایک صاحب انعام حاصل کرنے کی خاطر اپنے گھوڑے ریس (گھوڑ دوڑ) میں دوڑاتے ہیں، وہ اپنے گھوڑوں پر انعام بھی حاصل کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ انعام لینا جائز ہے، چوں کہ کرکٹ، فٹ بال، ہاکی اور دیگر کھیلوں میں بہتر مظاہرہ پر انعامات دئے جاتے ہیں،

(1) الدر المختار علی هامش رد المحتار :۹/۵۶۶۔

شریعت کے لحاظ سے ان کا یہ عمل جائز ہے؟

(محمد عبدالرشید، اعظم پور)

جواب:- اگر گھوڑ دوڑ میں انعام ہو تو اس کی چار صورتیں ہیں، ایک صورت ناجائز اور تین صورتیں جائز:

(الف) دو شخص یا چند اشخاص میں گھوڑ دوڑ کا مقابلہ ہو اور ہر شخص پر یہ بات لازم قرار دی گئی ہو کہ وہ ہارنے کی صورت میں جیتنے والے کو اتنی رقم دے گا اور اگر وہ جیت جائے تو دوسرے لوگ اسے دیں گے، غالباً عام طور پر ریس میں یہی صورت ہوتی ہے اور یہ صورت جوا ہونے کی وجہ سے قطعاً حرام ہے۔

(ب) دو شخص میں مقابلہ ہو، ایک پر انعام کی شرط ہو دوسرے پر نہ ہو یعنی "الف" جیتے گا تو "ب" اسے ایک ہزار روپے دے گا، لیکن "ب" جیتے گا تو "الف" اسے کچھ نہیں دے گا، مقابلہ کی یہ صورت درست ہے۔

(ج) دو آدمیوں کے درمیان جیت ہار پر دو طرفہ شرط ہو، لیکن تیسرے آدمی کو بغیر کسی شرط کے شریک کر لیا گیا ہو کہ اگر وہ ہارے تو اسے کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر وہ جیتے تو باقی دونوں اسے حسب معاہدہ انعام دیں گے اور تیسرا شخص بھی اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے جیتنے کی توقع کی جا سکتی ہو، یہ صورت بھی جائز ہے۔

(د) دو شخص گھوڑ دوڑ میں شریک ہوں اور جیتنے والے کو انعام حکومت یا کوئی اور شخص دے، اس صورت میں بھی مضائقہ نہیں۔

کتب فقہ میں یہ تفصیلات وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔(1)

جائز و ناجائز کھیل

سوال:- (2125) لڑکیوں کو اسلامی نقطۂ نظر سے کون

(1) دیکھئے بدائع الصنائع: ۶/۲۰۶، رد المحتار: ۵/۲۵۸۔

سے کھیل کھیلنا چاہئے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ایسے کھیل کھیلنے بہتر ہیں کہ جن سے جسمانی ورزش ہوتی ہو، اور صحت پر مفید اثر پڑتا ہو، اور طبی نقطۂ نظر سے مفید ہو، کھیل میں اس کی رعایت ضروری ہے کہ ساتر لباس پہنا جائے، مردوں کے لیے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ "حصۂ ستر" ہے یہ بھی ضروری ہے کہ کھلاڑیوں کے درمیان آپس میں جیت ہار پر کوئی شرط نہ ہو، ورنہ جوا ہونے کی وجہ سے یہ کھیل حرام ہوگا، (۱) ایسا کھیل نہ ہو، جس میں آدمی گھنٹوں اور دنوں کھیلتا رہے، جیسے شطرنج کہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے، اور انسان اپنے فرائض سے غافل ہو جاتا ہے، آج کل تاش، لوڈو، کیرم بورڈ اور کرکٹ وغیرہ ایسے ہی کھیل ہیں۔

گانا بجانا دیکھنا

سوال:- (2126) بینڈ باجہ سے توشہ چلایا کرتا تھا اب ہمارے یہاں تقریباً ہر جگہ علمائے دین کی ہدایت پر اور دینی جماعتوں اور اسلامی جماعتوں کا کام اور تبلیغی کام کی نصیحت سے بینڈ باجہ شادیوں میں اب بند ہو رہا ہے، مگر ایک بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ باہر ناچ گانا، بینڈ باجہ بند ہے مگر اکثر گھروں میں ٹی وی ہے یہ ناچ گانے ہر گھر میں بج رہے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ (شیخ اختر غوری گھر، جنڈلہ گوڑہ)

جواب:- گانا بجانا گھر میں ہو یا گھر کے باہر دونوں صورتوں میں حرام ہے۔(۲) اور براہ راست ہو یا ٹی وی، ریڈیو کے واسطے سے، بہر صورت گناہ ہے۔

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۵/۳۹۲، محشی۔

(۲) رد المحتار: ۹/۵۰۴، کتاب الحظر والإباحة۔

گانا سننا اور فلم دیکھنا

سوال:- (2127) ٹیپ ریکارڈ پر گانا سننا اور ٹی وی پر
فلم دیکھنا کیا جائز ہے؟ (اظہر، کریم نگر)

جواب:- گانا سننا اور فلم دیکھنا لہو ولعب کے دائرہ میں آتا ہے، جو حرام ہے، حدیث میں ہے کہ گانا نفاق پیدا کرتا ہے، نیز کان اور آنکھ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتیں ہیں، ان کو بری چیزوں کے سننے اور برے مناظر کے دیکھنے میں صرف کرنا نعمت خداوندی کی ناقدری اور ناشکری ہے اور ان سے اجتناب کرنا واجب ہے:

"تصرف الجوارح إلى غير ما خلق الله لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب أن يجتنب كيلا يسمع" (1)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "لہو الحدیث" کو خریدنے کی مذمت فرمائی، (2) مخرب اخلاق آڈیو اور ویڈیو کیسٹ یقیناً لہو الحدیث کے دائرہ میں آتے ہیں، اس لئے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ فلموں اور مخرب اخلاق باتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔

ویڈیو گیم کھیلنے کا حکم

سوال:- (2128) ویڈیو گیم کھیلنے کا کیا حکم ہے؟ آج کل کمپیوٹر میں بھی اس کی سہولت ہے اور بچے بہت شوق سے یہ گیم کھیلتے ہیں۔ (محمد نقیب عالم، قاسمی)

جواب:- سنا ہے کہ ویڈیو گیم میں بعض اوقات تصویریں بھی ہوتی ہیں، اس صورت کا

---

(1) رد المحتار: ۹/۵۰۲-۵۰۳۔

(2) لقمان: ۶۔

ناجائز ہونا تو ظاہر ہے، اس کے علاوہ اس کھیل کی بھی ایک لت پڑ جاتی ہے، اس میں بچے کئی کئی گھنٹے اسے کھیلتے رہتے ہیں، گویا اس میں اوقات بھی ضائع کرنا ہے اور پیسوں کا بھی، بچوں کی تعلیم پر بھی اس کا نہایت مضر اثر پڑ رہا ہے، لہٰذا اگر پیسوں کی شرط اور بازی کے ساتھ نہ بھی کھیلا جائے تب بھی مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ فقہاء نے شطرنج کو تضییع اوقات کی وجہ سے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

تصویر کے احکام

اخبارات میں عازمین حج کی تصویریں

سوال:- {2129} آج کل حجاج کرام کی تصویریں اخبار میں چھپتی ہیں، اور انہیں ٹی وی پر دکھایا جاتا ہے، نیز مرد کے ساتھ عورتیں بھی ہوتی ہیں، کیا حاجیوں کے لئے اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟ (شبنم خانم، عادل آباد)

جواب:- جاندار چیزوں کی تصویر اسلام میں حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ہوگا:

" أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهئون بخلق الله " (۱)

پھر عبادت میں اخلاص مطلوب ہے، اور اخبارات اور ٹی وی کے ذریعہ اپنے حج کی تصویر اخلاص کے منافی اور ریاء و نمائش کا مظہر ہے، اس لئے حجاج کرام کو ایسی باتوں سے سخت اجتناب

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۵۹۵۴، عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها۔

کرنا چاہئے، ورنہ اندیشہ ہے کہ دکھاوے کی وجہ سے وہ حج کے اجر سے محروم ہو جائیں، اور تصویر کشی کی وجہ سے اللہ کے نزدیک مزید گنہگار قرار پائیں، ہاں پاسپورٹ وغیرہ کے لئے تصویر کھینچا سکتے ہیں، کہ یہ ایک ضرورت اور مجبوری ہے۔

بیت اللہ اور مسجد نبوی کی تصویروں کے ساتھ انسانی تصویریں

سوال:- {2130} آج کل بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی بڑی بڑی تصویریں تبرکاً دیوار پر لگائی جاتی ہیں، جس میں حجاج کی تصویریں بھی ہوتی ہیں، کیا ایسی تصویریں آویزاں کرنا جائز ہے؟ (شمیم خانم، عادل آباد)

جواب:- کعبۃ اللہ، مسجد حرام، مسجد نبوی یا دوسری عمارتوں کی جاندار سے خالی تصویریں لگانا جائز ہے، اگر حجاج کی ایسی تصویریں ہوں کہ صورتیں نظر نہ آتی ہوں تو اس کی بھی گنجائش ہے، اگر صورتیں نمایاں ہوں تو ایسی تصویریں آویزاں کرنا قطعاً جائز نہیں، گو وہ مسجد حرام کے ساتھ ہوں۔

" ولو كانت الصورة صغيرة بحيث لا تبدو للناظر لا يكره ، لأن الصغار جدا لا تعبد " (1)

کیمرے کی تصویر

سوال:- {2131} ۲؍فروری جمعہ کے منصف میں ارشاد نبوی ﷺ نقل کیا گیا ہے کہ جس مکان میں تصویر اور کتے ہوں، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، تو کیا اس تصویر سے صرف دیواروں کی تصویر مراد ہے یا وہ تصویر بھی جو کیمرے

(۱) الهداية مع فتح القدير : ۱/۳۱۵۔

سے لی جاتی ہے؟

(محمد عرفان اللہ، مرزا امین بیگ، خواجہ نجم الدین، نعیم بریم نگر)

جواب:- تصویر سے مراد کسی شخص کی صورت بنانا ہے، خواہ اس کا مجسمہ بنایا جائے، یا دیواروں پر پینٹ وغیرہ کے ذریعہ تصویر بنائی جائے، یا کیمرے کے ذریعہ عکسی تصویر کھینچی جائے، یہ تمام صورتیں اس میں داخل ہیں، اور بلا ضرورت تصویر کھینچنے اور کھنچوانے والے لوگ اس وعید کے مصداق ہیں اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو اس بری بات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مصور نوٹ اور سکے

سوال:- {2132} پیغمبر اسلام ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس گھر میں تصویر ہوگی وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوں گے، حکومت سعودی عربیہ ایک اسلامی مملکت ہے، تو کیوں کر اس نے کرنسی نوٹوں پر جاندار کی تصویر رکھی ہیں، جب کہ اسلام میں بت تراشی، مجسمہ سازی، اور جاندار کی تصویر کشی سے ممانعت کردی گئی ہے؟ (عثمان لاری، جائی نگر کالونی)

جواب:- یہ سوال تو آپ کو سعودی حکومت کے نمائندوں سے کرنا چاہئے، شریعت میں کسی چیز کے جائز اور ناجائز ہونے کی بنیاد مسلمانوں کا عمل نہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام ہیں، البتہ بعض فقہاء نے ایسی تصویروں کو جو سایہ دار نہ ہوں جائز قرار دیا ہے، سایہ دار تصویروں سے مراد مجسمے ہیں، (1) بعض عرب علماء نے اسی قول کو لیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حدیث سے بلا تفریق تصویر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، اور بیشتر عرب علماء کی بھی یہی رائے ہے۔

البتہ کیا مصور سکوں اور کرنسی نوٹوں کی وجہ سے بھی فرشتے گھروں میں داخل نہیں ہوں گے؟

---

(1) تفصیل کے لیے دیکھئے: جواہر الفقہ، التصویر لأحکام التصویر۔ محشی۔

اس سلسلہ میں محدثین کی آراء مختلف ہیں، امام نووی کا خیال ہے کہ یہ صورت بھی فرشتۂ رحمت کے آنے میں مانع ہے، اور مشہور محدث قاضی عیاض کی رائے اس کے برخلاف ہے:

" واختلف المحدثون في امتناع ملائكة الرحمة بما على النقدين فنفاه عياض واثبته النووي " (۱)

خیال ہوتا ہے کہ قاضی عیاض کی رائے زیادہ درست ہے، اس لیے کہ کرنسی نوٹ کو اپنے پاس اور اپنے گھر میں رکھنا ایک ضرورت ہے، اور اس کے بغیر پیسوں کی حفاظت ممکن نہیں، اس لیے ایسی صورت میں نوٹ یا پاسپورٹ وغیرہ کا گھر میں رکھنا فرشتۂ رحمت کی آمد کے لیے مانع نہ ہونا چاہیے۔

تصویر کشی

سوال:- (2133) میں بی کام کا طالب علم ہوں میں نے کالج میں مختلف مقابلوں میں حصہ لے کر پہلا مقام حاصل کیا، کھیلوں میں جیسے فٹبال اور باکسنگ ہے جب انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں تب تصویر وغیرہ لیتے ہیں خصوصی مہمان کے ساتھ اور استاد کے ساتھ، تو کیا یہ تصویر لینا گناہ ہے، کیا ایسے مقابلوں میں ایک دو تصویر کھینچی جاسکتی ہے؟

(سلیم، پرانی حویلی)

جواب:- حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (۲)

---

(۱) رد المحتار: ۲/۴۱۹۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۵۹۵۰، محشی۔

یہ اور اس مضمون کی متعدد احادیث شریفہ کی بناء پر فقہائے امت نے فرمایا کہ کسی بھی جاندار کی تصویر کھینچنا، کھنچوانا، کسی حال میں جائز نہیں ہے، خواہ ہاتھ کے ذریعہ یا قلم سے ہو یا فوٹو سے، پریس پر چھاپ کر ہو یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھال کر، البتہ پاسپورٹ وغیرہ کی شدید ضرورت کے لئے اس کے کھنچوانے کی شرعاً گنجائش ہے؛ لہذا استقبالوں، نرسنگوں اور غیر ضروری مواقع میں اس کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

ضرورت کے وقت تصویر

سوال:- {2134} ضرورت کے وقت تصویر کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟ (سید حفیظ الرحمٰن، نظام آباد)

جواب:- ضرورت کے تحت جیسے پاسپورٹ، شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تصویر کھینچنا جائز ہے، بلا ضرورت کھینچنا جائز نہیں۔(۱)

اولیاء اللہ کی فرضی تصویریں

سوال:- {2135} اسلام میں کسی بھی تصویر کا مکان میں لگانا کیسا ہے؟ کیا ولی اللہ کی تصویریں جو آج کل بازاروں میں فروخت کی جاتی ہیں، جیسے پانچ پیروں کی تصویریں، براق یا امام حسین کی یا ان کے گھوڑے کی تصویر وغیرہ کا لگانا کیسا ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(خان مقصود خان، پھولانگ، نظام آباد)

جواب:- تصویر کشی حرام ہے،(۱) اور جن بزرگوں کی فرضی تصویریں لگائی جاتی ہیں،

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۵۹۵۴۔ محشی۔
(۲) فتح الباری شرح البخاری: ۱۰/۴۰۲۔ محشی۔

ان کی حقیقی تصویریں بھی موجود نہیں، کیونکہ اس دور میں تصویر کشی کے وسائل ہی ایجاد نہیں ہوئے تھے، تو یقیناً یہ فرضی تصویر ہے اور ان بزرگوں کی طرف اس تصویر کی نسبت بہتان تراشی میں داخل ہے، اس لئے یہ دوہرا گناہ ہے۔

مسجد میں ویڈیو گرافی

سوال:- (2136) کیا مساجد کے اندر اجتماع کے دوران کسی مقرر کی ویڈیو گرافی کی جاسکتی ہے؟　(سعید، ظہیر آباد)

جواب:- جاندار کی تصویر لینا حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔(1) ایک تو تصویر کھینچنا خود گناہ ہے، اور مسجد جیسی مقدس جگہ میں اس کا ارتکاب یقیناً گناہ بالائے گناہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

مذہبی جلسہ کی ویڈیو گرافی

سوال:- (2137) ابھی حال ہی میں ایک مسجد کے اندر جلسۂ سیرت النبی ﷺ، تقسیم انعامات کی ویڈیو گرافی کی گئی، اس نیت سے کہ اس ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دیگر مدارس کے طلباء وطالبات کو بھی کچھ سکھلایا جاسکے، دوران ویڈیو گرافی و جلسہ ایک حافظ صاحب نے کھڑے ہو کر "یہ حرام ہے، ناجائز" وغیرہ وغیرہ کہہ کر سارے جلسے کو درہم برہم کردیا، از روئے شریعت یہ ویڈیو گرافی جائز ہے یا ناجائز؟

(قاری ایم ایس خان، صدر دو اکبر باغ)

---

(1) صحیح البخاری: ۲/۸۸۰۔

جواب:- شریعت میں کسی بات کے جائز ہونے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں، اول یہ کہ کام کا مقصد درست ہو، اور خلاف شرع نہ ہو، دوسرے اس مقصد کے لیے جو ذریعہ اختیار کیا جائے وہ بھی جائز ہو، اگر مقصد نیک ہو، لیکن اس کے حاصل کرنے کے لیے طریقہ غیر شرعی اختیار کیا جائے تو یہ بھی گناہ ہے، مثلاً: کوئی غریبوں کی مدد کے لیے ڈکیتی کرے، بیماروں کو علاج میں مدد دینے کے لیے رقص کر کے پیسہ وصول کرے، تو گویا مقصد نیک ہے، لیکن چوں کہ اس کے لیے ناجائز اور غیر شرعی ذریعہ اختیار کیا گیا ہے، اس لیے یہ گناہ ہی کا باعث ہوگا نہ کہ ثواب کا۔

لوگوں کو دین کی باتیں سکھانا، اور سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب دینا یقیناً نہایت نیک کام اور اجر وثواب کا باعث ہے، لیکن اس کے لیے تصویر کشی اور فوٹو گرافی جائز نہیں، بلا ضرورت شرعی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا گناہ کبیرہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس گھر میں تصویر ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے''(۱)

ایک حدیث میں ہے:

" أشد الناس عذابا عند الله المصورون " (۲)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب کے مستحق تصویر کشی کرنے والے ہیں''

تصویر کھینچنے اور کھنچانے کی مذمت پر بکثرت روایات موجود ہیں، اور مسجد جیسی مقدس اور مبارک جگہ میں تصویر کشی تو گناہ بالائے گناہ ہے، اس لیے حافظ صاحب کا تو کنا درست ہے۔ اور آئندہ اس سے خوب احتیاط کرنی چاہیے، دین کو سیکھنے سکھانے کا مقصد تصویر کے بغیر بھی زیادہ بہتر اور موثر طریقہ پر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

---

(۱) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۵۹۴۹، باب التصاوير، صحيح مسلم، عن أبي طلحة ﷺ، حدیث نمبر:۵۶۵۰، باب عذاب المصورين يوم القيامة۔ محشی۔

(۲) حوالہ سابق۔ محشی۔

مذہبی جلسہ کی ویڈیو گرافی کے بارے میں ایک غلط فہمی

سوال:- (2137) آپ کے اخبار منصف میں مورخہ ۱۹؍ مارچ ۱۹۹۹ء کو مذہبی جلسہ کی ویڈیو گرافی کے عنوان سے ایک سوال کا جواب آیا ہے، اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، دو سال قبل اسی سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر نائک سے سوال کیا گیا، کیوں کہ ان کے جلسوں میں ویڈیو گرافی اور فوٹو گرافی ہو رہی تھی، انہوں نے کہا کہ یہ عکس ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ اپنے تخیل سے تصویر کشی منع ہے، چنانچہ آج کل تو پاسپورٹ پر بھی فوٹو ہوتے ہیں، جن کے بغیر کوئی حج نہیں کرسکتا۔

(محمد فصیح الدین چاند، آرکیٹکٹ، سکندرآباد)

جواب:- جناب ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب ماشاء اللہ مذہب کے تقابلی مطالعہ پر اچھی نظر رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کام میں خوب خوب برکت عطا فرمائے، لیکن میرے علم کے مطابق فقہ اور حدیث ان کا موضوع نہیں، اس لیے ان مسائل کی بابت آپ کو کسی مستند مفتی ہی سے رجوع کرنا چاہیے اور وہی اس بارے میں آپ کی صحیح رہنمائی کرسکتا ہے، ویڈیو گرافی اور فوٹو گرافی کو عکس قرار دینا صحیح نہیں، عکس وہ صورت ہے جس میں ٹھہراؤ اور جماؤ نہ ہو، جیسا کہ پانی یا آئینے میں ہوتا ہے۔(۱) ویڈیو گرافی اور فوٹو گرافی میں یہ صورت نہیں ہوتی، بلکہ صاحب تصویر کی

(۱) اسی طرح آج کل ٹی وی میں ایسے پروگرام آتے ہیں کہ جو راست نشر ہوتے ہیں، جیسا کہ بعض کرکٹ وغیرہ کھیل، اور بعض ٹی وی جیسا Qtv وغیرہ میں مذہبی پروگرام وغیرہ راست بغیر ریکارڈ کے نشر ہوتے ہیں، اسی طرح کے نشر کو عکس کہا جاسکتا ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس میں بھی اگر پہلے ویڈیو کارڈ لے کر بعد میں نشر کریں تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ مرتب۔

صورت ریل میں محفوظ ہوجاتی ہے، اور جماؤ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، حدیث میں یہ بات کہیں نہیں آئی کہ صرف خیالی تصویریں ناجائز ہیں، مطلق تصویر کی ممانعت اور مذمت وارد ہوئی ہے، (۱) خواہ کسی خاص شخص کی تصویر اتاری جائے یا خیالی تصویر کشی کی جائے —— پاسپورٹ کے لیے فوٹو کھینچانا ایک مجبوری ہے، اور مجبوری کی وجہ سے عارضی اور وقتی طور پر ناجائز باتوں کی بھی گنجائش پیدا ہوجاتی ہے، (۲) اس لیے اس کو دلیل بنانا درست نہیں۔

تصویر لٹکانا

سوال:- (2139) ہمارے محلے کے قریب کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں جن کا ذریعہ معاش لیڈیز ٹیلرنگ ہے، انہوں نے دوکان پر ایک خاتون کی تصویر بھی لٹکا رکھی ہے، کیا یہ درست ہے؟ (ایم، جے اقبال، ناندیڑ)

جواب:- تصویر لٹکانا حرام ہے، حضرت ابوطلحہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں کتا ہو یا تصویر ہو اس میں فرشتۂ رحمت داخل نہیں ہوتے، (۳) اس لیے آپ حضرات امام صاحب کو سمجھائیں کہ وہ اپنے درجہ ومقام کا لحاظ کرتے ہوئے ایسے کاموں سے بچیں کہ تصویر لٹکانا تو عمومی گناہ ہے، اور کسی امام کی شان سے بالکل فروتر ہے۔

فوٹو کے فریم بنانا

سوال:- (2140) ہمارے ایک دوست فوٹو فریم کرنے کا کاروبار کرتے ہیں، ہندو دیوی دیوتاؤں کے فوٹو بھی

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۵۴۔ محشی۔
(۲) البقرۃ: ۱۷۳۔ محشی۔
(۳) صحیح البخاری: ۲/۵۰۲۔

فریم کرتے ہیں، لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ کاروبار ناجائز ہے،
براہ کرم آپ وضاحت کردیں۔　(سید طاہر علی، حافظ بابا نگر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے تصویر کشی پر سخت عذاب کی تنبیہ فرمائی ہے،(۱) فوٹو فریم کرنے میں ایک گناہ کا تعاون ہوتا ہے، اور اللہ تعالی نے گناہ میں تعاون کرنے سے منع فرمایا ہے،(۲) دیویوں، دیوتاؤں کا فریم بنانے میں تو اور بھی سخت گناہ ہے، کیونکہ یہ شرک میں تعاون ہے،اس لئے آپ اپنے دوست کو مشورہ دیں کہ وہ اس کے بجائے کوئی دوسرا کاروبار اختیار کریں، ہاں فوٹو کے علاوہ دوسری چیزوں کے فریم بنانا جائز ہے،اس میں کوئی قباحت نہیں۔

شادی میں فوٹو اور ویڈیو گرافی

سوال:- {2141} شادی بیاہ کے موقع پر فوٹو اور ویڈیو گرافی کا کیا حکم ہے؟ آج کل دلہن کے کمرے میں بہت سی خواتین موجود ہوتی ہیں، اور ان کی ویڈیو لی جاتی ہیں، کھانا کھانے کے وقت بھی ویڈیو لیا جاتا ہے، جس میں بعض دفعہ علماء کرام ومشائخ عظام بھی موجود ہوتے ہیں، کیا شریعت میں اس کی کچھ گنجائش ہے؟　(محمد عبدالستار رتنا، وقار آباد)

جواب:- تصویر کشی کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے،اور شادی کے موقع پر جو تصویر کشی کی جاتی ہے، اس میں چوں کہ غیر محرم عورتیں بھی ہوتی ہیں، اس لیے ایسی تصویروں کی حرمت زیادہ شدید اور اس کا گناہ اور بڑھا ہوا ہے،یہ بات غیرت کے بھی خلاف ہے کہ ایک مسلمان لڑکی جو دیدہ زیب لباس اور اسباب زینت سے آراستہ ہو، وہ ویڈیو میں آئے اور دوسرے مردوں کی نگاہوں کا نشانہ بنے،اس میں فتنہ کا بھی اندیشہ ہے، اس لیے شادی بیاہ کے موقع پر مروجہ فوٹو

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۵۰، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ۔
(۲) المائدۃ: ۲۔ محشی۔

گرافی اور ویڈیو گرافی سخت گناہ اور حرام ہے، اور اس سے مکمل اجتناب واجب ہے، رہ گیا کسی عالم یا شیخ کا اس میں شریک ہونا، تو یقیناً ایسے شادیوں میں علماء و مشائخ کی شرکت نہایت ہی افسوسناک ہے، اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ احکام شریعت کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے نہ کہ ہم جیسے کوتاہ عمل لوگوں کے عمل پر۔

فحش تصویریں اور ویڈیو

سوال:- (2142) مرد اور عورتوں کی برہنہ تصویریں یا ویڈیو جو نقلی یا عکسی یا Duplicate ہوتے ہیں، اور ان میں کوئی سچائی نہیں ہوتی، کو دیکھنا جائز ہے؟

(ایک قاری، حیدرآباد)

جواب:- اولاً تو تصاویر اور ویڈیو واقعات پر مبنی ہوتے ہیں، نہ کہ خیالات پر، جو حرکت وقوع میں آتی ہے، تصویر یا فلم کے ذریعہ اسی کو محفوظ کرتا ہے، اس لیے یہ کہنا کہ اس میں کوئی سچائی نہیں، قطعاً غلط ہے، بیوی کے علاوہ کسی عورت کا اور خاص کر اجنبی عورت کا چہرہ تک دیکھنا جائز نہیں، چہ جائے کہ تصویر اور فلم کے واسطے سے سہی، پورا جسم دیکھا جائے، پھر ان تصویروں کا مقصد نفسانی ہوس کی تسکین اور بداخلاقیوں کی ترغیب ہے، جو ظاہر ہے کہ اسلام کے مزاج و مذاق کے بالکل ہی مغائر ہے؛ بلکہ یہ تو انسانیت اور انسان کی جانب ودیعت کی ہوئی شرم و حیاء کے بھی خلاف ہے۔

ٹی وی پر کعبہ کی تصویر لگانا

سوال:- (2143) جس گھر میں ٹی وی ہو، اور سگریٹ نوشی ہو، کیا اس گھر میں کعبۃ اللہ شریف کی تصویر اوپر کے حصہ میں لگائی جاسکتی ہے؟　　(حافظ محمد حسن علی، جگہ نامعلوم)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے جاندار چیزوں کی تصویر سے منع فرمایا ہے۔(۱) درختوں، عمارتوں وغیرہ کی تصویر میں کچھ حرج نہیں، اس لیے بطور محبت اور احترام کعبۃ اللہ کی تصویر گھر میں لگانا جائز ہے۔ ٹی وی، ریڈیو اور سگریٹ نوشی کا مشاہدہ کرتا ہوں کہ اس تصویر کی اہانت نہیں، اس لیے بجائے خود کعبہ کی تصویر آویزاں کرنا درست ہے، البتہ گھر میں ٹی وی رکھنے سے یوں بھی بچنا چاہیے، کہ اس کے نقصانات اس کے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں، ریڈیو سے اگر گانا نہ سنا جائے تو جائز ہے، اور سگریٹ صحت کے لیے نقصان دہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، لہٰذا اس سے بہرحال بچنا چاہیے۔

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر:۵۹۳۹، باب التصاویر۔ محشی۔

جائز و ناجائز کھانے کی چیزیں

غیر مسلم کے برتن سے پانی پینا

سوال:- (2144) کافر جس برتن سے پئے، بغیر دھوئے اس سے پینے کا کیا حکم ہے؟ (سید، فاطمہ، ناندیڑ)

جواب:- اگر برتن ناپاک ہو، یا شراب لگی ہوئی ہو، یا کوئی ایسی چیز جس کا کھانا اور پینا شریعت میں حرام ہو، تب تو اس برتن کو دھوئے بغیر اس سے کھانا پینا جائز نہیں، اور اگر ایسا نہ ہو تو برتن کا دھو لینا بہتر ہے، کیوں کہ غیر مسلم بھائیوں کے یہاں پاک کرنے کے وہ اصول نہیں ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے، تاہم اگر بغیر دھوئے کھا پی لیں، تب بھی حرج نہیں:

"قال محمد : و يكره الأكل و الشرب في أواني المشركين قبل الغسل و مع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز ألخ" (1)

---

(1) الفتاوى الهندية: ۵/۳۴۷۔

کول ڈرنک اور الکحل

سوال:- (2145) کولڈ ڈرنکس جیسے Thums Up
Pepsi وغیرہ مشروبات میں سنا ہے کہ الکحل ہے، تو کیا ان
کولڈ ڈرنک کا پینا جائز ہوگا؟ (ع، ر، یاسر، عادل آباد)

جواب:- ان مشروبات میں میرے علم کے مطابق الکحل نہیں، بلکہ سوڈا ڈالا جاتا ہے، اس لیے جب تک تحقیق نہ ہو جائے، محض اندازہ وقیاس پر یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس میں الکحل ہے، مناسب ہوگا کہ آپ کسی لیبارٹری سے تحقیق کرائیں کہ کیا واقعی ان میں الکحل پایا جاتا ہے؟

گوشت کتنی مرتبہ دھونا چاہئے؟

سوال:- (2146) گوشت کو پکانے سے پہلے کتنی
مرتبہ دھونا چاہئے؟ (فرحانہ بیگم، پارس)

جواب:- گوشت خود پاک ہے، اگر گوشت میں خون وغیرہ نہ لگا ہو تو اس کا دھونا ضروری نہیں، لیکن اگر رگوں کا بہتا ہوا خون گوشت میں لگ گیا ہو تو دھونا واجب ہے، تین مرتبہ دھونا چاہئے:

"إن كان قليل الغليان يطهر اللحم بالغسل
ثلاثا" (1)

غیر مسلم ہوٹلوں میں کھانا

سوال:- (2147) کبھی ہم غیر مسلم ہوٹل میں کھانے
کے لئے جاتے ہیں سامنے دیوتاؤں کی فوٹو لگی رہتی ہے، تو کیا

---

(1) رد المحتار: ۲/۵۲۵۔

اس ہوٹل میں کھانا کھانا درست ہے؟

(فاروق محمد متین احمد، ودگیر)

جواب:- غیر مسلم اپنے عقیدہ کے مطابق اگر مورتیاں آویزاں کریں، لیکن کھانا اس پر چڑھایا ہوا نہ ہو اور پکوان کا مورتیوں سے کوئی تعلق نہ ہو، تو ایسی جگہ کھانا کھانے میں مضائقہ نہیں، کیوں کہ اعتقادی اسباب کے تحت دو ہی صورت میں کھانا حرام ہو جاتا ہے، یا تو ذبیحہ ہو اور غیر اللہ کے نام ذبح کیا گیا ہو یا کسی اور نوعیت کا کھانا ہو اور اسے بتوں پر چڑھایا گیا ہو، شرعی طریقہ پر ذبح کیا ہوا گوشت بھی اگر بتوں پر چڑھایا جائے، تو اس کا کھانا بھی حرام ہوگا، یہاں ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں پائی جاتی، اس لئے ایسے ہوٹلوں میں بھی کھانا درست ہے۔

حلال جانور کے فوطے

سوال:- {2148} کسی بھی حلال جانور کے فوطوں کا کھانا جائز ہے؟

(بی، ایم حسین، مشیر آباد)

جواب:- فوطے ان سات اعضاء میں سے ہیں جو حلال جانوروں کے بھی حرام ہیں، (۱) اس لیے ان کا کھانا قطعاً جائز نہیں۔

بوٹی (اوجھ) حلال ہے یا حرام؟

سوال:- {2149} بکرے یا کسی حلال جانور کی اوجھڑی یعنی بٹ، ہزار خانہ، سردان اور آنتیں، جن کو عرف عام میں بوٹی کہتے ہیں، ان کا کھانا حلال ہے یا مکروہ؟ میں نے سنا ہے کہ اس کے کھانے سے چالیس دن تک نماز قبول

(۱) بدائع الصنائع: ۱۹۰/۴۔

نہیں ہوتی۔ (امین الدین، یاقوت پورہ)

جواب:- حلال جانور کے سات اجزاء کا کھانا حرام ہے، بہتا ہوا خون، نر و مادہ کی شرمگاہیں، فوطے، گردہ لگا ہوا گوشت، مثانہ اور پت۔(۱) بوٹی چوں کہ ان سات اجزاء میں شامل نہیں، اس لیے اس کا کھانا حلال ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس جانور کو حلال کیا ہے، اس کے کسی حصہ کے حرام ہونے پر جب تک کوئی دلیل موجود نہ ہو، وہ حلال ہی ہوگا، اور بوٹی کے حرام ہونے کا قرآن وحدیث میں کہیں کوئی ذکر نہیں، یہ بات کہ اس کے کھانے سے چالیس دنوں کی نماز مقبول نہیں ہوتی، بے اصل ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

گوہ حلال ہے یا حرام؟

سوال:- (2150) میرے ایک دوست نے کہا ہے کہ گھوڑ پھوڑ کھانا حرام نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر یہ جانور کھایا گیا، آپ ﷺ نے خود تو تناول نہیں فرمایا، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے منع بھی نہیں فرمایا، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ (سید عبدالحمید، چندرائن گٹہ)

جواب:- یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ میں اسے حرام قرار دیتا ہوں اور نہ کھاتا ہوں، "لا آکلہ و لا احرمہ" (۲) لیکن یہ حکم ابتدائی دور کا ہے، بعد کو تمام درندہ جانور حرام قرار دیئے گئے، درندہ جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو سامنے کے دانتوں سے اپنا شکار کھاتے ہیں، چنانچہ روایت ہے: "نهى عن أكل ذي ناب من السباع" (۳) اس اعلان حرمت کے

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع ۱۹۰/۳۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۷۹۰۔

(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۵۳۰۔

دائرہ میں گوہ بھی آجاتا ہے، چنانچہ بواسطہ امام ابوحنیفہؒ نہایت ہی قوی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ

کسی صاحب نے ان کو تحفۃً گوہ بھیجا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا، پھر ایک سائل آیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چاہا کہ یہ اس سائل کو دے دیں، آپ ﷺ نے فرمایا، جو تو خود نہیں کھاتیں، کیا وہ دوسروں کو کھلانا چاہتی ہو؟ (۱)

اس لئے بظاہر یوں لگتا ہے کہ ابتداء میں گوہ کی ممانعت نہیں تھی، لیکن بعد میں اسے حرام کردیا گیا، اسی میں احتیاط ہے، اور یہی امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے۔ (۲)

زندہ دنبے کی دم کاٹنا

سوال:- {2151} دنبے کی دم پر گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے، اس کو زندہ حالت میں نکالا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(عاشق الٰہی، مرادآباد)

جواب:- یہ جانور کے لیے نہایت تکلیف دہ طریقہ ہے، اہل عرب بھی اسی طرح کا عمل کیا کرتے تھے اور خاص کر اونٹ کی بھرپ کوہان کاٹ کر پکاتے اور کھاتے تھے، آپ ﷺ نے اس وحشیانہ طریقے سے منع فرمایا، (۳) اس لیے دنبے کی دم زندہ حالت میں گوشت حاصل کرنے کے لیے کاٹنا قطعاً جائز نہیں اور کاٹ لیا جائے تو مردار کے حکم میں ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔

(۱) کتاب الآثار، حدیث نمبر: ۸۱۶۔
(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۹/۳۷۰، کتاب الذبائح۔ محشی۔
(۳) بیهقی: ۹/۵۶۱۔ محشی۔

مردار مچھلی کب اور کیوں حلال ہے؟

سوال:- {2152} مری ہوئی مچھلی کیوں حلال ہے؟

(حکیم محمد غالب جراح، ٹولی پورہ)

جواب:- اول تو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ مری ہوئی مچھلیاں دو طرح کی ہوتی ہیں، ایک وہ جو کسی خارجی سبب کی بنا پر مری ہوں، جیسے: مچھلی کو پانی سے باہر نکال لیا گیا ہو، یا کوئی اور صورت اختیار کی گئی ہو کہ مچھلیاں مر جائیں، ان کا کھانا حلال ہے، دوسرے وہ مچھلی ہے جو کسی طبعی طور پر خود بخود پانی میں مر جائیں، اس کی علامت یہ ہے کہ یہ الٹی ہو کر سطح پر تیرنے لگتی ہے، ایسی مچھلی فقہاء احناف کے نزدیک حلال نہیں، کیوں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" ما ألقى البحر أو جزر عنه فكلوه و ما مات فيه وطفا فلا تأكلوه " (۱)

"جس مچھلی کو سمندر پھینک دے یا اس حصہ سے ہٹ جائے جہاں مچھلیاں ہیں، تو اسے کھاؤ، اور جو طبعی موت مر کر تیرنے لگے اسے نہ کھاؤ"

رہ گئی یہ بات کہ مچھلی ذبح کرنے کی ضرورت نہیں، کسی طرح ماری جائے، اس کا کھانا حلال ہے، تو اس لیے کہ ذبح کا اصل مقصود حیوانات کی رگوں میں پائے جانے والے بہتے ہوئے خون کو جسم سے نکال دینا ہے، مردار جانور میں یہ خون گوشت میں پیوست ہو جاتا ہے، جو انسانی صحت کے لیے نہایت ہی نقصان دہ ہے، مچھلی میں اس طرح کا بہتا ہوا خون نہیں پایا جاتا، اور اس کا گوشت سفید ہوتا ہے، اس لیے ان کے کھانے میں مضرت نہیں، مچھلی کاٹنے کے وقت جو دو چار

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۸۱۵، باب في أكل الطافي من السمك - محشی -

قطرہ خون نکل آتا ہے، یہ رگوں کا خون نہیں، بلکہ گوشت کا خون ہے، یہ خون نہ ناپاک ہے اور نہ رگوں میں بہتے ہوئے خون کی طرح نقصان دہ ہے۔

تاڑ کا پھل

سوال:- {2153} ہمارے علاقہ میں موسم گرما میں تاڑ کے پھل بڑی کثرت سے فروخت کئے جاتے ہیں، جس کو مسلمان اور غیر مسلم بھی خرید کر کھاتے ہیں، کیا ان پھلوں کا کھانا درست ہے۔؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ جب تاڑی پینا ناجائز ہے تو اس کا پھل کھانا کیسے جائز ہوگا۔

(محمد غوث الدین، حضور نگر)

جواب:- تاڑ کا پھل کھانا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، تاڑی تو نشہ کی وجہ سے ناجائز ہے، اور اس پھل میں نشہ نہیں ہوتا اس لئے اس کو ناجائز قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔

سڑا ہوا کھانا

سوال:- {2154} بعض دفعہ کھانا بچ جاتا، اور دیر ہونے کی وجہ سے کھانا سڑ جاتا ہے اور اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے تو یہ سڑا ہوا کھانا پاک ہوگا یا ناپاک؟

(ثمینہ بیگم، یاقوت پورہ)

جواب:- اگر کوئی چیز سڑ جائے اور اس میں بدبو پیدا ہو جائے تو اس کی وجہ سے وہ ناپاک نہیں ہوتی، البتہ اگر اس سے نقصان پہنچ سکتا ہو تو اس کا کھانا حرام ہوگا، اس لیے کہ صحت انسانی بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے، اور اس کی حفاظت شرعی فریضہ ہے، اسی لیے فقہاء نے سڑے ہوئے گوشت کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے اور گھی، دودھ، تیل وغیرہ کو حرام نہیں کہا ہے:

" واللحم إذا أنتن يحرم أكله و السمن و اللبن
و الزيت والسمن إذا أنتن لا يحرم "(۱)

البتہ فقہاء نے گوشت اور دودھ وغیرہ کا جو فرق کیا ہے وہ ان کے عہد کی معلومات پر مبنی ہے، موجودہ دور میں آج کی میڈیکل معلومات کی روشنی میں ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ کون کون سی چیزیں سڑنے کے بعد صحت انسانی کے لیے مضر ہوجاتی ہیں، ایسی تمام چیزیں حرام سمجھی جائیں گی۔

پان میں چونا

سوال:- {2155} پان میں چونا کھانا کیسا ہے؟ کیا شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں؟ (افتخار احمد، شکیہ، یوپی)

جواب:- اصل میں چونا مٹی کے قبیل سے ہے اور فقہاء نے مٹی کھانے سے منع فرمایا، اس لئے کہ وہ صحت کے لئے مضر ہے اور صحت اللہ تعالی کی امانت ہے، اس کی حفاظت ہر انسان کا اسلامی اور انسانی فریضہ ہے، لیکن اس کی اتنی مقدار جو صحت کے لئے مضر نہ ہو، کھائی جائے تو گناہ نہیں، فتاوی عالمگیری میں ہے:

" وإن كان يتناول منه قليلا أوكان يفعل ذالك
أحيانا لا بأس به "(۲)

'' اگر تھوڑی مقدار میں مٹی کھائے یا کبھی کبھی کھائے تو اس
میں کوئی حرج نہیں''

غالباً قدیم زمانہ میں بخاری کی مٹی بعض لوگ کھاتے تھے، چنانچہ فقہاء نے اس کی اتنی مقدار کی اجازت دی کہ صحت کو نقصان نہ پہونچے:

---

(۱) الفتاوی الهندية:۳۳۹/۵۔
(۲) الفتاوی الهندية:۳۳۷/۵۔

"وسئل عن بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه قال لابأس بذالك مالم يضره" (۱)

"بعض فقہاء سے بخاری کی مٹی کھانے کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر نقصان نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں"

مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی نے "نصاب الاحتساب" سے صراحت کے ساتھ پان میں چونا کھانے کی اجازت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند: لأنه قليل نافع فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها (۲)

ہندوستان میں کھائے جانے والے پتے (پان) کے ساتھ چونا کھانا مباح ہے، اس لئے کہ وہ کم مقدار میں ہے اور وہ مفید ہے اور مذکورہ پتے کا مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، پس پان میں چونا کھانا جائز اور درست ہے۔

کیا اوجھڑی کھانا مکروہ ہے؟

سوال:- (2156) حلال جانوروں کی اوجھڑی کا کھانا کیسا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا کھانا مکروہ ہے۔

(عبدالحمید، مہدی پٹنم)

---

(۱) الفتاوی الهندية : ۳۴۱/۵۔ ق۔

(۲) فتاوی عبدالحئی، ص: ۴۱۴۔

جواب:- حلال جانوروں کے سات اعضاء کے کھانے سے منع کیا گیا ہے، علامہ کاسانی اور بعض اور فقہاءؒ نے اس کا ذکر کیا ہے،(۱) اور امام عبدالرزاق نے "مصنف" میں اس سلسلہ میں ایک روایت بھی نقل کی ہے،(۲) ان اعضاء کے علاوہ کسی عضو کی کراہت یا حرمت میرے علم کے مطابق نہ حدیث میں مروی ہے، نہ فقہاء کے یہاں اس طرح کی بات ملتی ہے، ان سات اعضاء میں اوجھری کا ذکر ملتا نہیں، اس لیے اس کے کھانے میں قباحت نہیں۔

نہ نر نہ مادہ جانور

سوال:- {2157} ہماری بکری نے تین بچے دیے، جس میں ایک بچہ جو اس وقت آٹھ ماہ کا ہے، نہ وہ نر ہے، اور نہ مادہ، اس بچہ کو فروخت کرنا، یا اس کا گوشت فروخت کرنا اور کھانا، کیا جائز ہے؟ (محمد ابراہیم، مغل شاپ، امیر پیٹ)

جواب:- جو جانور حلال ہے، ان میں نر اور مادہ کی قید نہیں، اگر ان میں نر یا مادہ کے اعضاء مکمل طور پر نہ ہوں، یا دونوں ہوں، تب بھی وہ حلال ہیں، ان کا کھانا، ان کو فروخت کرنا، اور ان کی قیمت سے استفادہ کرنا درست ہے۔

کچھوا اور گوہ

سوال:- {2156} کیا کچھوا اور گھوڑ پھوڑ کھانا جائز ہے؟ کیونکہ میرے ایک دوست کہتے تھے کہ سعودی عرب میں لوگ اسے کھاتے ہیں، ان سے جواز کے سلسلہ میں پوچھا گیا تو جواب دیا کہ صحابہ کرام ﷺ اسے ایک مرتبہ کھا رہے

---

(۱) بدائع الصنائع ۱۹۰/۴، الفتاوی الهندية: ۲۹۰/۵۔ مرتب۔
(۲) مصنف عبد الرزاق: ۵۳۵/۴، حدیث نمبر: ۸۷۷۱۔

تھے کہ حضور ﷺ کا ان کے پاس سے گزر ہوا، صحابہ ؓ نے
کھانے کے لئے مدعو کیا تو آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی،
البتہ شریک نہیں ہوئے، تو آپ ﷺ کا خاموشی اختیار کرنا اس
کے جواز کی علامت ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

(مرزا انصار بیگ، تالاب کٹہ)

جواب:- بچھو اور گوہ (جس کو دکن میں لوگ گھوڑ پھوڑ کہتے ہیں) مکروہ تحریمی ہے، یعنی قریب بہ حرام، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا۔(۱) نیز قرآن نے خبیث چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور خبیث چیزوں سے ایسی چیزیں مراد ہیں کہ طبیعت سلیمہ ان کے کھانے سے اباء کرتی ہو اور ظاہر ہے کہ بچھو اور گھوڑ پھوڑ بھی ایسی چیزوں میں سے ہے کہ طبع سلیم کو اس کا کھانا گراں ہے، آپ نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے، اس روایت کے بارے میں اہل علم کا خیال ہے کہ اس کا تعلق ابتدائی دور سے ہے، ابتدائی دور میں بہت سی چیزیں حلال تھیں، جو بعد کو حرام کردی گئیں، گویا یہ حکم منسوخ ہے، جیسا کہ ابتداء میں گدھے کی اجازت تھی، بعد میں اس کا کھانا حرام قرار دیا گیا۔

جانور کے اعضاءِ تناسل کھانا

سوال:- {2159} حلال جانوروں کی شرمگاہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو کیا بطور دوا کے استعمال کرنا بھی درست نہیں؟

(محمد اسلم، سکندر آباد)

جواب:- حلال جانوروں کے بھی سات اعضاء کا کھانا حرام ہے، اور ان میں نر یا مادہ کے اعضاء تناسل بھی ہیں۔

---

(۱) فتح القدیر: ۸/۴۱۹۔

" فالذي يحرم أكله منه سبعة ... و الذكر
والأنثيان و القبل ألخ " (۱)

محض علاج یا محض قوت باہ میں اضافہ کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں، ہاں اگر کسی شخص کا علاج اس کے بغیر ممکن نہ ہو اور علاج نہ کرنے کی صورت میں جان جانے یا کسی عضو یا منفعت کے بالکل ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو اور اس کے سوا کوئی اور علاج ماہر مسلمان اطباء کی رائے میں ممکن نہ ہو تو بقدر ضرورت استعمال کی گنجائش ہے۔

چیونٹی کو مارنا

سوال:- (2160) ایک صاحب نے کہا کہ چیونٹی کو مارنا جائز نہیں، حالانکہ عام طور پر چیونٹی بہت تکلیف دہ ہوتی ہے، اس سلسلہ میں صحیح شرعی حکم کیا ہے؟ (رشید احمد، اونگول)

جواب:- چیونٹی چوں کہ باعث تکلیف بن جاتی ہے، اس لیے اس کو مارنا جائز ہے، اس مقصد کے لیے وہ دوائیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں، جو آج کل بنائی گئی ہیں، البتہ آگ میں جلانا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس سزا کا حق صرف اللہ ہی کو ہے (۲) اور فقہاء نے پانی میں ڈالنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

" لا بأس بقتل النمل ؛ لأنها من أهل الأذى و
يكره إيقاعها في الماء " (۳)

شوقیہ مچھلیوں کی پرورش

سوال:- (2161) کیا شوق کے لیے مچھلیوں کا پالنا

---

(۱) بدائع الصنائع:۳/۱۹۰، الفتاوی الهندية:۵/۲۹۰۔
(۲) صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۳۰۱۶،باب لا يعذب بعذاب الله ۔ محشی۔
(۳) الفتاوی الخانية:۳/۴۱۰۔

جائز ہے؟ میرے پاس ایک Aqurium ہے، جس میں ہر طرح کی مچھلیاں ہیں اور میں ان کی ہر طرح سے حفاظت کرتا ہوں، کیا یہ صورت جائز ہے؟　　(محمد وہاب الدین، ایاگنڈہ)

جواب:- اگر مچھلیوں کے پالنے کے لیے مناسب انتظام رکھا جائے کہ انھیں پانی، غذا اور آکسیجن کی تکلیف نہ ہو تو جائز ہے، حضرت انس ؓ کے چھوٹے بھائی ابوعمیر نے ایک گوریا پال رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا اور منع نہیں فرمایا۔(۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی جانور کی تفریح طبع کے طور پر پرورش کی جائے اور اس کی راحت کا خیال رکھا جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مچھر کو الکٹرک شاک کے ذریعہ مارنا

سوال:- (2162) مچھر کو دور کرنے کے لئے الکٹرک شاک کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ یہ خاص قسم کا آلہ ہوتا ہے، جو مچھر اس پر بیٹھے مکمل طور پر جل جاتی ہے۔

(خالد مسیح الدین، ناچلی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آگ سے جلانے کی سزا اللہ ہی کا حق ہے، اس لئے فقہاء نے کسی بھی جاندار کو جلا کر مارنے سے منع کیا ہے اور مکروہ قرار دیا ہے: ''و احراق القمل و العقرب بالنار مکروہ ''(۲) اس لئے اس طرح مچھر کو مارنے سے اجتناب کرنا چاہئے، البتہ آج کل جو دوائیں، اگربتی استعمال کی جاتی ہیں، ان کو استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۴۹۶۹۔

(۲) الفتاویٰ الهندیة:۵/۳۶۱۔

گٹکا، سگریٹ وغیرہ

سوال:- {2163} زردہ کا پان، گٹکا، سگریٹ نوشی یہ سب استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (مختار حسین، شمس آباد)

جواب:- زردہ اس سے زیادہ سگریٹ اور اس سے بھی بڑھ کر گٹکا صحت انسانی کے لیے نقصاندہ ہے، اس لیے اس سے بچنا واجب ہے اور اس کا استعمال مکروہ ہے،(۱) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نشہ آور اور صحت کے لیے مضرت رساں دونوں طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے اور اب ان چیزوں کا صحت کے لیے سخت نقصاندہ ہونا پوری طرح ثابت ہو چکا ہے۔

ہوائی جہاز کا کھانا اور مشروبات

سوال:- {2164} ہوائی جہاز میں گوشت اور مشروبات کے بارے میں یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ یہ حلال ہیں یا حرام، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ (عبدالبصیر، ملک پیٹ)

جواب:- مشروبات کے بارے میں حلال وحرام کا معلوم کرنا تو چنداں دشوار نہیں، لیکن گوشت کے بارے میں ایسی دشواری ہو سکتی ہے، ایسے مواقع پر اصول یہ ہے کہ اگر کوئی معتبر خبر دینے والا شخص موجود نہ ہو تو قرینہ سے فیصلہ کیا جائے اور قرینہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان ملک سے جہاز کی اڑان ہو تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ گوشت ذبیحہ کا ہوگا، اور غیر مسلم ملک سے جہاز چلا ہو تو غالب گمان اس کے حرام ہونے کا ہے، لہذا اس کی روشنی میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے، لیکن احتیاط بہر حال یہی ہے کہ جہاز اور ٹرین میں ویجیٹیرین (Vegiterian) کھانے کا اہتمام کریں اور نان ویجیٹیرین (Non Vegiterian) سے اجتناب کریں، راقم الحروف کا بھی یہی معمول ہے۔

---

(۱) " و یمنع من بیع الدخان و شربه " (رد المحتار: ۲۹۵/۵) محشی۔

ہریجن کے ہاتھ کا پکوان

سوال:- {2165} آج کل اسکولوں میں دو پہر کا کھانا ہریجن (SC) مرد اور عورت پکا رہی ہیں، مسلمان بچے کھانا نہیں کھا رہے ہیں، تو (SC) کے ہاتھ کا پکوان استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (ایکس، وائی، زیڈ)

جواب:- اسلام میں تمام انسان بھائی بھائی ہیں، اور ذات پات کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں، مسلمانوں کے ہاتھ کا پکوان کھانا جائز ہے اور غیر مسلموں کے ہاتھ کا بھی، رسول اللہ ﷺ نے خود غیر مسلموں کا پکوان بھی تناول فرمایا ہے۔(۱) اس لیے کسی انسان کے پکائے ہوئے کھانے سے اس کو حقیر سمجھتے ہوئے گریز کرنا قطعاً جائز نہیں، اور یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔

مشروم کا حکم

سوال:- {2166} بارش کے موسم میں ہمارے علاقہ میں کوڑے دانوں پر اور جہاں کچرا وغیرہ ڈالا جاتا ہے یا کھیتوں میں چھتری کی شکل میں ایک سفید چیز اُگتی ہے، جس کو سانپ کی چھتری سے تعبیر کیا جاتا ہے اور علاقائی زبان میں اس کو "بیلوڑ گو" کہا جاتا ہے، بعض لوگ اس کو سبزی کی طرح سالن بنا کر کھاتے ہیں، اور آج کل تو مارکٹ میں اس کی مانگ بھی بہت ہے، اور باضابطہ شکل میں اس کی کاشت بھی کروائی جارہی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۶۱۷۔

مسلمانوں کے لیے اس کا کھانا یا اس کی تجارت اور کاروبار کرنا
درست ہے یا نہیں؟

(محمد غوث الدین، دار العلوم محمدیہ، منصور نگر)

جواب:- نباتات یعنی زمین سے اگنے والی جتنی چیزیں ہیں وہ سب پاک اور حلال ہیں، ان کا کھانا بھی درست ہے، اوران کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، سوائے ایسی نباتات کے جو زہر اور مہلک ہوں یا جو نشہ آور ہوں، ان کا کھانا جائز نہیں اور نہ ان مقاصد کے لیے ان کی خرید وفروخت ہی درست ہے، دوسرے جائز مقاصد جیسے خارجی استعمال وغیرہ کے لیے ان کی فروخت بھی درست ہے، آپ نے جس پودے کا ذکر کیا ہے، میرے علم کے مطابق زہر یا نشہ آور نہیں ہے، اس لیے اس کی کاشت، اس کو کھانا اور فروخت کرنا جائز ہونا چاہئے، ویسے جو لوگ پودے اوران کی خصوصیت سے واقف ہیں، بہتر ہوگا کہ آپ ان سے تحقیق کرلیں۔(۱)

❁❁❁❁❁❁❁❁

(۱) اس پودے کی بہت سی اقسام ہیں، ان میں سے بعض پودے فائدہ مند بھی ہیں، البتہ اس کی بعض قسمیں نقصاندہ بھی ہوتی ہیں، اور عام طور پر یہ پودے تین جگہوں پر اُگتے ہیں، ایک زمین پر، دوسرے ان درختوں پر جو نیچے گر کر بوسیدہ ہوگئے ہوں، تیسرے زمین کے اندر، یعنی چھوٹے چھوٹے ٹیلوں میں زمین کے اندر ہی اُگتے ہیں، اوران میں زیادہ پھول نہیں ہوتا، بلکہ گیندوں کی شکل میں ہوتے ہیں، اس کو بلا خوف وخطر کھا سکتے ہیں، انسان کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا ہے، بلکہ فائدہ مند ہوتا ہے، جو پودے زمین کے اوپر اُگتے ہیں، وہ سفید بھی ہوتے ہیں، پیلے بھی اور بعض لال بھی، اس کی تحقیق کی ضرورت ہے، کیوں کہ ان میں بعض نقصاندہ ہوتے ہیں اور بعض فائدہ مند، میرے تجربہ کے مطابق جن پودوں پر پیلا پن یا کالا پن ہوتا ہے، اس کو بالکل نہیں کھانا چاہئے کیوں کہ اس میں زہر ہے، اور جو پودا دھان اور گیہوں کے سوکھے پودوں کے اندر سے اُگتا ہے اس کو بلا خوف وخطر کھا سکتے ہیں، اور تیسری قسم جو بوسیدہ درختوں پر اُگتے ہیں اس کو بالکل نہیں کھانا چاہئے، کیونکہ وہ انسان کے لئے نقصاندہ ہے۔ مرتب۔

نشہ آور اشیاء

ہوٹل میں چوری چھپے واردین کا شراب پینا

سوال:- [2167] آبادی سے تھوڑے فاصلے پر جالنہ اورنگ آباد ہائی وے روڈ پر ہمارا ہوٹل ہے، جس کو عام طور پر (ڈھابہ) کہا جاتا ہے، کھانا، چائے، مشروبات و دیگر کھانے کی اشیاء ہوٹل میں ہے، وہ ہم فروخت کرتے ہیں، بعض گاہک ایسے ہیں جو ساتھ میں چوری چھپے شراب لاکر پیتے ہیں، حالانکہ ہوٹل میں بورڈ آویزاں ہے کہ یہاں شراب پینا منع ہے، گورنمنٹ کی بھی پابندی ہے، اس کے باوجود پیتے ہیں، اس کے بعد کھانا وغیرہ کھاتے ہیں، ہم صرف ان کو کھانا مشروبات و دیگر اشیاء فروخت کرتے ہیں، شراب فروخت نہیں کرتے اور نہ ہمارے پاس اس کا پرمٹ ہے، اب سوال یہ ہے کہ ہم جو ان کو کھانا و دیگر کھانے کی اشیاء مشروبات وغیرہ فروخت کرتے

ہیں، اور اس سے ہمیں جو آمدنی ہوتی ہے وہ جائز ہے یا ناجائز، یعنی حلال ہوگی یا حرام؟ (محمد یوسف خان، جالنہ)

جواب:- جب آپ خود شراب فروخت نہیں کرتے، نہ ان کو شراب نوشی میں تعاون کرتے ہیں، صرف حلال اشیاء فروخت کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، تو یقیناً آپ کی آمدنی حلال ہے اور آپ اس سلسلہ میں گنہگار نہیں، البتہ جیسے آپ نے شراب کی ممانعت کا بورڈ آویزاں کر دیا ہے، اسی طرح زبانی بھی اس سے منع کرتے رہیں اور اگر کسی کے بارے میں آپ آگاہ ہو جائیں کہ وہ شراب پی رہا ہے یا پینا چاہ رہا ہے تو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اسے روکیں، حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے نہ روک پائے تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل میں روکنے کا ارادہ رکھے اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے، و ذالك أضعف الايمان "(1)

"بیئر" (Beer) بھی شراب ہے

سوال:-(2168) میرے چند دوستوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ بیئر (Beer) شراب نہیں ہے، اور اس کے پینے سے شریعت نے نہیں روکا ہے، اگر آپ اس کی تشریح کر دیں تو ان لوگوں کے لیے بھی بہتر ہوگا، جو اس غلط فہمی میں گناہ کبیرہ کر رہے ہیں۔ (رحیم خان، ورنگل)

---

(1) صحیح مسلم:۱/۵۱۔

جواب:- حقیقت یہ ہے کہ بیئر (Beer) بھی شراب ہی کی ایک قسم ہے، اور جو لوگ آگاہ ہیں، ان کا بیان ہے کہ فرق صرف اس قدر ہے کہ بیئر میں عام شراب کے مقابلہ الکحل کی مقدار کم ہوتی ہے، اس لیے جو لوگ نشہ کی لت میں مبتدی ہوتے ہیں، ان پر نشہ کی نسبتاً شدید کیفیت طاری ہوتی ہے، جو لوگ خوگر ہیں ان پر نشہ کی کیفیت نسبتاً خفیف ہوتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شی کی کثیر مقدار نشہ کا باعث ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے" "ما أسکر کثیرہ فقلیله حرام "(۱) اس لیے بیئر (Beer) بھی شراب ہی کی ایک قسم ہے، اور اس کا پینا حرام اور سخت گناہ ہے، آپ اپنے دوستوں کی غلط فہمی دور کریں، اور ان کو دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کر دینے والی اس برائی سے بچنے کی تلقین کریں۔ وباللہ التوفیق۔

کاروبار بڑھانے کے لیے شراب پلانا

سوال:- {2169} آج کل لوگ کاروبار کو بڑھانے کے لیے یا کسی کام کو حاصل کرنے کی غرض سے اس شخص کو شراب پلاتے ہیں، جس سے کام مل جاتا ہے، میرے دوست کہتے ہیں کہ پیسہ کمانا ہو تو اس طرح کرنا ہوگا، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ (عبداللہ، راجندر نگر کالونی، حیدرآباد)

جواب:- جس طرح شراب کا پینا حرام ہے، اسی طرح شراب پلانا بھی حرام ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت ہوتی ہے، ان میں شراب پینے والا بھی ہے، اور شراب پلانے والا بھی۔(۲) اس لیے آپ کے احباب کا مشورہ قطعاً نادرست اور ناقابل قبول ہے، آپ اسے ہرگز قبول نہ کریں، اور دنیا کی کچھ متاع حقیر کے لئے اپنے آپ کو خدا کی لعنت کا مستحق نہ ٹھہرائیں، اس طرح وقتی طور پر

---

(۱) سنن أبي داؤد، عن جابر رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۳۶۸۱، باب ما جاء في السکر۔ محشی۔

(۲) سنن ابن ماجة، ص: ۲۴۲۔

کچھ آمدنی ممکن ہے، لیکن یہ بے برکت پیسہ ہوگا، جو نفع سے زیادہ نقصان اور عافیت سے زیادہ آفت کو اپنے ساتھ لائے گا، حلال طریقہ پر گو آمدنی کم ہو، لیکن اس میں برکت بھی ہے اور عافیت بھی۔

نیرہ پینے کا حکم

سوال:- (2170) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ نیرہ جو جنگلات میں نکلتا ہے اس کو پینا جائز ہے؟ اس سلسلہ میں واقعی شرعی حکم کیا ہے؟ (محمد عبدالصمد صدیقی، گلبرگہ)

جواب:- غالباً نیرہ سے مراد تاڑ اور کھجور کے درخت سے نکالا جانے والا رس ہے، اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر اس میں جھاگ پیدا ہوگئی تو وہ نشہ آور ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں اس کا پینا جائز نہیں۔(۱)

جب تک جھاگ نہ اٹھے نشہ پیدا نہیں ہوتا، ایسی صورت میں اس کے پینے کی گنجائش ہے، کہا جاتا ہے کہ دھوپ پڑنے کے بعد اس سے جھاگ اٹھتی ہے، اس سے پہلے نہیں، یہ تو اصل مسئلہ ہے، لیکن اندیشہ یہ ہے کہ یہ مشروب کہیں اس کو نشہ آور نہ پہنچادے، پھر یہ احتمال بھی ہے کہ وہ نشہ سے بچ رہا ہے، لیکن دیکھنے والے سمجھیں کہ شاید یہ نشہ استعمال کر رہا ہے، اس طرح وہ اپنے آپ کو مقام تہمت میں ڈال رہا ہے، اور مواقع تہمت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا بہتر بات یہ ہے کہ ایسے نشہ آور مشروب کا سرے سے استعمال ہی نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(۱) دیکھئے: الهداية : ۴/۳۹۵، كتاب الأشربة، ط: پاکستان۔

دعوت وضیافت

دعوت قبول کرنے کے احکام

سوال:- {2171} جن شادیوں میں گانا بجانا، ریکارڈنگ ہو، کیا ان شادیوں میں شرکت کا جواز ہے؟ اسی طرح شادی سے پہلے شادی کے رسم کے نام سے ایک تقریب منائی جاتی ہے، کیا ایسی رسموں کی دعوت میں شرکت کرنا درست ہے؟

جن دعوتوں میں زیب و زینت کے لیے اسراف و فضول خرچی کی جاتی ہے، ان دعوتوں کو قبول کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح بچہ تولد ہونے کے چالیس دن بعد چلہ کی تقریب منائی جاتی ہے، کیا اس دعوت میں شرکت کرنے کی اجازت ہے؟

(اصغر علی، ملک پیٹ)

جواب:- عام حالات میں مسلمان کی دعوت قبول کرنی چاہئے اور بعض ان دعوتوں کو جو

سنت سے ثابت ہے، اگر بلا عذر رد کر دیا جائے تو فقہاء نے اسے معصیت تک قرار دیا ہے، (۱)
اب جہاں تک ان دعوتوں کی بات ہے جس میں کسی نوعیت کی قباحت پیدا ہو جائے تو یہ قباحت تین نوعیت کی ہے اور اسی لحاظ سے اس کے احکام بھی ہیں۔

کبھی یہ قباحت مال کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، یعنی داعی کے مال کے حرام ہونے کا شبہ ہے، اس مسئلہ میں فقہاء کہتے ہیں کہ جس کی کمائی کا غالب حصہ حرام آمدنی پر مشتمل ہو، اس کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں، سوائے اس کے کہ وہ وضاحت کر دے کہ میں نے دعوت کے لیے بطور خاص فلاں حلال ذریعہ سے مال حاصل کیا ہے۔

دوسری قباحت اعتقاد کے اعتبار سے پیدا ہوتی ہے، یعنی جس دعوت کی کوئی شرعی اصل نہیں، بلکہ وہ ایک عام قسم کی دعوت ہے اور اسے شرعی اور اسلامی طریقہ سمجھ کر انجام دیا جائے اور اس کے نہ کرنے والوں کو دینی لحاظ سے غیر صائب تصور کیا جائے، تو یہ دعوت بدعت ہوگی اور اس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

> " ولو دعي إلى دعوة فالواجب أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية و لا بدعة ... و الإمتناع اسلم في زماننا إلا إذا علم يقينا بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية " (۲)

> "اگر کسی دعوت میں مدعو کیا جائے اور وہاں معصیت اور بدعت نہ ہو تو قبول کرنا واجب ہے ... اور ہمارے زمانہ میں دعوت میں شریک نہیں ہونا ہی زیادہ قابل اطمینان ہے، جب تک کہ یقینی طور پر اس میں کسی بدعت اور معصیت کا نہ ہونا متحقق ہو جائے"

---

(۱) فتح القدیر: ۸/۴۲۸۔ محشی۔
(۲) الفتاوی الهندية: ۳/۱۱۵۔

شادی سے پہلے کی رسم اور چلہ وغیرہ کی دعوت کو اگر اسی طرح دینی تصور کے ساتھ انجام دیا جاتا ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہے اور بہتر ہے کہ اس سے گریز کیا جائے۔

تیسرے بھی قباحت اس دعوت میں ہونے والی حرکتوں سے پیدا ہوتی ہے، مثلاً ریکارڈنگ اور گانا بجانا وغیرہ —— ایسی دعوتوں کا حکم یہ ہے کہ عام لوگ (جن کی شرکت کو لوگ دلیل نہ بناتے ہوں) شریک ہو سکتے ہیں، اگر وہ روک سکیں تو روکیں اور ٹوکیں اور ممکن نہ ہو تو صبر کر لیں، لیکن بہتر ان کے لیے بھی احتراز ہے۔

اور بعض لوگ جن کی شرکت لوگوں کے لیے جواز کی دلیل بن جائے اور جن کو معاشرہ میں مقتدا اور پیشوا کا درجہ حاصل ہو، ان کے لیے تو کسی صورت جائز نہیں، اور ان کو وہاں سے نکل آنا چاہئے۔

پھر یہ سب بھی اس وقت ہے جب پہلے سے اس صورت حال کی اطلاع نہ ہو، اگر پہلے سے اس کی واقفیت ہو تب تو ہر دو افراد کے لیے اس کو قبول کرنا مناسب نہیں۔(۱)

ایسی دعوت جس میں اسراف و فضول خرچی ہو، قبول کرنی جائز ہے، البتہ ایک مسلمان بھائی ہونے کی حیثیت سے ایسے لوگوں کی تفہیم کرنی چاہیے، اور انہیں اس سے باز رہنے کی تلقین کرنی چاہئے —— اسی طرح غیر مسلموں کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس میں کسی حرام کھانے کا ظن غالب نہ ہو، چنانچہ خود سیدنا عمر فاروق ﷜ نے اپنے زمانہ میں دار الاسلام میں بسنے والے غیر مسلم اہل ذمہ سے بطور خراج کے ایک شرط یہ رکھی تھی کہ جب ادھر سے مسلمانوں کے قافلہ کا گزر ہو تو وہ تین دنوں اس کی ضیافت کریں اور رسول اللہ ﷺ کا بھی ایک یہودیہ کی دعوت قبول کرنا ثابت و مشہور ہے۔(۲) البتہ کوئی ایسی دعوت جو ان کی مذہبی تقریبات سے متعلق ہو، قبول کرنی درست نہیں۔

---

(۱) الفتاوى الهندية :۳/۱۰۲۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۲۶۱۷، باب قبول الهدية من المشركين۔محشی۔

دسہرہ کی مٹھائی

سوال:- {2172} ایک شخص کمپنی میں ملازم ہے، اس کو دسہرہ اور دیوالی کے موقع پر ایک کلو مٹھائی اس خوشی میں دی جاتی ہے، کیا یہ مٹھائی کھائی جا سکتی ہے؟

(محمد عبد الغنی، عیدی بازار)

جواب:- ایسی مٹھائی جو بتوں پر چڑھائی گئی ہو، کا کھانا جائز نہیں ہے، البتہ اگر اسے بتوں پر چڑھایا نہ گیا ہو، لیکن اپنے تہوار کی خوشی میں دوست احباب کے لئے مٹھائی بنوائی ہو تو اس کا قبول کرنا اور کھانا درست ہے۔

لڑکی کے بالغ ہونے پر دعوت

سوال:- {2173} حیدرآباد کے اکثر مسلم گھرانوں میں جب لڑکی بالغ ہوتی ہے، تو بارہ دنوں تک اس کو اپنے ہی مکان میں پردہ کراتے ہیں، اور دعوتی تقریب کرتے ہیں، بعض جگہ گانا بجانا بھی ہوتا ہے، محلہ کے نوجوان لڑکے کچھ الگ سا محسوس کرتے ہیں، تو اس رسم اور ایسی دعوت کا شریعت میں کیا مقام ہے؟ (جلال الدین اکبر، حیدرآباد)

جواب:- یہ رسم اور اس مناسبت سے دعوت حیاء کے خلاف ہے، اس طرح کی باتیں بالخصوص عورتوں سے متعلق چھپانے کی ہوتی ہیں، اس لیے اس رسم کو ختم کرنا چاہئے، نہ شرعاً یہ عمل درست ہے، اور نہ اخلاقاً یہ مناسب ہے۔

جس غریب کو سود کی رقم دی گئی، اس کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال:- {2174} ایک شخص اپنی رقم بینک میں حفاظت کے لئے جمع کرتا ہے، اس رقم پر بینک سود دیتا ہے، سود تو خود استعمال نہیں کرتا البتہ کسی غریب لڑکی کی شادی میں دے دیتا ہے، اگر اس لڑکی والے اس شخص کو دعوت طعام دیں، تو کیا وہ شخص کھا سکتا ہے؟ (محمد عبد الغنی، عیدی بازار)

جواب:- فقہاء سود کی رقم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اسے صدقہ کردینا واجب ہے، تو اگر یہ رقم مستحق شخص کو دی گئی تو اس کے حق میں صدقہ قرار پائی اور صدقہ کا حکم یہ ہے کہ واسطہ آجانے سے مال کا حکم بدل جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ ایک بار اپنی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے، وہ گوشت پکا رہی تھیں، انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے کچھ ناشتہ پیش کیا، لیکن اس میں گوشت نہیں تھا، آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی، انہوں نے عرض کیا کہ یہ گوشت صدقہ کا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے صدقہ ہے، لیکن جب تم مجھے کھلاؤ تو ہدیہ ہے، (۱) اس اصول پر اگر کسی غریب اور مستحق شخص کو سود کی رقم صدقہ کی جائے اور وہ اس سے دعوت کا اہتمام کرکے دوسروں کو کھلائے تو اس کی گنجائش ہے۔

غیر مسلم اور سود خور کی دعوت

سوال:- {2175} کسی غیر مسلم یا سودی کاروبار کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور اس کے گھر جاکر کھانا:

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۴۹۵، باب إذا تحولت الصدقة۔ محشی۔

کیسا ہے؟ اور کیا دعوت دینے والے کے بارے میں یہ تجسس
کرنا کہ حلال روپئے سے یا حرام سے دعوت کی ہے درست
ہے؟ (محمد شاکر خاں، سلطان شاہی)

جواب:- غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا درست ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے قبول کی ہے۔(۱) اگر کسی شخص کا صرف سودی ہی کاروبار ہو، یا زیادہ تر آمدنی سود پرمبنی ہو، اور معلوم نہ ہو کہ دعوت کس رقم سے کی جا رہی ہے، تو اس کی دعوت قبول کرنا درست نہیں۔ اگر اس کی آمدنی کی زیادہ تر آمدنی حلال پر مشتمل ہو یا اس نے صراحت کردی ہو کہ میں حلال حصہ یا آمدنی ہی سے دعوت کر رہا ہوں، تو دعوت قبول کی جاسکتی ہے، لیکن جو لوگ مقتدا ہوں اور ان کی پیروی کی جاتی ہو، جیسے علماء و ائمہ، سماج کے سربرآوردہ لوگ، مساجد و مدارس کے ذمہ داران، ایسے لوگوں کا کسی سودخور کی دعوت قبول کرنا درست نہیں ——— اگر کسی شخص کے بارے میں یہ بات معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی کاروبار حرام پر بھی مبنی ہے، تو ایسے شخص کے یہاں دعوت میں حلال و حرام کی بابت پوچھنا درست نہیں، کیوں کہ اس میں مسلمان کی ایذاء اور توہین ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔(۲)

سودخور کی دعوت اور اس سے تعلق رکھنا

سوال:- [2176] سود کا لین دین دونوں حرام ہے، تو
بتایا جائے کہ سودخور کی دعوت قبول کرنے، سودخور سے تعلقات
رکھنے اور سودخور کی خوشیوں میں شامل ہونے کا کیا حکم ہے؟
(سردار خاں، گنڈی ملک پور)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے سود کے لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور سودی

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۲۶۱۷، باب قبول الهدية من المشركين۔ محشی۔
(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۰۳۲، باب ما جاء في تعظيم المؤمن۔ مرتب۔

معاملہ میں گواہ بننے والے سبھوں پر لعنت بھیجی ہے،(۱) اس سے معلوم ہوا کہ سود میں تعاون اور سودی کاروبار کی حوصلہ افزائی بھی جائز نہیں، اصولی طور پر سود خور کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے، سوائے اس کے کہ کوئی دینی مصلحت اس میں مانع ہو، اس لیے جو لوگ مقتدا اور ذمہ دار ہوں ان کو ایسے لوگوں کی دعوت میں شریک نہ ہونا چاہئے؛ تاکہ سود خور کی حوصلہ شکنی ہو، البتہ عام مسلمانوں کے لیے حکم کی تفصیل فقہاء نے یوں بیان کی ہے کہ اگر معلوم ہو کہ دعوت سودی پیسے سے کی جارہی ہے تب تو دعوت میں شریک ہونا قطعاً جائز نہیں ہے اور اگر دعوت کا حلال پیسے سے ہونا معلوم ہو تو دعوت میں شرکت جائز ہے، اور متعین طور پر اس کا علم نہ ہو تو پھر اس بات کا اعتبار ہوگا کہ اس کی آمدنی کا غالب ذریعہ کیا ہے؟ اگر غالب حصہ حرام ہے تو دعوت میں شرکت درست نہیں، اور غالب حصہ حلال ہے تو دعوت میں شرکت جائز ہے۔(۲)

سود خور سے تعلقات رکھنے اور اس کی تقریبات خوشی میں شرکت کرنے کا حکم بھی تقاضۂ مصلحت سے متعلق ہے، یوں تعلق تو کافر ومشرک سے بھی رکھا جاسکتا ہے، پس اگر سود خوار سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اس کی خصلت بد سے متاثر ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو تعلق رکھنا جائز ہے اور اس کی اصلاح کی امید کی نیت ہو تو بہتر ہے، ورنہ اجتناب بہتر ہے؛ کیوں کہ بری صحبت سے نفع کی امید نہیں اور نقصان کا اندیشہ ہے۔

غیر مسلموں کی دعوت اور مشرکانہ رسم کا شبہ

سوال:- (2177) اگر غیر مسلموں کے یہاں مدعو کیا جائے اور کھانا یا مٹھائی پیش کی جائے یقینی طور پر تو معلوم نہ ہو کہ یہ پوجا کا کھانا یا مٹھائی ہے، لیکن اس کا شبہ ہو تو کیا ایسی دعوت میں شرکت جائز ہوگی؟　　　　(علی، بارکس)

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر: ۴۰۹۳، باب لعن آکل الربوا الخ ۔ محشی۔
(۲) الفتاوی الهندیة :۵/۳۴۳۔ مرتب۔

جواب:- اگر معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا یا مٹھائی پوجا کی ہے اور کوئی واضح قرینہ بھی ایسا نہ ہو جس سے شبہ کی تصدیق ہوتی ہو تو ایسی صورت میں شرکت درست ہے، کیونکہ شریعت میں احکام کی بنیاد یقین یا یقین کے قریب گمان پر رکھی جاتی ہے، محض شبہ پر عام مسائل میں فیصلہ نہیں کیا جاتا ہے، معمولی درجے کا شبہ تو ہر جگہ موجود ہے، حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے غیر مسلموں کی دعوتیں قبول کی ہیں اور اس سلسلے میں تجسس کے بغیر کھانا کھایا ہے۔

غیر مسلم کے گھر دعوت

سوال:- (2178) کیا غیر مسلم کے گھر کی دعوت میں کھانا کھانا جائز ہے؟ (حبیب، نظام آباد)

جواب:- غیر مسلم بھائیوں سے بھی انسانی اخوت کا رشتہ موجود ہے، اس لیے ان کو مدعو کرنا بھی جائز، بلکہ بہتر ہے اور ان کی دعوت قبول کرنا بھی درست ہے، بشرطیکہ کھانے میں کوئی حرام یا مشتبہ چیز نہ ہو، (۱) رسول اللہ ﷺ نے متعدد بار غیر مسلموں کو اپنا مہمان بنایا، (۲) اور خود ایک یہودیہ کی دعوت قبول فرمائی ہے، (۳) فقہاء نے بھی اس کو جائز قرار دیا ہے۔

"إن إجابة دعوة أهل الذمة مطلقة في الشرع" (۴)

غیر مسلموں کو دعوت دینا

سوال:- (2179) کیا غیر مسلموں کو اپنے یہاں دعوت دی جاسکتی ہے؟ اور مسلمانوں کے گھروں میں ان کی آمد

(۱) حلال وحرام، ص: ۱۱۶۔ مرتب۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۲۶۳، نیز دیکھئے جمع الفوائد: ۱/۲۹۳۔ مرتب۔

(۳) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۲۶۱۷، باب قبول الهدية من المشركين۔ محشی۔

(۴) الفتاوى التاتارخانية: ۵/۵۲۳۔

ورفت درست ہے؟ (اکبر علی، گولکنڈہ)

جواب:- غیر مسلموں کو دعوت دینا نہ صرف جائز ہے، بلکہ اگر یہ نیت رکھی جائے کہ اس طرح وہ اسلام سے مانوس ہوسکیں گے اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو کم سے کم اسلام اور مسلمانوں کے تئیں ان کا رویہ نرم ہوگا، تو ان کو دعوت دینا بہتر ہے، رسول اللہ ﷺ کو جب اس بات کا حکم دیا گیا کہ آپ قریشی رشتہ داروں کو اسلام کی طرف متوجہ کریں: ﴿ أَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ ﴾ (۱) تو آپ ﷺ نے بنو ہاشم کو جمع فرمایا اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام بھی فرمایا، (۲) پس معلوم ہوا کہ بہتر نیت کے ساتھ غیر مسلموں کو مدعو کیا جائے تو یہ سنت نبوی ﷺ ہے۔

جہاں تک غیر مسلموں کی آمد و رفت کی بات ہے تو اگر ان سے دینی یا دنیوی مضرت کا اندیشہ نہ ہو اور حدود شرعی کی رعایت کے ساتھ آمد و رفت ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

---

(۱) الشعراء: ۲۱۴، بیہقی۔

(۲) الدر المنثور: ۵/۱۸۱، مرتب۔

ادویہ اور علاج

عجوہ کھجور

سوال:- [2180] آج کل اکثر لوگ وزن کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں، معلوم ہوا کہ عجوہ کھجور اس مرض کے لیے مفید ہے، آپ اس کے استعمال کا طریقہ کار اور فوائد بیان فرمائیں تو ملت اسلامیہ کا فائدہ ہو سکے۔

(داؤد خان ساجد، گولکنڈہ)

جواب:- عجوہ کھجور کی فضیلت احادیث میں آئی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ جنت کا پھل ہے، اور زہر تک کے لیے شافی ہے،(۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے صبح میں سات عجوہ کھجوریں کھائیں، اس کو اس دن زہر اور جادو بھی نقصان نہ پہونچا سکے گا،(۲) اس سے معلوم ہوا کہ

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۳۴۵۳، باب الكمأة والعجوة ۔ محشی۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۵۷۶۹، باب الدواء بالعجوة للسحر ۔ محشی۔

مریضوں کو عجوہ کھجور صبح میں سات دانے کھانے چاہئیں، خاص طور پر قلب کے لیے عجوہ کے مفید ہونے کا ذکر احادیث میں نہیں ملتا، یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بعض اہل علم کے نزدیک صرف مدینہ کے عجوہ میں صحت وشفاء کی یہ صلاحیت ہے۔(۱)

کلونجی کے فوائد

سوال:- {2181} کلونجی کے کیا فوائد ہیں جو حدیث میں منقول ہیں؟ (سید حفیظ الرحمن، نظام آباد)

جواب:- عربی زبان میں کلونجی کو "حبۃ سوداء" کہتے ہیں،(۲) حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کلونجی میں سوائے موت کے ہر بیماری سے شفاء ہے: "ان فی الحبۃ السوداء شفاء من کل داء الا السام"(۳) البتہ یہ ممکن ہے کہ مختلف بیماریوں میں استعمال کا الگ الگ طریقہ مفید ہو اور اس طریقہ پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اس کا فائدہ ظاہر نہ ہو تو اس سے غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہئے۔

دوا اور سینٹ میں الکحل

سوال:- {2182} سینٹ میں الکحل ملا ہوتا ہے تو کیا الکحل کے لگا رہنے سے نماز درست نہیں ہوگی؟

(محمد عابد حسین، عنبر پیٹ)

کیا بطور دوا الکحل کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ آج کل بعض ادویہ اور ہیر آئل میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے؟

(سید جیلانی، چنچل گوڑہ)

---

(۱) زاد المعاد: ۴/۳۲۶۔
(۲) القاموس الوحید: ص: ۳۰۵، حبّ۔
(۳) سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر: ۳۴۹۰۔

جواب:- الکحل اگر انگور سے بنا ہو تب تو اس کے شراب (خمر) ہونے پر اتفاق ہے، کیونکہ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ انگور سے تیار ہونے والی نشیات خمر ہیں، یہ حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی، انگور کے علاوہ دوسرے نباتات سے جو نشہ آور محلول تیار کیا جائے، اس کے بارے میں اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اگر نشہ آنے کے بقدر پیا جائے تو حرام اور گناہ ہے، لیکن کیا وہ اس خمر کا مصداق ہے جس کا قرآن میں ذکر آیا ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ خمر نہیں، اس لئے نشہ کے بقدر اس کا پینا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی حرام ہے، لیکن وہ خمر کی طرح ناپاک نہیں گویا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جو الکحل انگور کے علاوہ کسی اور شی سے حاصل کیا گیا ہو، وہ ناپاک نہیں ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک تمام نشہ آور کا حکم یکساں ہے، اور سب خمر میں داخل ہیں، ان سب کا پینا حرام ہے اور وہ سب ناپاک ہیں، محقق علماء نے اس مسئلہ میں جمہور کی رائے کو ترجیح دی ہے اور تمام ہی ایسے مشروبات کو خمر کے حکم میں رکھا ہے جو نشہ لانے کی صلاحیت رکھتے ہوں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بلا تفریق ہر نشہ آور شی کو حرام قرار دیا اور فرمایا "کل مسکر حرام" (۱) پھر یہ بھی فرمایا کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو، اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے: "ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام" (۲) اس لئے واقعہ یہ ہے کہ جمہور کی رائے قوی ہے اور حنفیہ میں بھی بعد کے علماء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ جہاں تک الکحل کے نشہ آور ہونے کی بات ہے تو غالباً اب تک تحقیق یہی ہے کہ یہ نشہ آور ہوتا ہے، بلکہ یہ جوہر شراب ہے، دواؤں میں اس کا استعمال اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ دواؤں کی افادیت کو زیادہ دیر تک برقرار رکھ سکتا ہے اور وہ ایسا محلول ہے کہ دوسرے اجزاء کو بھی اچھی طرح حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ انگور سے تیار کیا ہوا الکحل بالاتفاق حرام اور ناپاک ہے اور وہ نجاست غلیظہ ہے، دوا کے لئے تو از راہ ضرورت اس کا استعمال جائز ہے لیکن سینٹ وغیرہ کے

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۳۷۳۳، کتاب الاشربۃ۔

(۲) الجامع الترمذی، حدیث نمبر ۱۷۸۸، کتاب الاشربۃ۔

طور پر اس کا استعمال درست نہیں، اگر جسم یا کپڑے پر ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار یا اس سے زیادہ لگ جائے تو اسے دھونا واجب ہے اور دھوئے بغیر نماز درست نہ ہوگی اور جو الکحل انگور کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل کیا گیا ہو، از راہ نشہ اس کا استعمال کرنا بھی حرام ہے، دوا کے طور پر ظاہر ہے کہ اس کا استعمال بدرجۂ اولی جائز ہے، سینٹ میں اس کا استعمال جائز نہیں، لیکن چونکہ اس کے ناپاک ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے، اس لئے وہ نجاستِ خفیفہ کے حکم میں ہے، اگر جسم یا کپڑے میں لگ جائے تو جس عضو میں لگا ہو، اگر اس عضو کی چوتھائی مقدار یا اس سے زیادہ ہو تو دھونا واجب ہوگا اور اس کے بغیر نماز درست نہ ہوگی، لیکن کراہت سے یہ بھی خالی نہیں۔ غرض دوا کے طور پر الکحل ملی ہوئی ادویہ کا استعمال جائز ہے اور سینٹ کے طور پر اس کا استعمال درست نہیں، جب ''سینٹ فری'' عطریات بھی دستیاب ہیں، تو ایسی چیز کیوں استعمال کی جائے جس کا پاک اور حلال ہونا مشکوک ہو؟ اسلام ایک لطیف مذہب ہے، لطافت و پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، گندگی اور میل کچیل کو ناپسند، اور جو چیز ناپاک ہو وہ لطیف نہیں ہوسکتی، اس لئے ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے جو الکحل سے خالی ہو، کہ اس میں ایک سنتِ رسول ﷺ کی ادائیگی بھی ہے، اور اگر اس نیت سے عطر کا استعمال کیا جائے تو یقیناً اجر و ثواب بھی ہے۔

الکحل آمیز خواب آور ادویہ

سوال:- {2183} الکحل ملی ہوئی ادویہ اور نیند کی گولی کھانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (ذوالفقار ندوی، شاہین نگر)

جواب:- بوقتِ ضرورت نیند کی گولی کھانے میں مضائقہ نہیں، کہ یہ بھی ایک علاج ہے، الکحل آمیز ادویہ اس وقت کھائی جاسکتی ہیں جب الکحل سے پاک دوا موجود نہ ہو، یا ہو تو اس سے صحت میں تاخیر کا اندیشہ ہو، یا زیادہ گراں ہونے کی وجہ سے اس کے خریدنے کی استطاعت نہ ہو۔ (۱)

---

(۱) دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/۳۲۵-۳۲۶۔ محشی۔

الکحل کے چراغ میں قرآن وحدیث کا مطالعہ

سوال:- (2184) وہ شمع جو بجائے تیل الکحل سے روشن ہو، کیا اس کی روشنی میں قرآن وحدیث لکھا یا پڑھا جا سکتا ہے؟ (یوسف الدین، امبرپیٹ)

جواب:- الکحل سے روشن چراغ میں قرآن وحدیث لکھا پڑھا جا سکتا ہے، اس لیے کہ یہ قرآن وحدیث کو نجاست سے ملوث کرنا نہیں ہے، یہ بالکل اس طرح ہے، جیسے فضاء میں پیشاب یا پاکخانہ کی بو ہو اور قرآن مجید پڑھ لیا جائے، تاہم احتیاط کے خلاف ہے اور اجتناب کرنا بہتر ہے۔

علاج کے لیے بے پردگی

سوال:- (2185) اسلام میں بے پردگی نہایت نا مناسب عمل ہے، لیکن بعض حالات میں مجبوری ہو جاتی ہے، جیسے زچگی کے لیے ڈاکٹر کے پاس جائیں اور ڈاکٹر آپریشن کو ضروری قرار دے، ورنہ زچہ یا بچہ کی جان کو خطرہ لاحق ہو، تو ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر کی صلاح پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؟ (منصور حسین خاں، نظام آباد)

جواب:- پردہ یقیناً شریعت کا نہایت اہم حکم ہے، اور حتی المقدور اس پر عمل کرنا واجب ہے، اگر بے پردگی کے سوا چارہ نہ رہے تو لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے، اگر لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہوں، تو پھر بقدر ضرورت مرد معالج سے بھی مدد لی جا سکتی ہے،(۱) یہی شریعت اسلامی کا

---

(۱) "فيه جواز معـالجة المرأة الأجنبية للرجل الأجنبي للضرورة" (حاشية صحيح البخاري:۱/۴۰۳) محشی۔

احتمال ہے کہ ایک طرف پردہ کا حکم نہایت سخت ہے، لیکن دوسری طرف انسانی مجبوریوں کا اسی قدر پاس ولحاظ بھی ہے۔

مسلمان خواتین اور نرسنگ

سوال:- (2186) آج کل ہندوستان میں مریضوں کی خدمت اور تیمارداری کے لیے نرسز رکھی جاتی ہیں، کیا نرسنگ کا کام مسلمان عورتوں کے لیے جائز ہے؟ (ایک بہن)

جواب:- معتدل اور عام حالات میں کسی عورت کے لیے اجنبی مرد کی تیمارداری جائز نہیں، کہ اس میں فتنہ کے اندیشے ہیں، اور انہیں اندیشہ ہائے دور دراز نہیں سمجھنا چاہئے، بلکہ ہسپتالوں میں اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اس لیے اس بات کی تو گنجائش ہے کہ جو وارڈ خواتین کے لیے مخصوص ہوں، ان میں خواتین نرس کا کام انجام دیں اور شرعی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے فرائض پورے کریں، مردوں کے وارڈ میں عورتوں کا بہ حیثیت نرس کام کرنا یا مرد ڈاکٹر کے ساتھ ان کی تنہائی یا ان کے ایسے لباس یا یونیفارم میں رہنا جو اسلامی حجاب کے تقاضا کو پورا نہ کرتے ہوں، جائز نہیں، یہ مسلمان بہنوں کے لیے قید و بند نہیں، بلکہ ان کی حفاظت و صیانت کی کوشش ہے، غیر معمولی حالات جیسے اچانک کسی آفت سماوی کا آجانا جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہو جائیں، یا جنگی حالات کا معاملہ، اس سے کسی قدر مختلف ہے، ایسے مواقع پر اگر زخمیوں کی تیمارداری کے لیے مرد فراہم نہ ہوں تو خواتین بھی شرعی حدود کی ممکن حد تک رعایت کے ساتھ تیمارداری کر سکتی ہیں، چنانچہ امام بخاریؒ نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ (جنگ کے موقع پر) پانی لاتے تھے، زخمیوں کا علاج کرتے تھے، اور مقتولوں کو منتقل کرتے تھے، (1) بخاری کے حاشیہ پر اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ

---

(1) صحیح البخاری: ۱/۴۰۳۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقع پر اجنبی عورت اجنبی مرد کا علاج کرسکتی ہیں:

"فيه جواز معالجة المرأة الأجنبية للرجل الأجنبي للضرورة" (۱)

لیکن جیسا کہ مذکور ہوا کہ خصوصی اور غیر معمولی حالات پر عام حالات کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

کینسر کے مریض کا نشہ آور دوا سے علاج

سوال:- {2187} ۱۶ رمئی ۲۰۰۲ء کو شہر کے ایک مشہور روزنامہ میں لکھا ہے کہ کینسر کے مریض کو مارفین یا پھر Opals گولیاں کھلانی چاہیے، تا کہ وہ تڑپ تڑپ کر نہ مرسکے، کینسر کا مریض آخری وقت میں ناقابل برداشت تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مرجاتا ہے، اس ناقابل برداشت درد کو کم کرنے اور مریض کو سکون وآرام پہنچانے کے لیے آج کل بازاروں میں متذکرہ بالا دوا کی گولیاں دستیاب ہیں، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ گولیاں دراصل نشیات Drug ہیں، کوئی صحت مند فرد اس کو استعمال کرے تو یہ نشہ آور کہلاتی ہے اور صحت کے لیے سخت مضر ہے، لیکن کینسر کے مریض کو دینے سے اس کا تڑپنا کسی حد تک کم ہوجاتا ہے، کیا عالم سکرات میں بیان کردہ کیفیات میں مریض کو نشیات پر مبنی مشتبہ دوا دینا شرعی طور پر جائز ہے؟ (قاری ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- کینسر کی ناقابل برداشت تکلیف کو کم کرنا علاج میں داخل ہے اور اگر کوئی

(۱) حاشية على صحيح البخاري: ۲/۸۰۳۔

حلال متبادل موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن خریدنے کی استطاعت نہ ہو، تو بدرجہ مجبوری حرام اشیاء سے بھی علاج کرنا درست ہے، اسی لیے قرآن مجید نے مضطر شخص کو جان بچانے کے لیے خنزیر اور مردار بھی کھانے کی اجازت دی ہے، (1) رسول اللہ ﷺ نے ازراہ علاج کچھ لوگوں کو اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم دیا تھا، (۲) فقہاء نے بھی بوقت ضرورت حرام اشیاء سے علاج کی گنجائش رکھی ہے، (۳) اس لیے کینسر کے مریض کو مذکورہ دوا دینے کی گنجائش ہے۔

مقناطیسی ہار

سوال:- (2188) مقناطیس والا ہار آج کل مسلمان غیر مسلم ہر شخص کے گلے میں نظر آتا ہے، اس کو بلڈ پریشر ہار بھی کہتے ہیں شرعاً اس کے استعمال کا کیا حکم ہوگا؟

(عبدالحسن، سداسیو پیٹ)

جواب:- ہار پہننے میں عورتوں سے مشابہت ہے، رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے، (۴) ہار کے بجائے مقناطیس پٹے اگر ہاتھ میں باندھ لیے جائیں تو اس سے بھی بلڈ پریشر پر کنٹرول میں مدد ملتی ہے، گویا ہار کا بدل موجود ہے، اس لیے مردوں کے لیے اس کا استعمال مکروہ ہے۔

---

(1) البقرۃ: ۱۷۳۔ محشی۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۷۲، باب ماجاء في بول مایؤکل لحمه۔ محشی۔

(۳) "و في النهاية : يجوز التداوي بالمحرم كالخمر و البول إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء و لم يجد غيره من المباح ما يقوم مقامه و الحرمة ترتفع للضرورة فلم يكن متداويا بالحرام" (تبيين الحقائق: ۶/۳۳) محشی۔

(۴) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۳۱، باب ما جاء في لبس الشهرۃ۔ محشی۔

دمہ کی دوا کے طور پر زندہ مچھلی کھانا

سوال:- {2189} ہر سال مرگ کے موقع پر دمہ کی دوا مچھلی کے منہ میں رکھ کر کھلائی جاتی ہے، اور بلاتفریق مذہب و ملت ہر مریض استعمال کرتا ہے، معلوم ہوا کہ اس دوا کو کھلانے سے پہلے ہندو طریقہ پر پوجا کی جاتی ہے، کیا مسلمان اس دوا کو کھا سکتے ہیں؟ (کوثر فاطمہ، دودھ باؤلی)

جواب:- اولاً تو ایسی خبر پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا جو سنی سنائی ہو، اور اس کی مناسب طریقہ پر تحقیق نہ ہوئی ہو، نیز اگر دوا کو بت پر چڑھایا نہ گیا ہو، بلکہ دوا تقسیم کرنے والے شخص نے اپنے طور پر پوجا کی ہو، تو اس دوا کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، ہاں! جو چیز بت پر چڑھائی جائے، اس کا کھانا جائز نہیں۔(۱)

جسم میں خون چڑھانا

سوال:- {2190} خون چڑھانا کیا حکم ہے؟ اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ مسلمان کا ہے یا کافر کا ہے، پرہیزگار کا یا سود خور کا، تو کیا کسی مسلمان کے لیے ایسا خون چڑھوا لینا جائز ہے؟ (مولوی حبیب اعظمی، یوپی)

جواب:- خون جسم کا ایک ناپاک جزء ہے، اس لیے عام حالات میں اس کا جسم میں چڑھانا درست نہیں، ایک تو وہ ناپاک ہے، دوسرے اس لیے کہ وہ انسان کا ایک جزء ہے، اور انسانی اعضاء و اجزاء سے فائدہ اٹھانے کی شریعت نے اجازت نہیں دی، البتہ اگر آدمی اس صورت حال سے دوچار ہو جائے کہ اس کی جان یا بدن کے کسی حصہ کا تحفظ خون ہی چڑھانے پر

(۱) ﴿ وما ذبح على النصب ﴾ (المائدة: ۳) مرتب۔

موقوف ہو، تو فقہاء نے علاج کے طور پر اس کی اجازت دی ہے۔(۱) اور اس کی نظیر یہ ہے کہ خون ہی کی طرح دودھ بھی ایک سیال مادہ ہے اور بچہ کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی فقہاء نے علاجاً عورتوں کے دودھ کو جائز قرار دیا ہے۔(۲) انسان ہونے کے لحاظ سے تمام انسانوں کے جسم یکساں حیثیت رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمان کی طرح یہ کافروں، پرہیزگاروں کی طرح گنہگاروں کا جھوٹا بھی پاک ہے۔(۳) یہی حکم خون چڑھانے کا ہے، البتہ اگر اس میں احتیاط ممکن ہو تو وہ بہتر ہے، ورنہ خون ہر قسم کے آدمی کا چڑھایا جا سکتا ہے۔

مریض کو خون دینا

سوال:- {2191} کیا مریض کو خون دیا جا سکتا ہے؟

(اسحاق انور، ریڈہلز)

جواب:- اگر معالج کی رائے کے مطابق مریض کو خون کی ضرورت ہو تو اسے رضاکارانہ طور پر خون دیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ خون کا بیچنا جائز نہیں، ہاں! اگر کوئی شخص لینے پر مجبور ہو اور بلا معاوضہ دوسرا آدمی دینے کو تیار نہ ہو، تو خون خریدنا ایک مجبوری ہے اور خون بیچنا کوئی مجبوری نہیں۔(۴)

بلڈ بینک میں خون جمع کرنا

سوال:- {2192} کیا خون کا عطیہ کیا جا سکتا ہے؟
بلڈ بینک میں جا کر خون جمع کرنے کا کیا حکم ہے؟

(منیب حنفی، پربھنی)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۳۵۵/۵۔ محشی۔
(۲) حوالۂ سابق۔
(۳) حوالۂ سابق: ۲۳/۱۔ مرتب۔
(۴) جواہر الفقہ: ۳۶/۲۔ محشی۔

جواب:- اگر معتبر طبیب کی رائے کے مطابق خون چڑھانا مریض کے لیے ضروری ہو، تو ایسے مریض کو خون دینا جائز ہے۔

"یجوز للعلیل شرب الدم ... اذا أخبره طبیب مسلم أن شفاء ه فیه الخ" (۱)

لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب بحالت موجودہ کوئی ایسا مرض پیدا ہو گیا ہو کہ بہت سے لوگوں کو خون کی ضرورت ہو اور اس کے لیے بلڈ بینک میں خون جمع کرنا ضروری ہو، تو ایسی صورت میں بھی خون دیا جا سکتا ہے، محض امکانی ضرورتوں کے لیے خون دینا درست نہیں، کیوں کہ انسانی اجزاء کے سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ اس کے لین دین سے بچا جائے، تاہم یہ احکام اس وقت ہیں، جب بلا قیمت رضا کارانہ خون دیا جائے، خون کا فروخت کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔

آنکھ اور گردہ وغیرہ کے عطیہ کی وصیت

سوال:- {2193} انسانی ہمدردی کے تحت آج کل آنکھوں کے عطیہ کی موت کے بعد وصیت کی جاتی ہے، اسی طرح خون اور گردہ بھی عطیہ کیے جاتے ہیں، اسلام میں ان عطیات کا کیا حکم ہے؟　　(محمد بیاقت علی سیفی، بسوا کلیان)

جواب:- آنکھوں کی وصیت کر جانے کا کوئی اعتبار نہیں، کیوں کہ وصیت کا تعلق اپنی مملوک اشیاء سے ہے، اور انسان خود اپنے جسم کا مالک نہیں، البتہ کسی ضرورت مند شخص کو خون یا اپنا ایک گردہ دینا تاکہ اس کی جان بچ جائے، بشرطیکہ دینے والے کی جان کو بھی خطرہ نہ ہو، جائز ہے، کیوں کہ یہ ایثار اور انسانی ہمدردی کے قبیل سے ہے، راقم الحروف نے اپنی کتاب "اسلام اور جدید میڈیکل مسائل" (مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند) میں اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ: ۳۵۵/۵۔

جنون کے علاج کے لیے اسقاط حمل

سوال: - {2194} میری ایک شادی شدہ لڑکی ہے، جو تقریباً دو ماہ کی حاملہ ہے، لیکن بدقسمتی سے اسے اب دماغی خلل کا عارضہ ہو چکا ہے، اور وہ اکثر خودکشی کے متعلق سوچا کرتی ہے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ اس نے اقدام خودکشی بھی کرلی، جو اتفاقاً ناکام ہوئی اور اب خاتون ماہر نفسیات (جس کا علاج چل رہا ہے) کا کہنا ہے کہ جب تک لڑکی کا حمل ساقط نہ کیا جاسکے، تب تک اس کا علاج ممکن نہیں، اگر حمل برقرار رکھنا ہے تو اس علاج کو روکنا پڑے گا، ورنہ پیٹ میں بچے پر اس کے برے اثرات مرتب ہوں گے، ایسی صورت میں حمل ساقط کروانا شرعاً کیسا ہے؟ (فہیم درانی، گلبرگہ)

جواب: - جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں لڑکی کی صحت اور دماغ کی حفاظت کے لیے اسقاط ضروری ہے اور چوں کہ ابھی سولہ ہفتے نہیں گزرے ہیں، اس لیے روح نہیں پیدا ہوئی ہے، لہذا اسقاط حمل کی گنجائش ہے، تاہم مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں ایک سے زیادہ معتبر و ماہر مسلمان ڈاکٹروں سے مشورہ کرلیا جائے، اگر ان کی رائے ہو کہ اسقاط حمل ضروری نہیں ہے، عورت کی دماغی کیفیت ایسی ہو کہ وہ حمل کا بار اٹھا سکتی ہو، پھر وضع حمل کے بعد اس کا علاج ممکن ہو، نیز جنین کے کسی خطرناک مرض میں پیدائشی طور پر مبتلا ہونے کا امکان نہ ہو تو بہتر ہے کہ اسقاط حمل نہ کرایا جائے۔(۱)

(۱) دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/ ۲۹۸۔ محشی۔

بلا عذر اسقاطِ حمل

سوال:- (2195) میرے شوہر بار بار میرا حمل ساقط کرادیتے ہیں، حالانکہ وہ حافظِ قرآن بھی ہیں، اس سلسلہ میں شرعی رائے دیں؟ (ایک بہن)

جواب:- اگر حمل سے ماں کی جان کو خطرہ یا کسی شدید مضرت کا اندیشہ ہو اور نہ پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں اس کا اندیشہ ہو اس کے باوجود حمل ساقط کرنا سخت گناہ، بلکہ گناہ کبیرہ ہے، اور اس کے حرام ہونے پر فقہاء کا اجماع و اتفاق ہے، بلکہ خود عورت کے لئے بھی اپنا حمل ساقط کرنا جائز نہیں، مشہور فقیہ علامہ علیش مالکی فرماتے ہیں:

" لا يجوز استعمال دواء لمنع الحمل و اذا امسك الرحم المني فلا يجوز للزوجين و لا لاحدهما لا للسيد التسبب في اسقاطه قبل الخلق على المشهور " (۱)

ضبطِ ولادت

سوال:- (2196) احقر ایک آر ٹی سی ڈرائیور ہے، اس وقت سات بچے ہیں جس میں پانچ لڑکیاں دو لڑکے، ایک لڑکی کی شادی ہو چکی ہے، باقی نابالغ ہیں، اہلیہ کو جب حمل ٹھہرتا ہے تو صحت گرنی شروع ہو جاتی ہے، بعد حمل خون بھی کافی دنوں تک جاری رہتا ہے، زچگی سے قبل اور زچگی کے بعد بیماریوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، علاج

(۱) فتح العلي المالكي :۱/۳۹۹۔

ومعالجہ میں کافی پیسہ خرچ ہو جاتا ہے، نیز نومولود بچہ کافی کمزور
پیدا ہوتا ہے ماں کی چھاتی میں دودھ نہیں آتا، کیا مذکورہ
حالات کے بناء پر آپریشن کروانا جائز ہے یا نہیں؟

(سید ولی، سعید آباد، حیدرآباد)

جواب:- جہاں تک مانع حمل آپریشن کی بات ہے تو اس سے قوت تولید ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے اور بسا اوقات مستقبل میں ایسے حوادث پیش آتے ہیں کہ انسان کا یہ فعل زندگی بھر کے لیے افسوس اور پچھتاوے کا باعث بن جاتا ہے، نیز یہ فطرت انسانی کو بدل دینے کے مترادف ہے کہ جسم کا ایک حصہ جو توالد وتناسل کے لیے ہی بنایا گیا ہے، یکسر ناکارہ اور ناقابل بنا دیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے، البتہ بیوی کی صحت اور بچے کے دودھ وغیرہ میں کمی ہونے کے قوی اندیشہ کی وجہ سے دوسرے تمام موانع حمل مثلاً نرودھ، لوپ، مانع حمل ادویہ وغیرہ کے استعمال کی اجازت ہوگی۔(۱)

کلوننگ سے تولید

سوال:- {2197} آج کل ایک نئی ایجاد کلوننگ (Cloning) کی ہوئی ہے، یعنی جنسی مباشرت کے بغیر بچہ پیدا ہونا، کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری)

جواب:- اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ انسان کو بغیر ماں باپ کے یا صرف باپ یا صرف ماں کے ذریعہ پیدا فرمادے، اور اس کی مثال بھی موجود ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوئی، حضرت حوا کی صرف حضرت آدم علیہ السلام سے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

(۱) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: جدید فقہی مسائل: ۱/۱۵۷۔

صرف ماں سے، لیکن خالق تعالیٰ نے تولید کا فطری نظام یہ بنایا ہے کہ مرد وعورت کے اتصال سے بچہ پیدا ہو، کلوننگ کے ذریعہ بچہ کی پیدائش ناممکن نہیں اور نہ قدرت خداوندی میں دخل اندازی ہے، لیکن نظام فطرت سے بغاوت ضرور ہے، اس لیے تولید کی یہ صورت جائز نہیں ہے، اور یوں بھی یہ اس بچہ کے ساتھ ناانصافی ہے کہ اس کو باپ یا ماں سے محروم کر دیا جائے۔ (۱)

اسقاط حمل

سوال:- {2199} ۱) کیا اسقاط حمل ازروئے شرع جائز ہے؟

۲) کیا اس سلسلہ میں کوئی ایسی مدت بھی ہے جس کے اندر رحم میں پائے جانے والے نطفہ کو ضائع کر دینا جائز ہو؟

۳) کیا مندرجہ ذیل حالات میں ازروئے شرع اسقاط حمل کی اجازت ہو سکتی ہے؟

(الف) جب کہ ماں کی عام صحت، دماغی صحت، یا جان کو خطرہ ہو۔

(ب) جب کہ بچے کے کسی خطرناک موروثی مرض میں مبتلا ہو کر پیدا ہونے کا قوی خطرہ ہو۔

(ج) جبکہ بچہ کے کسی خلقی نقص اور جسمانی اعتبار سے غیر معتدل ہونے کا خطرہ ہو، جیسے Thelidomide Mangoliem, Rubella

(د) جب کہ طبی آلات کے ذریعہ یہ بات یقینی معلوم ہو جائے کہ بچہ غیر معتدل ہے اور Arencefhaly, ہو

(۱) دیکھئے: اسلام اور جدید میڈیکل مسائل، ص: ۱۹۵، محشی۔

Hydrocephalus ،Spona Bifida جیسے امراض کا شکار ہے۔

(د) عورت زنا بالجبر کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہو اور وہ اس کا اسقاط چاہتی ہے، واضح رہے کہ مخلوط معاشرے، مغربی طرز زندگی اور زنا جیسے جرم کو قانونی جواز حاصل ہو جانے کی وجہ سے جبراً زنا اور نتیجتاً حاملہ ہو جانے کے واقعات کی کثرت ہے۔

(ر) ماں باپ کسی وجہ سے اولاد نہیں چاہتے تھے، لیکن اس کے باوجود حمل ٹھہر گیا، اب ماں باپ اس کو ساقط کرنا چاہتا ہے۔

(ز) ایک حاملہ عورت جو اپنی جسمانی یا دماغی طور پر مفلوج ہو جانے کے باعث بچے کی پرورش کرنے کی اہل نہیں؟

(حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ، مرکز المعہد العلمی، پھلواری شریف، پٹنہ)

جواب: اسقاط حمل کے مسائل پر غور کرنے کے لیے ہمیں اس کے مختلف مراحل کو پیش نظر رکھنا چاہیے، فقہاء نے اس کے تین درجات بیان کیے ہیں، اول یہ کہ حمل میں جان پیدا ہو چکی ہو، دوم یہ کہ جان تو پیدا نہ ہوئی ہو مگر اعضاء کی تخلیق ہو گئی ہو اور تیسرے اس سے پہلے کا مرحلہ۔

۱) روح پیدا ہونے کے بعد اسقاط حمل بالاجماع حرام ہے، احمد علیش مالکی فرماتے ہیں:

"و التسبب في اسقاطه بعد نفخ الروح فيه محرم اجماعا و هو من قتل النفس" (۱)

اور فتاویٰ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ میں ہے:

" اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمين وهو

---

(۱) فتح العلی مالکی: ۱/۳۹۹۔

من الوأد الذي قال تعالىٰ فيه ﴿وإذا الموؤدة سئلت بأي ذنب قتلت﴾(۱)

۴) اعضاء کی تخلیق کے بعد بھی مطلقاً اسقاط حمل جائز نہیں، اور عام حالات میں سخت گناہ کا باعث ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

"ولا يخفى أنها تأثم اثم القتل لو استبان خلقه ومات بفعلها" (۲)

اور علامہ ابن حزم ظاہری نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ

"اگر کوئی عورت خود بھی دوا پی کر یا کچھ داخل کر کے اپنا حمل ساقط کر لے تو کفارہ ادا کرے اور ایک غلام یا باندی خرید کر آزاد کرے"(۳)

اور ظاہر ہے کہ "حمل" کا لفظ حمل کی اس نوعیت کو بھی شامل ہے۔
قاضی خاں نے تو اس سلسلہ میں بڑی عمدہ بات لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"۔اسقاط حمل اگر زندگی پیدا ہونے کے بعد ہو تو ظاہر ہے اس کی حرمت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا، لیکن اگر زندگی کے ظہور سے پہلے ہی اسقاط ہو تب بھی جائز نہیں، اس لیے کہ جب تک روح نہ پیدا ہو جائے حمل کو عورت ہی کا ایک جزو اور حصۂ بدن تصور کیا جائے گا، اور جس طرح کسی کا قتل درست نہیں ہے، اسی طرح اپنے جسم کے کسی حصہ کو بھی کاٹ پھینکنا

(۱) فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیہ:۴/۲۱۷۔
(۲) رد المحتار:۵/۵۱۹۔
(۳) المحلی:۱۲/۳۱۸۔

حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت میں اپنی کارسازی کا سکہ
چلانے کے مرادف ہے"(۱)

۳) اعضاء کی تخلیق سے پہلے بھی جب مادۂ منویہ عورت کے رحم میں علوق کر چکا ہو، تو ایسی شکل اختیار کرنا کہ وہ تولید کے قابل نہ رہے اور خون اور اس کے لوتھڑوں کا اسقاط ہو جائے، درست نہیں، چنانچہ ابن عابدین شامی "علی بن موسیٰ" سے نقل کرتے ہیں:

"إنه يكره فإن الماء بعد ما وقع في الرحم مآله
الحياة فيكون له حكم الحياة كما في بيضة
صيد الحرام" (۲)

"یہ عمل (عورت کے رحم میں نطفہ قرار پا جانے کے بعد اس کو
برباد کر دینا) مکروہ ہے، کیوں کہ عورت کے رحم میں نطفہ جا کر
بالآخر زندگی اختیار کر لیتا ہے، اس لیے اس نطفہ پر بھی زندگی کا
حکم جاری ہوگا، جیسا کہ احرام میں چڑیا کا انڈا توڑ دینا، زندہ
چڑیا کا شکار کرنے کے برابر ہے"

احمد علیش مالکیؒ نے اس مسئلہ کو اور بھی واضح کر دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"لا يجوز استعمال دواء لمنع الحمل وإذا أمسك
الرحم المني فلا يجوز للزوجين ولا لأحدهما و
لا للسيد التسبب في إسقاطه قبل الخلق على
المشهور"(۳)

---

(۱) فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندیة :۳/۴۱۰، کتاب الكراهية ۔
(۲) رد المحتار:۵/۵۲۲۔
(۳) فتح العلي مالكي:۱/۳۹۹۔

"منع حمل کے لیے دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور جب منی رحم میں داخل ہو جائے تو زن و شو کو یا ان میں سے کسی ایک کو بھی ایسی دوا کا استعمال جائز نہیں ہے اور آقا کے لیے بھی اپنی باندی کے معاملہ میں انسانی ڈھانچہ مکمل ہونے سے پہلے پہلے بھی اسقاط کی تدبیر اختیار کرنا مشہور مذہب کے مطابق جائز نہیں ہے۔

ان تشریحات سے اسقاط حمل کی بابت محولہ الذکر دونوں سوالات کا جواب ہو گیا کہ اسلام میں اصلاً اسقاط حمل جائز نہیں ہے اور کوئی بھی ایسی مدت نہیں جس میں نطفہ کو ضائع کر دینا درست ہو، البتہ اس ممانعت کے بھی مختلف درجات ہیں، پہلی صورت میں یہ سخت گناہ اور حرام ہے، دوسری صورت میں اس سے کم اور تیسری صورت میں نسبتاً ان دونوں سے کم، سوال نمبر ۳ میں جن اعذار کا ذکر ہے اس کی نوعیتیں مختلف ہیں، اس لیے یہ سوال قدرے تفصیل طلب ہے۔

(د، ب، ا) ان میں سے بعض امور وہ ہیں جو کسی عذر کا درجہ نہیں رکھتے، مثلاً یہ کہ یوں ہی میاں بیوی مزید بچے نہ چاہتے ہوں، بعض وہ ہیں جو ایک درجہ میں عذر ہیں، مگر شریعت کی نگاہ میں قابل قبول نہیں، مثلاً "حمل زنا" کہ اس کے ذریعہ جو بچہ ہوگا وہ عام حالات میں ان تمام حقوق اور سہولتوں سے محروم ہوگا، جو اس کو باپ کی طرف سے ملتیں اور یہ ایک طرح کا ضرر ہے اور دفع ضرر کے لیے بعض امور کی اجازت دی جاتی ہے، مگر یہ اتنا سنگین اور اس درجہ کا ضرر نہیں، جس کی بناء پر شریعت اس اقدام کی اجازت دے دے، چنانچہ خود عہد رسالت میں دو بار لعان کا ذکر ملتا ہے،(۱) اور ظاہر ہے لعان کے بعد ہونے والے بچے کی الزام لگانے والے شوہر سے نفی کر دی جاتی ہے، پھر خود حضرت غامدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقرار زنا اور استقرار حمل کا واقعہ ملتا ہے، (۲) ان ہر دو موقعہ پر فی الجملہ یہ ضرر موجود تھا، اگر اسقاط حمل جائز ہوتا اور یہ اس

---

(۱) صحیح البخاري ۳/۸۰۰۔ محشی۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۴۳۱، باب من اعترف علی نفسه بالزنی۔ محشی۔

درجہ کا ضرر ہوتا کہ اسے قابل قبول سمجھا جائے، تو ضرور تھا کہ رسول اللہ ﷺ از راہ دفع ضرر اس کا حکم فرماتے اور رہنمائی کرتے، جیسا کہ فقہاء متقدمین کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی "تمریہ" وغیرہ کے ذریعہ ایسا کیا جاتا تھا، گو کہ کوئی صریح دلیل نہیں اور "ترک نبوی" کو علماء اصول اور محدثین نے مختلف معنوں کا محتمل بتایا ہے، مگر فی الجملہ یہ اس مسئلہ کے لیے ایک قرینہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور شریعت کے مجموعی مزاج سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(ز) اسی طرح یہ عذر کہ حاملہ اپنی جسمانی یا دماغی مفلوجیت کے باعث بچے کے پرورش کرنے کی اہل نہ ہو، یہ بھی میرے خیال میں قابل اعتبار نہیں، اور یہ اس لیے کہ اگر ماں اس قابل نہ ہو تو "حق حضانت" کے اصول کے مطابق دوسرے اقرباء اس بچہ کی پرورش کریں گے، اور اس کو وہی حل تلاش کیا جائے گا، جو اس وقت کیا جاتا، جب ولادت کے بعد ماں دماغی یا جسمانی طور پر مفلوج ہو جاتی ہے۔

(ب، ج، د) وہ صورتیں کہ جس میں کسی طبی آلہ کے ذریعہ اس بات کا ظن غالب حاصل ہو جائے کہ اس حمل کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ کسی خطرناک موروثی مرض، کوئی خلقی نقص اور جسمانی اعتبار سے غیر معتدل ہوگا اور حمل ابھی اس مرحلہ تک نہ پہونچا ہو کہ اس کے اندر روح پیدا ہوئی ہو، تو اسقاط حمل کی اجازت دی جا سکتی ہے، چنانچہ فقہاء نے نفخ روح سے پہلے تک از راہ علاج اسقاط کی اجازت دی ہے:

"العلاج لاسقاط الولد اذا استبان خلقه
كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز وان كان
غير مبين الخلق يجوز اما في زماننا فيجوز
على كل حال وعليه الفتوى" (۱)

اور اس معاملہ کو عذر قرار دینے کی نظیر یہ ہے کہ فقہاء نے "استبانة الخلق" سے پہلے

(۱) الفتاوى الهندية: ۵/۳۵۶۔

تک اس مقصد کے لیے بھی بعض شرائط کے ساتھ اسقاط کی اجازت دی ہے کہ زیر پرورش بچہ کی رضاعت متاثر ہو اور زیر بحث صورت میں خود پیدا ہونے والے بچہ کو پیدائش کے بعد جس ضرر کا قوی اندیشہ ہے، وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے رضاعت والے ضرر سے بڑھ کر ہے، اس لیے اس صورت میں تو بدرجۂ اولیٰ اس کی اجازت حاصل ہونی چاہئے، البتہ نفخ روح کے بعد ان حالات میں بھی اسقاط کی اجازت نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ صورت بالکل ایسی ہو جائے گی کہ گویا کسی زندہ وجود کو محض خطرناک امراض اور جسمانی اعتبار سے غیر معتدل ہونے کی بنا پر قتل کر دیا جائے۔ نفخ روح کے بعد کی حالت پر اس حالت کو قیاس نہ کرنا چاہئے، اس لیے کہ کسی موجود شی کو فنا کر دینا اور کسی غیر موجود چیز کو وجود میں نہ آنے دینا ان دونوں میں جیسا کہ ظاہر ہے بڑا فرق ہے۔

(الف) اگر ماں کی جان اور زندگی کو خطرہ ہو تو نفخ روح سے پہلے تک اسقاط کے جائز ہونے کی فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ "زیر حمل بچہ کو" کاٹ کاٹ کر نکال لیا جائے گا، لیکن حیات پیدا ہونے کے بعد اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنے سے منع کیا ہے:

"وإذا اعترض الولد في بطن الحامل ولم يجدوا
سبيل استخراج الولد إلا بقطع الولد أربا أربا
ولو لم يفعلوا ذلك يخاف على الأم قالوا إن كان
الولد ميتا في البطن لا بأس به وإن كان حيا لم
نرجوا أنه قطع الولد اربا اربا" (۱)

اس کی نظیر یہ بھی ہے کہ قاضی خانؒ (۲) اور علامہ شامیؒ (۳) وغیرہ نے نفخ روح سے پہلے پہلے "جنین" کو حاملہ کا جزو بدن قرار دیا ہے اور اپنے کسی جزو بدن کو از راہ معالجہ برباد

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱۱۴/۳۔
(۲) فتاوی قاضی خان: ۴۱۰/۳، محشی۔
(۳) رد المحتار: ۴۵۲/۳، محشی۔

ضرورت فقہاء نے کاٹ دینے کی اجازت دی ہے، لہذا یہاں بھی ''جنین'' کے اسقاط کی اجازت دی جائے گی۔

راقم الحروف کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر بچہ بطن مادر میں زندہ ہو اور اس کے اسقاط کے بغیر ماں کی زندگی بچ نا ممکن نہ ہو تو اس وقت بھی اجازت ہونی چاہئے، اس لیے کہ ان دو ضرر میں سے ''ماں کی موت'' ضرر اعلیٰ ہے اور بچہ کی موت ضرر ادون ہے، نیز ماں کا زندہ وجود مشاہد و معاین ہے، اور بچہ کا مظنون، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہاء نے استحساناً ان مسلمانوں کے قتل کرنے کی اجازت دی ہے، جنہیں کفار اپنے لشکر کے آگے ڈھال بنائے رہیں (۱) کہ مملکت اسلامیہ کا اہل اسلام کے ہاتھ سے نکل جانا، چند مسلمانوں کی موت کے مقابلہ میں بڑا ضرر ہے۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اکراہ کی صورت میں فقہاء نے ''مکرہ'' کو ارتکاب قتل کی اجازت نہیں دی ہے، اور اگر کوئی برہنہ اکراہ بھی ایسا کر گزرے تو اس کی وجہ سے قصاص واجب ہوگا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں بھی نفخ روح کے بعد اسقاط کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، اس کا جواب یہ ہے کہ مکرہ اور اس کا مقتول چوں کہ دونوں ہی کا وجود اور حیات یکساں طور پر متعین ہے، اس لیے اپنی جان کی حفاظت کے لیے دوسرے کا قتل جائز نہ ہوگا، یہاں چوں کہ ایک کا وجود اور اس کی حیات متعین اور مشاہد ہے اور دوسرے کی مظنون اور غیر مشاہد، اس لیے متعین کے وجود کی حفاظت کے لیے مظنون کی ہلاکت گوارا کرلی جائے گی —— اور اندرون حمل بچے کے وجود کے مظنون ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بالاجماع اس کے اسقاط کی وجہ سے قصاص واجب نہیں ہوتا اور نہ اس کے لیے ہبہ یا زندہ اور دنیا میں موجود افراد سے متعلق معاملات کا اعتبار ہے۔

پھر چوں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب حاملہ کی جان جانے کا اندیشہ قوی ہے لہذا یہ حکم اس صورت میں بھی ہونا چاہئے، جہاں دماغی توازن کے متاثر ہونے کا قوی خطرہ ہو، اس

---

(۱) '' منها جواز الرمي إلى كفار تترسوا بصبيان المسلمين '' (الأشباه والنظائر لابن نجيم، ص:۸۷)

لیے کہ فقہاء کا اصول ہے کہ جو حکم ایک نفس کی ہلاکت کا ہے، وہی حکم اس صورت کا بھی ہے، جب جنس کی کوئی ایک جنس منفعت ضائع کر دی جائے، چنانچہ کسی ایک منفعت کے مکمل ضیاع کی صورت میں بھی مکمل دیت واجب ہوتی ہے،

علامہ علاء الدین کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"أما السبب فهو تفويت المنفعة المقصودة من العضو على الكمال وذلك في الأصل بأحد أمرين، ابانة العضو اذهاب معنى العضو أو اذهاب معنى العضو مع بقاء العضو صورة" (۱)

البتہ قصاص کے احکام اس سے مختلف ہیں، اس لیے کہ قصاص ان امور میں سے ہے جو محض شبہ کی بناء پر ساقط ہو جایا کرتا ہے — لہذا ادمافی توازن کے متاثر ہونے کا خطرہ "اندیشۂ ہلاکت" ہی کے درجہ میں ہے، لیکن عام صحت کو خطرہ اس کے لیے کافی نہ ہوگا، اس لیے کہ فی الجملہ ہر ولادت صحت کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ هذا ما عندي، والله أعلم بالصواب وعلمه أتم وأحكم۔

منع حمل

سوال:- {2199} مسلمان ڈاکٹروں کی انجمن کی طرف سے پیش کیے ہوئے سوالات

تمہید

موجودہ عہد میں منع حمل کے ذرائع دو قسموں کے ہیں:

اول عارضی، دوم مستقل۔

---

(۱) بدائع الصنائع: ۳۱۲/۶۔ محشی۔

۱) عارضی: اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) کیمیکل: دواؤں کا داخلی استعمال، اس سلسلہ میں کچھ گولیاں کھلائی جاتی ہیں یا خارجی طور پر بعض قسم کے مرہم مخصوص مقام پر خارجی طور پر مستعمل کیے جاتے ہیں۔

(ب) میکانیکل: مرد کو پلاسٹک کے غلاف یا عورت کو لوپ استعمال کرایا جاتا ہے۔

(ج) غیر میکانیکل: بوقت انزال آلہ کا اخراج (عزل) یا مخصوص ایام جن میں علوق حمل کی زیادہ توقع کی جاتی ہے، ان ایام میں مجامعت سے احتراز۔

۲) مستقل کی بھی دو قسمیں ہیں:

(الف) مرد کی نسبندی

(ب) عورت کا آپریشن۔

سوالات:

۱) کیا منع حمل از روئے اسلام جائز ہے؟

۲) اگر جائز ہے تو کن حالات میں؟

۳) مندرجہ ذیل حالات میں منع حمل کا کیا حکم ہوگا؟

(الف) خاندانی منصوبہ بندی کے لیے جس کے اسباب مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں:

(i) معاشی اسباب کے تحت، تاکہ بچے ہر طرح کی بہتری حاصل کر سکیں۔

(ii) اس وجہ سے کہ چھوٹا خاندان رکھنا موجودہ دور کا فیشن ہے

(iii) پیشہ ورانہ اسباب کی وجہ سے تاکہ بیوی جو ملازمت یا کسی صنعتی کام میں مشغول ہے، اپنے کیریر کو باقی رکھ سکے۔

(iiii) سماجی اسباب کے تحت جبکہ بڑے خاندان کی صورت میں اپنی سماجی دلچسپیاں عورت کو کم کرنی پڑیں گی، اور اس وجہ سے بیوی متعدد بچوں کی نگہداشت سے انکار کرسکتی ہے، علاوہ ازیں سوسائٹی کا رجحان یہ ہے کہ زیادہ بچے پیدا کرنا حسن کے زوال کا سبب ہوگا، اس لئے اپنے حسن و جمال کی حفاظت کے لئے وہ کثرت اولاد سے بچنا چاہتی ہے۔

(v) دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ دینے کی خاطر، تاکہ ہر بچہ کو ماں کی طرف سے مناسب توجہ اور نگہداشت حاصل ہوسکے۔

(ب) منع حمل طبی اسباب کی وجہ سے

(i) ماں: بچوں کی پیدائش، ماں کی جسمانی صحت، دماغی صحت یا اسکی زندگی کے لئے خطرناک ہو۔

ماں دماغی امراض یا جسمانی معذوریوں کی وجہ سے بچوں کی نگہداشت کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔

(ii) بچے: پورا خطرہ اور ظن غالب ہو کہ پیدا ہونے والا بچہ خطرناک موروثی امراض کا شکار ہوگا جیسے SeHorea, Ongolism, Munting ton جیسے امراض (تشنج، ذہنی ناکارگی، جسم کا عمر کے مطابق نشو ونما نہ پانا وغیرہ)

(iii) اس طرح کے موروثی امراض کا اگر قوی خطرہ ہو تو

ایسی صورت میں مسلمان ڈاکٹر کا کیا فرض ہونا چاہیے ؟

۴) مسلمان ڈاکٹروں کو منع حمل کے معاملہ میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے ؟ کیا مسلم اور غیر مسلم مریضوں کے احکام دو ہوں گے ؟ اگر غیر شادی شدہ مریض اس سلسلہ میں مسلم ڈاکٹر سے رجوع کرے تو مسلم ڈاکٹر کا کیا کردار ہونا چاہیے ؟

۵) کیا نسبندی کا آپریشن اور دیگر عارضی منع حمل کے استعمال میں شرعاً کوئی فرق ہوگا ؟

(حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ، مرکز المجد العلمی، پھلواری شریف، پٹنہ)

جواب :- ''مانع حمل'' تدابیر کے سلسلہ میں پہلے مستقل اور عارضی صورتوں کے احکام کے فرق پر روشنی ڈال دینا ضروری ہے —— جہاں تک مستقل منع حمل تدابیر نسبندی یا آپریشن کی صورت ہے تو اس کے جائز نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور خود نصوص میں اس کی نظیر موجود ہے۔

جواب نمبر (۵) صحاح کی مختلف احادیث میں مروی ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ سے بعض صحابہ ؓ نے عبادت میں استغراق کی غرض سے ''خصی'' ہو جانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے منع فرمایا: یمنع من خصلة الآدمی و البهائم و یؤدب علیه''(1)

چنانچہ اس کی ممانعت پر فقہاء کا اتفاق ہے اور اسے تعزیری جرم قرار دیا گیا ہے: یہ اختصاء نسبندی کی واضح نظیر ہے، —— اور اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ''قوت مباشرت'' کا ضائع

(1) صحیح البخاری، حدیث نمبر ۵۰۷۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۴۰۲۔ مرتب۔

ہو جاتی اس کی علت ہے اور قوت تولید کے فقدان کو اس میں کوئی دخل نہیں ، ایک بے دلیل دعویٰ ہے ، یہی وجہ ہے کہ خود فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اختصاء کو باعتبار مباشرت کے قابل علاج سمجھتے ہیں اور خصی کے بارے میں فی الجملہ مباشرت کو ممکن تصور کرتے ہوئے اسے مجبوب کے حکم میں نہیں رکھتے ، اختصاء کے ساتھ قوت مباشرت کے فقدان کو لازمی سمجھتے ہوئے پھر اس کی ممانعت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ محض قوت مباشرت کے فقدان کی وجہ سے اس کو حرام قرار نہیں دیتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قوت شہوانیہ اور جنسی خواہش کی بجائے خود کوئی اہمیت نہیں ہے ، یہ تو محض ایک سبب ہے ، اہمیت تو اصل مقصود کی ہے ، جس کے لیے انسان میں یہ داعیہ رکھا گیا ہے ، اس لیے اگر بالفرض اختصاء کی ممانعت سے مقصود یہی ہو کہ قوت جماع اور جنسی خواہش کو ضائع اور ناکارہ کر دیا جائے تو قوت تولید کو معطل کر دینا تو بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا کہ اسباب حرام ہوں تو اصل مقصود کی حرمت میں کیا شبہ؟ غالباً یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے جہاں قوت جماع برباد کر دینے کو موجب دیت قرار دیا ہے ، وہاں اس کی علت کے طور پر " لفوات النسل " کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔(۱)

دوسرے یہ تغییر خلق بھی ہے ، جسے قرآن نے ایک شیطانی عمل قرار دیا ہے:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾(۲)

گو کہ اس تغییر خلق کی تفسیر میں اختلاف ہے ، مگر مفسرین کی آراء سے مجموعی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی چیز میں بھی ایسی تبدیلی جس سے اس کی خلقت کا اصل مقصود فوت ہو جاتا ہو ، یا اس سے ایسا کام لینا جو اس کے فطری تقاضوں کے خلاف ہو " تغییر خلق " ہے ——— اب

(۱) ملاحظہ ہو: الفقہ علی المذاهب الأربعة: ۵/۳۳۱، نهاية المحتاج، ۷/۳۲۲، وغیرہ۔
(۲) النساء: ۱۱۹۔

ظاہر ہے کہ نسبندی اور آپریشن کے ذریعہ ان مقاصد کی جان نکل کر رہ جاتی ہے، جو مرد وعورت میں اعضاء تناسل کی خلقت کا رمز ہیں، اور جس کی طرف قرآن نے ﴿فَأْتُوا حَرْثَكُمْ﴾(۱) کے لفظ سے اشارہ کردیا ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے تو تغییر خلق کی اس تشریح اور نسبندی وآپریشن پر اس کے انطباق کو اور بھی دوٹوک کردیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"و كان اعظم اسباب النسل ... هو شهوة الفرج فانها كالمسلط عليهم منهم يقهرهم على ابتغاء النسل شاؤا أو ابوا و في جريان الرسم باتيان الغلمان و وطء النساء في ادبارهن تغيير خلق الله حيث منع المسلط على شيئ من افضائه الى ما قصد له ... و كذلك جريان الرسم لقطع اعضاء النسل و استعمال الأدوية القامعة للباءة و التبتل وغيرها تغيير لخلق الله و اهمال لطلب النسل "(۲)

چنانچہ فقہی کتابوں میں بہ کثرت اس کی تصریحات موجود ہیں کہ قوت تولید کو ضائع کردینا تعزیری جرم ہے، اور اس کا وہی تاوان واجب ہوتا ہے جو ایک پوری جان ہلاک کردینے کا ہے:

" تجب الدية في ابطال قوة حبل من المرأة لفوات النسل ... و في ابطال امرأة الحبل من الرجل " (۳)

---

(۱) البقرة :۲۲۳ محشی۔
(۲) حجة الله البالغة :۲/۱۴۳۔
(۳) الفقه على المذاهب الأربعة :۵/۳۳۱۔

اور جسم میں اس نوعیت کا جارحانہ عمل دوسروں کے لیے موجب تعزیر ہے، وہ خود اپنے لیے بھی جائز نہیں کہ جس طرح دوسرے کا قتل حرام ہے، اسی طرح خودکشی بھی حرام ہے، اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اس کی حرمت قتل غیر کی حرمت سے بڑھ کر ہے۔ (۱)

اس لیے نسبندی اور آپریشن کی اجازت تو کسی صورت میں نہ دی جائے گی اور اگر بہ تقاضائے مصالح طبی اس کی ضرورت بھی محسوس ہو تو ''عارضی منع حمل'' کی صورتیں اختیار کی جائیں گی، اور اسی پر اکتفا کیا جائے گا — اسی طرح سوال نمبر ۵ کا جواب بھی ہو گیا کہ عارضی صورتوں کا استعمال ضرورۃً جائز ہو گا، اور مستقل صورتوں کا مطلقاً ناجائز۔

جواب نمبر: (۱، ۲، ۳) ان عارضی صورتوں میں نرودھ اور لوپ کا استعمال تو بالکل عزل کے حکم میں ہے اور غور کیا جائے تو دواؤں کا داخلی یا خارجی استعمال بھی اسی زمرہ میں آتا ہے، اس لیے کہ عزل اور ایسے غلاف کے استعمال میں مادۂ منویہ عورت کے رحم میں داخل ہی نہیں ہو پاتا اور اس قسم کی دواؤں کے استعمال سے بھی مرد کے مادۂ منویہ کے تولیدی جراثیم مر جاتے ہیں اور عورت کے رحم تک پہونچ نہیں سکتے، اس لیے جو حکم عزل کا ہو گا، وہی ان امور کا بھی ہو گا۔

اب جہاں تک عزل کا حکم ہے تو امام ابوحنیفہؒ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ اسے بلا کراہت جائز سمجھتے ہیں، (۲) جب کہ اکثر فقہاء یا تو اسے مکروہ قرار دیتے ہیں یا ناجائز، فقہاء احناف میں امام طحاویؒ (۳) اور شوافع میں امام غزالیؒ (۴) کو عزل کے جواز پر بہت اصرار ہے، مگر علامہ ابن حزم اور ابن شیبہؒ نے اکثر جلیل القدر صحابہ ﷺ کی رائے نقل کی ہے اس سے کم از کم کراہت معلوم ہوتی ہے۔ (۵)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱۱۵/۴۔
(۲) الجوهرة النيرة: ۳۸۷/۲۔ محشی۔
(۳) طحاوی: ۲۲/۲-۱۹۔ محشی۔
(۴) احياء علوم الدين: ۵۸/۲۔ محشی۔
(۵) المحلی: ۳۹۲/۱۱-۳۹۱، مصنف ابن ابی شيبة: ۲۲۰/۴۔

اور علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ خود فقہاء احناف میں بھی بعض مشائخ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں:

"في بعض اجوبة المشائخ الكراهة و في بعضها عدمها"(۱)

اور ملا علی قاریؒ نے عزل کے بارے میں حدیث کے اس فقرہ "ذلك الوأد الخفي "(۲) کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

" ذلك لا يدل على حرمة العزل بل يدل على الكراهة "(۳)

پھر احادیث کا لب ولہجہ اور کتب فقہ میں " کراہت" کا مطلق ذکر اس بات کو بتاتا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے، اس لیے اس کی بلا ضرورت اجازت نہیں دی جا سکتی ـــــ اب ظاہر ہے کہ معاشی اسباب موجودہ فیشن کے تحت خاندان کو چھوٹا رکھنا اور عورت کو سماجی دلچسپیوں کا موقع فراہم کرنا ایسی چیزیں نہیں جو شریعت کی نگاہ میں عذر اور "ضرورت" کا درجہ رکھتی ہوں۔

جہاں تک معاشی اسباب کی بات ہے کہ زیادہ بچوں کی پیدائش کے بعد ان کی پرورش اور تربیت کا نظم دشوار ہو جائے گا، تو یہ اسلامی تصور سے کھلا تضاد رکھتا ہے، ایام جاہلیت میں بھی اس قسم کا تصور موجود تھا، قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا:

﴿ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ﴾(۴)

---

(۱) فتح القدیر:۳/۴۰۳۔ محشی۔

(۲) صحیح مسلم حدیث نمبر:۳۵۶۵،باب جواز الغيلة وهي وطء المرضع و كراهة العزل ۔ محشی۔

(۳) مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح:۳/۳۹۱۔

(۴) الأسراء:۳۱۔ محشی۔

اور دوسری جگہ ایک قدم آگے بڑھ کر کہا گیا:

﴿ لَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ﴾(۱)

علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ افلاس میں مبتلاء ہونے کا خوف تو الگ رہا، اگر اس میں مبتلاء ہو چکے ہوں تو بھی اسی علت کی بناء پر قتل اولاد کا مرتکب نہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے رزق کا ضامن ہے۔(۲) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من ترك التزويج مخافة العيلة فليس منا"(۳)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"هذا ذم لعلة الامتناع لا لأصل الترك"(۴)

اور "چھوٹا خاندان" رکھنا تو یہ بھی منشا شریعت کے خلاف ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تزوجوا الولود الودود فإني مكاثر بكم الأمم"(۵)

پس اس طرح یہ نیت رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کے عین معارض قرار پائے گی۔ —— اسی طرح عورتوں کی سماجی دلچسپی نہ صرف یہ کہ اسلام میں اہمیت نہیں رکھتی، بلکہ ایک گونہ ناپسندیدہ قرار پائے گی، —— اور شریعت کی نگاہ میں اسے سماج میں قائدانہ اور مصلحانہ کردار انجام دینے کے بجائے "شمع خانہ" بننے پر اکتفاء کرنا چاہیے، —— اس لیے ظاہر ہے کہ یہ بھی کوئی معتبر عذر نہیں، اسی طرح حسن و جمال کی حفاظت کے لیے بھی ایک امر مکروہ کی اجازت دینا اور شریعت

(۱) الانعام: ۱۵۱۔ محشی۔

(۲) روح المعاني: ۸/۵۷۔

(۳) كنز العمال، عن الديلمي، عن أبي سعيد ؓ، حدیث نمبر: ۴۴۴۲۰۔ محشی۔

(۴) احياء علوم الدين: ۲/۲۲۔

(۵) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۰۵۰، باب النهي عن تزوج من لم يلد من النساء۔

اور فطرت کے منشا توالد و تناسل پر اس جذبۂ حسن آرائی کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہوگا۔

جہاں تک دو بچوں کے درمیان مناسب فاصلہ برقرار رکھنا ہے تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، اس لیے کہ استقرار حمل کی وجہ سے زیر پرورش کی رضاعت وغیرہ کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے اور ایسی صورت پیش آجانے پر فقہاء نے بعض حدود و شرائط کے ساتھ اسقاط حمل تک کی اجازت دی ہے:

"امرأة مرضعة ظهر حبلها و انقطع لبنها و تخاف
علی ولدها الهلاك و ليس لأب هذا الولد سعة
حتی استأجر الظئر يباح لها أن تعالج في
استنزال الدم مادام نطفة أو مضغة أو علقة" (۱)

اسقاط حمل کا معاملہ چوں کہ زیادہ سنگین ہے، اس لیے فقہاء نے یہ بہت ساری شرطیں لگائی ہیں، استقرار حمل سے پہلے احتیاط برتنے کا معاملہ چوں کہ سنگین نہیں ہے، اس لیے اس قسم کی شرطوں کے بغیر مانع حمل ذرائع کے استعمال کی اجازت دی جائے گی۔

جہاں تک ماں کی دماغی صحت، ہلاکت کا خطرہ، ماں کے دماغی امراض یا جسمانی معذوری کی وجہ سے بچوں کی نگہداشت سے قاصر ہونا اور حاذق اطباء کی رائے کے مطابق بچوں کا خطرناک موروثی امراض میں مبتلاء ہونے کا ظن غالب ہے، تو یہ بجائے خود ایسے اعذار ہیں جن کی رعایت کو "مذموم نیت" قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لیے ایسے عارضی موانع حمل کی اجازت دی جاسکتی ہے، چنانچہ خود حدیث میں "اندرون حمل بچہ" کو نقصان پہونچنے کے اندیشہ سے ایک صحابی ﷺ کے عزل کی اجازت مانگنے کا ذکر ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس خواہش پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ یہ کہہ کر اجازت نہیں دی کہ اگر یہ چیز نقصان دہ ہوتی تو اہل روم و فارس کو بھی نقصان پہونچاتی۔ (۲) —— اس روایت سے فی الجملہ یہ بات مفہوم ہوتی ہے

(۱) الفتاوی الهندية: ۱۱۴/۳۔

(۲) صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۳۵۶۳۔

کہ واقعی اعذار کی بناء پر عزل کی اجازت دی جاسکتی ہے، اور فقہاء نے تو بچوں سے متوقع نافرمانی اور بدسلوکی کے خوف سے بھی عزل کی اجازت دی ہے:

"رجل عزل عن امرأة بغير إذنها مخافة من الولد السوء في هذا الزمان فظاهر جواب الكتاب أن لا يسعه و نكر هنا يسعه لسوء هذا الزمان" (۱)

پیدا ہونے والے بچے کے موروثی امراض میں مبتلا ہونے کا اگر ظن غالب ہو اور طبی آلات واصول کے ذریعہ اس کا اطمینان ہو جائے تو جیسا کہ مذکور ہوا منع حمل کے عارضی ذرائع کا استعمال درست ہے، اور جب یہ درست ہو تو اس میں تعاون، تعاون علی المباح ہے، اور تعاون علی المباح درست ہے، لہذا ایسے معاملات میں مسلمان ڈاکٹروں کے لیے طبی تعاون کرنا جائز ہے اور بعض حالات میں بہتر ہوگا۔

جواب نمبر(۳) مذکورہ بالا سطور میں مانع حمل ذرائع کے روبہ عمل لانے کے احکام مذکور ہو چکے ہیں، لہذا جن صورتوں میں منع حمل جائز نہیں ہے، ان میں مسلمان ڈاکٹروں کے لیے تعاون کرنا درست نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ ذرائع وہ ہیں جو منع حمل ہی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، ان کا کوئی اور مقصد نہیں، پس اس میں مدد کرنے والوں کی حیثیت اس عمل میں "ملوث ہونے والے" کی ہو جائے گی، اور فقہی نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عمل معصیت میں معین بن جانا درست نہیں، ہاں! اگر آدمی کوئی ایسا کام کرے جس کا مقصد معصیت نہ ہو، لیکن اسے معصیت میں استعمال کر لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

"و لو أجر نفسه من ذمي ليعصر له فيتخذ خمرًا يكره لقوله عليه السلام: لعن الله في خمر عشرًا

---

(۱) الفتاوی الهندية:۳/۱۱۲۔

ولو آجر ليعمل في الكنيسة فلا بأس به ؛ لأنه
ليس في عين العمل معصية "(۱)

اور اس معاملہ میں کافر اور مسلم دونوں ہی مریضوں کا حال یکساں ہوگا، اس لیے کہ تعاون علی المعصیۃ مسلمانوں کے علاوہ کافروں کے ساتھ بھی جائز نہیں، گو کہ وہ خود ان کے دین میں درست ہو:

"رجل له أب ذمي أو امرأة ذمية ليس له أن
يقوده إلى البيعة و له أن يقوده من البيعة إلى
منزله ؛ لأن الذهاب إلى البيعة معصية و إلى
المنزل لا " (۲)

نسبندی آپریشن کا حکم

سوال:- [2200] دو بچے ہونے کے بعد نسبندی کرانے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی شخص کر چکا ہو تو اب اسے کیا کرنا چاہئے؟ (محمد حبیب الرحمٰن حسامی، مقام غیر مذکور)

جواب:- اگر کوئی شخص میڈیکل اعتبار سے نس بندی پر مجبور نہ ہو یعنی مزید ولادت میں عورت یا نومولود بچہ کو صحت کے اعتبار سے شدید خطرہ یا جان یا عضو کی کسی صلاحیت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور معتبر ڈاکٹر نے اس کا امکان ظاہر کرتے ہوئے آپریشن کی صلاح دی ہو تبھی آپریشن جائز ہے، ورنہ قطعاً جائز نہیں، بعض صحابہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے عبادت میں یکسوئی

---

(۱) خلاصة الفتاوى :۴/۳۴۶۔
(۲) خلاصة الفتاوى :۴/۳۴۷۔

کے لئے آختہ ہو جانے کی خواہش کی تب بھی آپ نے اس کی اجازت نہیں دی (۱) اگر کسی شخص نے ناواقفیت یا غلبۂ شیطانی سے آپریشن کرا ہی لیا ہو تو اسے استغفار کرنا چاہئے۔

مانع تولید گولیاں

سوال:- {2201} کیا مجبوری کی حالت میں ولادت نہ ہونے کی گولیاں کھائی جاسکتی ہیں؟

(انیس ہوائی ،زینیڈ ،بخشم پورہ)

جواب:- معاشی مقاصد کے تحت کہ اگر مزید بچے ہوگئے تو ان کے کھانے پینے کا کیا نظم ہوگا ، مانع حمل گولیاں کھانا درست نہیں ، لیکن میڈیکل ضرورت کے تحت یعنی اگر ڈاکٹر کی صلاح ہو کہ ولادت ہونے کی صورت میں عورت کی جان یا صحت کو شدید خطرہ ہے ، یا عورت دودھ پلاتی ہو اور حمل ٹھہرنے کی صورت میں بچہ کا دودھ متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو مانع حمل دوا بیاستعمال کی جاسکتی ہیں ، اس سلسلہ میں کسی مسلمان ڈاکٹر سے مشورہ کرنے اور پھر کسی مفتی کے سامنے پوری صورتحال رکھنے کے بعد فیصلہ کرنا چاہئے۔

بچوں میں وقفہ

سوال:- {2202} آج کل لوگوں میں یہ بات چلی ہوئی ہے کہ شادی کے بعد ایک دو سال اولاد کو روکنا چاہئے ، ایک بچہ ہو تو اس کے بعد وقفہ دینا چاہئے کیا یہ درست ہے؟

(فیروز خان ، پھولانگ)

جواب:- یہ درست نہیں ہے ، نکاح کا مقصد خواہشات نفسانی کی تکمیل اور عیش جوئی نہیں ہے ، نکاح کا مقصد نسل انسانی کی افزائش ہے ، اس لیے بالقصد نکاح کے بعد ایک مدت تک

---

(۱) صحیح البخاری ، حدیث نمبر ۵۰۷۳، صحیح مسلم ، حدیث نمبر ۱۴۰۲۔

اولاد سے اجتناب برتنا درست نہیں، یہی حال اولاد ہونے کے بعد بھی ہے، البتہ پہلے بچہ کو ماں کا دودھ میسر آسکے، اس نیت سے یا اس لیے کہ عورت کی صحت کے لحاظ سے ڈاکٹروں نے دو بچوں کے درمیان مناسب فصل رکھنے کی تلقین کی ہو، حسب ضرورت وقفہ رکھنے کی گنجائش ہے۔(۱)

❁❁❁❁❁❁❁

(۱) دیکھئے: جدید فقہی مسائل ۱/۲۹۹۔ محشی۔

تعبیر خواب

ایک خواب کی تعبیر

سوال:- (2203) مجھے خواب میں ہمیشہ بیت الخلاء نظر آتا ہے، نہ صرف بیت الخلاء، بلکہ غلاظت بھی نظر آتی ہے، اس کی کیا تعبیر ہے؟ (ایک بہن، کاماریڈی)

جواب:- خواب کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، اور بعض خواب یقیناً اشارہ و تنبیہ کے طور پر نظر آتے ہیں، آپ نے جس خواب کا ذکر کیا ہے، اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ گناہ بھی ایک طرح کی نجاست ہے، اس لیے آپ اپنی زندگی میں غور کریں کہ کہیں کسی خاص گناہ کا ارتکاب تو آپ سے نہیں ہورہا ہے، جس کی طرف من جانب اللہ آپ کو متوجہ کیا جارہا ہے؟ اور اس سے بچنے کی کوشش کریں، قرآن مجید نے شرک کو نجاست قرار دیا ہے۔ (۱) اس پر بھی غور کریں کہ خدانخواستہ آپ سے ایسی بات تو صادر نہیں ہورہی ہے؟ جس میں شرک کی بو پائی جاتی ہو، مشہور معبر خواب علامہ ابن سیرین نے لکھا ہے کہ

(۱) التوبة: ۲۸۔ محشی۔

"انسان اور جانوروں کے بطن سے جو چیز خارج ہوتی ہے اس کو دیکھنا مال کو دیکھنا ہے، اگر بدبودار شکل میں دیکھے تو مال حرام ہے، اگر بدبو کم ہو تو اس کی حرمت بھی نسبتاً کم درجہ کی ہے"(۱)

لہذا اس سلسلہ میں بھی اپنی زندگی کا جائزہ لیجئے کہ کسی حرام ذریعہ سے تو مال آپ کے پاس نہیں آتا ہے؟ بہر حال ان میں سے جو بھی بات ہو اس سے اپنے آپ کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنا

سوال:- (2204) کیا حضور ﷺ کو کوئی خواب میں دیکھ سکتا ہے؟ اگر دیکھے تو آپ ﷺ کو پہچاننے کی علامت کیا ہے؟ (شیخ یوسف علی، مجتبیٰ پل)

جواب:- آنحضور ﷺ کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے، اور چوں کہ شیطان آپ ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا، اس لیے یہ خواب میں آپ ﷺ ہی کا دیدار ہے، حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا: "فان الشیطان لا یتخیل بی"(۲) حضور ﷺ کو دیکھنے کی علامت یہ ہے کہ خواب میں اسے خیال ہو کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ رہا ہے، یا خواب ہی میں اسے بتایا جائے، یا رسول اللہ ﷺ کا جو مبارک سراپا حدیثوں میں آیا ہے، اسی شکل اور وضع قطع میں دیکھے، البتہ اگر خواب میں حضور ﷺ کو کسی ایسی بات کا حکم دیتے ہوئے دیکھے جو شرعاً جائز کے دائرہ میں نہ ہو تو اس پر عمل کرنا درست نہیں، کیوں کہ خواب اشارہ ہوتا ہے، اور بعض اوقات اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے ہیں، جیسے خود رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے

---

(۱) دیکھئے تعبیر نامہ خواب، ص: ۹۶، علامہ ابن سیرین

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۹۹۳۔

ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، آپ ﷺ نے پھونکا تو وہ اڑ گئے، یہاں سونے کے کنگن سے مراد مدعی نبوت ہے، اس لیے خواب کی کسی بات کا یقینی مفہوم متعین نہیں کیا جاسکتا، پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ آدمی نے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے وہ اسے صحیح طریقہ پر پوری طرح یاد بھی ہو، غرض کہ شریعت کے احکام جتنے واضح اور مستند طریقہ پر ہمیں معلوم ہیں خواب کی بات کو وہ درجہ حاصل نہیں ہوسکتا، اس لیے اگر اپنے قصور فہم کی وجہ سے کوئی خلاف شرع بات محسوس ہو تو اس پر عمل نہ کیا جائے۔

اگر ڈراؤنے خواب دیکھے؟

سوال:- (2205) باوجود قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور روزہ رکھنے کے میں ڈراؤنے خواب دیکھتی ہوں، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

(حشمت النساء قدیرہ حبیب گمر)

جواب:- حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو سمجھنا چاہیے کہ اللہ کی طرف سے ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور وہ اس خواب کو دوسروں سے بھی نقل کرسکتا ہے، اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو سمجھے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے، چنانچہ شیطان سے پناہ چاہے اور اس خواب کو لوگوں سے ذکر نہ کرے (۱) اس لئے آپ جب بھی اس طرح کا خواب دیکھیں تو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھ کر کروٹ بدل لیں، رہ گیا قرآن کی تلاوت کے باوجود اس کیفیت کا ہونا تو یہ کوئی باعث تعجب امر نہیں، شیطان تو نیک و بد ہر ایک کے یہاں راستہ پالیتا ہے اور بعض دفعہ نیک لوگوں پر زیادہ حملہ کرتا ہے، کیونکہ

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۹۸۵۔

وہ انہیں اپنا دشمن تصور کرتا ہے، آپ تلاوت وغیرہ کا معمول قائم رکھیں کہ اس سے مصیبتوں اور آفتوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

خواب میں سانپ کو ڈستے ہوئے دیکھنا

سوال:- {2206} کسی نوجوان کو خواب میں دو سانپ ڈستے یا پاؤں میں لپٹے ہوئے اکثر دکھائی دیتے ہوں تو اس کی تعبیر کیا ہوگی؟ (زید احمد، خان بولی چوکی)

جواب:- عام طور پر خواب کی تعبیر بیان کرنے والے لوگوں نے سانپ سے حاسد مراد لئے ہیں، گویا حاسدین کے درپے آزار ہونا مراد ہوگا، اس نوجوان کو چاہئے کہ سوتے وقت "قل أعوذ برب الفلق" اور "قل أعوذ برب الناس" کی سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونک لے، پھر اسے پورے بدن پر پھیر دے، حدیث میں سوتے وقت اس عمل کا ذکر آیا ہے، اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ کہیں خواب دیکھنے والا مسلسل کسی گناہ میں تو مبتلا نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ گناہ پر تنبیہ بھی ہو سکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے، اگر وہ ایسے گناہ میں مبتلا ہے تو توبہ واستغفار اور آئندہ اس سے مجتنب رہنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

خواب شرعاً حجت نہیں

سوال:- {2207} کوئی شخص خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرے اور آپ ﷺ خواب میں کسی کے متعلق جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کریں تو اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا جائے گا؟

(نصرت علی، عادل آباد)

جواب:- اگر کوئی شخص خواب میں ایسے شخص کو دیکھے جو بالکل انہیں شمائل کے مطابق ہو جو کتب حدیث میں حضور ﷺ سے متعلق نقل کئے گئے ہیں، تو یقیناً اس نے حضور اکرم ﷺ ہی کو

دیکھا ہے، اس لیے کہ شیطان آپ ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا، (۱) خواب شرعاً دلیل نہیں ہے، اس لیے اگر خواب میں کسی کے دوزخی یا جنتی ہونے کی اطلاع دی جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ اس کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ فلاں شخص جنتی یا دوزخی ہے۔ (۲)

(۱) "من رآني في المنام فقد رآني فإن الشيطان لا يتمثل بي" صحيح البخاري: ۶۹۹۴، باب من رأى النبي في المنام، نیز دیکھئے: حدیث نمبر: ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۹۰۹، باب قول النبي ﷺ من رآني في المنام فقد رآني، الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۲۷۶، مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۳۸۴۳، ۲۲۹۰۲، كلهم عن أنس ؓ۔ محشی۔

(۲) "و استشكل اثباته بأن رؤيا غير الأنبياء لا يبنى عليها حكم شرعي" (رد المحتار: ۱/۲۵۷، باب الأذان)

رشوت کے احکام

مجبوری میں رشوت دینا کیسا ہے؟

سوال:- (2208) جائز کام ہو، اس میں دوسرے کا
نقصان بھی نہ ہو اور بغیر رشوت کے کام نہ ہو پائے تو کیا ایسی
صورت میں رشوت دینے والا گنہگار ہوگا؟

(سید حفیظ الرحمن، پھولا نگ)

جواب:- اگر کام کرنے والے پر آپ کا حق ہو کہ وہ اس کام کو کرے، نیز جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ کام جائز بھی ہو اور اس کا مقصود دوسروں کے ساتھ زیادتی بھی نہ ہو تو اپنا جائز حق حاصل کرنے اور ظلم و ناانصافی سے بچنے کے لئے کراہت خاطر کے ساتھ رشوت دینے کی گنجائش ہے، لیکن رشوت لینا بہر صورت حرام ہے۔

"ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على
نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ؛

لأن دفع الضرر عن المسلم واجب و لا يجوز
أخذ المال ليفعل " (۱)

ضرورت کی بناء پر رشوت لینا

سوال:- (2209) اگر ہمیں پیسوں کی سخت ضرورت ہو تو کیا رشوت لی جاسکتی ہے؟ (سہیل، یداللہ کالونی، گلبرگہ)

جواب:- رشوت لینا حرام، سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا باعث ہے، (۲) اور رشوت لینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

رشوت دے کر ٹھیکہ حاصل کرنا

سوال:- (2210) بہت سے مسلمان گورنمنٹ کے کام میں ٹھیکہ داری کر رہے ہیں، لیکن ان کاموں میں بہت دشواریاں ہیں، اصل کام کی لاگت مثلاً ایک روپیہ ہوتی ہے، جس کی تکمیل میں پچاس پیسے صرف ہوتے ہیں، بل سو روپیہ کا بنتا ہے، آدھی رقم آفس اسٹاف ہضم کر جاتا ہے، باقی آدھا ٹھیکہ دار کو ملتا ہے، یہ کمائی جائز ہے یا ناجائز؟ اس سے حج و عمرہ اور صدقہ و خیرات کرنا درست ہے یا نہیں؟ (محمد رئیس، ناندیڑ)

جواب:- ٹھیکہ داری کا کام تو اصلاً جائز ہے، نفع کی مقدار بھی کم و بیش ہو سکتی ہے، لیکن آدھی رقم آفس کے اسٹاف کو کھلانا رشوت ہے، رشوت لینا تو حرام ہے ہی، شدید مجبوری کے بغیر رشوت دینا بھی حرام ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے رشوت لینے

---

(۱) ردالمحتار: ۳۵/۸۔
(۲) سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر: ۲۳۱۳، نیز دیکھئے۔

والے اور رشوت دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی: "لعن رسول اللہ ﷺ الراشي والمرتشي" (۱)

تاہم رشوت لینے اور دینے میں فرق یہ ہے کہ رشوت لینے والا تو بہر صورت گنہگار ہے، البتہ رشوت دینے والا اس وقت گنہگار ہوگا جب ناحق کو حاصل کرنا یا کسی حقدار کو محروم کرنے کی غرض سے رشوت دے، اگر اپنا جائز حق وصول کرنے یا ناواجبی مشقت کو دور کرنے کی غرض سے رشوت دے تو ضرورتاً اس کی اجازت ہے:

"فاما اعطى ليتوسل به الى حق أو يدفع عن نفسه ظلما فانه غير داخل في هذا الوعيد" (۲)

لہٰذا جو مسلمان ٹھیکدار رشوت دینے پر مجبور ہوں، ان کے لیے اس طرح کے معاملہ کی گنجائش ہے، اور ان کی آمدنی حلال ہے، اور جب آمدنی حلال ہے تو اس سے حج وعمرہ بھی کیا جاسکتا ہے، اور صدقہ وخیرات بھی۔

البتہ ایک مسلمان اور ملک کے خیر خواہ شہری کی حیثیت سے ہم سب کا فریضہ ہے کہ کرپشن کے آگے سرنگوں ہوجانے کے بجائے اس کی مزاحمت کریں، اور سرکاری نظام میں ایمانداری اور شفافیت لانے کی کوشش کریں، کیوں کہ کرپشن بہ حیثیت قوم پورے ملک کو نقصان پہنچانا اور اجتماعی املاک کو لوٹنے کے مترادف ہے۔

ڈاکٹر وغیرہ کا کمیشن

سوال:- {2211} مختلف کاموں کے انجام دینے والے لوگ کام بھیجنے والے کو کمیشن دیتے ہیں، مثلاً: ایکسرے

---

(۱) سنن أبي داؤد: ۲/۵۰۴۔

(۲) بذل المجهود: ۹/۲۰۷۔

والے ڈاکٹروں کو، ہوٹل والے اسٹیشن سے مسافر لانے والے
آٹو کے ڈرائیوروں کو، سیکا تنگ گاڑی لانے والے ڈرائیور کو۔
کیا یہ صورتیں جائز ہیں؟ (محمد نصیر الدین، اکبر باغ)

جواب:- یہ صورت جو آج کل مروج ہو چکی ہے، رشوت میں داخل ہے، اور جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔(۱) سب سے زیادہ افسوس ڈاکٹری کے پیشے پر ہوتا ہے، جس کا اصل مقصد خدمتِ خلق ہے، لیکن آہستہ آہستہ اس پیشہ پر خالص تاجرانہ رنگ چڑھتا جا رہا ہے، اور اس وجہ سے علاج گراں سے گراں اور متوسط آمدنی کے حامل لوگوں کی قوت سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔

رشوت دینے کے لیے رشوت لینا

سوال:- {2212} اگر کسی کو اپنے اوپر والوں کو رشوت دینی پڑتی ہے، اس مقصد سے وہ دوسروں سے رشوت لیتا ہے، تو کیا یہ صورت جائز ہوگی؟ (ابو نعمہ، شاہین نگر)

جواب:- رشوت دینے کے لیے رشوت لینا جائز نہیں، یہ دوہرا گناہ ہے، ایک تو رشوت لینے کا، دوسرے رشوت دینے کا،(۲) نیچے کے ملازمین کو چاہئے کہ ایسے معاملات میں جرأت سے کام لیں اور دیانت پر قائم رہیں، اس طرح اوپر کے عہدیداروں کی حوصلہ شکنی ہوگی اور وہ بھی اپنی بری عادت سے آئندہ بچ سکیں گے۔

آبکاری کے رشوت خور ملازم کی دعوت قبول کرنا

سوال:- {2213} جو آبکاری میں ملازمت کرتے

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۵۸۰، باب کراهية الرشوة ۔ محشی۔
(۲) حوالہ سابق

ہیں کیا ان کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے؟ جب کہ یہ رشوت لیا کرتے ہیں۔ (رافع نعیم، مجھیل)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے شراب کے کاروبار میں ہر طرح کے تعاون سے منع فرمایا ہے،(۱) محکمہ آبکاری چوں کہ شراب اور تاڑی وغیرہ سے ہی متعلق ہے، اس لئے اس کی ملازمت جائز نہیں ہے، اور رشوت لینا، یہ تو گناہ بالائے گناہ ہے؛ اس لئے اگر یہ آمدنی کا واحد ذریعہ ہو یا آمدنی کا غالب حصہ ہو تو ان کی دعوت میں شریک ہونے سے احتراز کرنا چاہئے، اور حکمت و مصلحت کے ساتھ انہیں سمجھانا چاہئے؛ کیوں کہ جہان فانی کی لذتوں کے مقابلہ آنے والی لافانی دنیا کی باز پرس زیادہ قابل توجہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حوالہ سابق، حدیث نمبر: ۳۶۷۴، باب العصیر للخمر۔ محشی۔

غصب وچوری کے احکام

لائٹ اور واٹر میٹر کی چوری

سوال:- (2214) لائٹ اور پانی کا بغیر میٹر کے استعمال کرنا یا میٹر روکنے کے لیے ترکیب کرنا کیسا ہے؟ لائٹ یا پانی کے ڈپارٹمنٹ کا ملازم آتا ہے تو اس کو کچھ رشوت دے کر بھیج دیتے ہیں، اور لوگ کہتے ہیں کہ باطل حکومت میں یہ کیا جاسکتا ہے۔ (محمد عبدالمجیب عزیز، مجیرت آباد)

جواب:- میٹر کے بغیر لائٹ اور پانی حاصل کرنا یا میٹر کو روک دینا چوری کرنے میں داخل ہے، اور چوری اسلام کی نظر میں کتنا شدید گناہ ہے، وہ محتاج اظہار نہیں،(۱) حکومت کی چیز ایک فرد کی نہیں، بلکہ پوری قوم کی ملکیت ہوتی ہے، اس لیے گویا یہ ایک فرد کے مال کی چوری نہیں، بلکہ پوری قوم کے ساتھ بددیانتی ہے، بددیانتی، چوری اور بلا اجازت دوسرے کے

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر:۶۷۸۳، ۶۷۸۲۔ محشی۔

سامان کا استعمال کسی صورت میں جائز نہیں، نہ مسلمان سے اور نہ غیر مسلم سے، نہ دین دار سے اور نہ بے دین سے، اس لیے ایسی باتوں سے بچنا چاہیے۔

اگر امانت چوری ہو جائے؟

سوال:- {2215} ایک شخص نے کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھوائی اتفاق سے چوری ہوگئی اور وہ امانت رکھی ہوئی چیز بھی چور لے گئے، ایسی صورت میں کیا اس امانت کی ادائگی ضروری ہے؟ (فاطمہ حسن حامد نگیر گر)

جواب:- جس شخص کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھوائی جائے، وہ اس کی حفاظت میں کوتاہی سے کام نہ لے، پھر بھی کسی طرح وہ چیز ضائع ہوجائے، تو اس شخص پر اس کا تاوان اور بدل واجب نہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس کوئی امانت رکھی گئی اس پر ضمان نہیں،(۱) ایک اور روایت میں ہے کہ امانت رکھنے والے نے اگر خیانت سے کام نہیں لیا تو اس پر ضمان نہیں (۲)

ناجائز قبضہ

سوال:- {2216} میں نے ۱۹۶۵ء میں ایک دوکان کرایہ پر لیا تھا، جس کا رقبہ ۱۵x۱۱ عمارت کا حصہ تھا اور اس کے پیچھے اضافہ جگہ ۱۰x۱۱ تھی، آج سے دس سال قبل دوکان مالک (جو کہ غیر مسلم ہے) فروخت کردیا، ہم اس کو برابر کرایہ بھیجتے رہے، کرایہ واپس آجاتا تھا، جس شخص نے دوکان

---

(۱) سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر: ۲۴۰۱۔

(۲) دار قطنی: ۳۰۶/۲، کتاب البیوع۔

خریدا تھا، اس نے ہم سے کرایہ کا مطالبہ نہیں کیا، ایک دو بار پگڑی لے کر خالی کرنے کے لئے کہا، اس طرح اس بات کو آٹھ سال گذر گئے، اس کے بعد اس نے تیسرے شخص کو فروخت کر دیا، تیسرے شخص نے پگڑی کی بات کہی، ہم نے اس کو بھی رد کر دیا، پھر اس نے ایک تجویز رکھی، وہ یہ کہ آپ مجھے پچھلا حصہ دیدو، کیونکہ یہ پلاٹ میں نے کمپلکس بنانے کے لئے خریدا ہے، اگر آپ نے مجھ کو پچھلا حصہ نہیں دیا تو کامپلکس کا کام ادھورا رہ جائے گا، سامنے کے حصہ میں سے آپ کو ۱۲x۱۰ کی آر، سی، سی کی دوکان بنا کر دیتا ہوں (جو کہ سابق میں ٹین پوش تھی) اور ساتھ ہی دوکان کی رجسٹری آپ کے نام کر کے آپ کو اس کا مالک بنا دیتا ہوں چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، سامنے اور پچھلے حصہ سے ہمارے قبضہ سے جو جگہ اس کو ملی، اس میں وہ دوکان بنا کر فروخت کیا اور اوپر دو منزل بنا کر اس کو بھی فروخت کیا، جس کی وجہ سے اس کو کافی فائدہ ہوا، یہ کام اس نے بہ رضا و رغبت کیا، ہم نے اس کو مجبور نہیں کیا، اب ہم اس وقت دوکان کے مالک ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کو فروخت کر کے مسجد اور دینی مدرسہ تعمیر کریں، تو کیا یہ کام شرعی نقطۂ نظر سے درست ہوگا؟ (ایم، دوائی، خان، قدیم جالنہ)

جواب: — جب آپ نے اس مکان کو صرف کرایہ پر لیا تھا، اس کی قیمت ادا نہیں کی تھی، تو آپ کی حیثیت کرایہ دار کی ہے نہ کہ مالک کی اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس نے آپ کے قبضہ سے مجبور ہو کر اپنی مقبوضہ دوکان کا کچھ حصہ لے کر باقی حصہ آپ کو دیا ہے، گویا اس نے مجبوراً آپ

کے قبضہ کو قبول کرلیا ہے، شرعاً مالک کو یہ حق ہے کہ وہ کرایہ دار سے اپنی جگہ خالی کرالے اور کرایہ دار پر مالک کے اس مطالبہ کو قبول کرنا واجب ہے، لہٰذا آپ کا اس مکان کو لے لینا جائز نہیں اور اس کو فروخت کر کے جو آمدنی حاصل ہوگی وہ بھی ناجائز ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾(۱) اور جبراً کسی سے کوئی چیز حاصل کرنا باطل طریقہ پر کھانے میں داخل ہے، لہٰذا مسجد اور مدرسے کی تعمیر جیسے مبارک کام میں اس رقم کا استعمال جائز نہیں، اب بہتر صورت یہ ہے کہ کوئی قیمت باہم طے کر کے ادا کردیں یا اس شخص کو اختیار دیں کہ اگر وہ چاہے تو آپ سے دوکان واپس لے لے اور اس اختیار کے ساتھ وہ برضاء ورغبت آپ کو ہبہ کردے، اس میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں، ظلم بہر حال گناہ ہے، مسلمان کے ساتھ ہو یا غیر مسلم کے ساتھ۔

برقی چوری

سوال:- (2217) آج کل واٹر سپلائی بورڈ کی جانب سے پانی نارمل طریقہ سے مہیا نہیں ہورہا ہے، لوگ گڑھا کر کے موٹر کے ذریعہ پانی حاصل کررہے ہیں، اس عمل سے لائٹ بل زیادہ ہوجاتا ہے، اس لیے بعض حضرات برقی میٹر میں خرد برد کررہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے؛ کیوں کہ حکومت کے ناکافی پانی مہیا کرنے کی وجہ سے ہمیں ایسا کرنا پڑرہا ہے۔ (محمد عبدالرشید، اعظم پورہ)

جواب:- میٹر کی چوری جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ حکومت کسی کو سرکاری نل لینے پر مجبور نہیں کرتی، اگر کوئی شخص اس میں دشواری محسوس کرتا ہے تو وہ نل کی لائن منقطع کر کے اپنے طور پر پانی

(۱) البقرۃ: ۱۸۸۔

کا نظم کرسکتا ہے، دوسرے پانی کا نظم خالصتاً سرکاری ہے اور برقی کے نظم میں پرائیوٹ کمپنی بھی شامل ہے، اس ایک شخص کی زیادتی کی سزا دوسرے کو مل جائے گی، جو جائز نہیں۔

ٹیلیفون کی چوری

سوال:- (2218) آج کل لوگ ٹیلیفون آپریٹر سے مل کر تھوڑے بہت پیسے دے کر بیرون ممالک سے گھنٹوں بات کرتے ہیں، اگر یہ لوگ صحیح طریقہ سے فون پر بات کریں تو ہزاروں روپیہ کا بل آجائے، اسی لئے آپریٹر سے مل کر کم پیسوں میں کام چلالیتے ہیں، کیا ایسا کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے درست ہے؟ (مرزا انس بیگ، مہدی لائن، حیدرآباد)

جواب:- جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، ظاہر ہے کہ وہ چوری یا غصب ہے اور اسلام میں چوری اور غصب کتنا شدید جرم ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ چند ہی سنگین جرائم ہیں جن کی سزا خود قرآن مجید نے متعین کی ہے، ان میں سرقہ یعنی چوری (۱) اور حرابہ یعنی راہزنی (۲) بھی ہے، اس لئے یہ نہایت ناشائستہ اور قبیح عمل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کے نفع ونقصان کا تعلق ایک فرد سے نہیں، بلکہ پوری قوم سے ہے، اس لئے اس طرح کی حرکت کرنے والے لوگ پوری قوم کے ساتھ زیادتی اور ضرر رسانی کے شریک ہیں، اور اسی نسبت سے ان کا گناہ بھی شدید تر ہے، اس لئے ایسی باتوں سے احتیاط کرنا انتہائی ضروری ہے۔

جھوٹ بول کر رقم حاصل کرنا

سوال:- (2219) میں ایک ٹرک ڈرائیور ہوں،

---

(۱) ﴿ السارق و السارقة فاقطعوا ایدیهما ... ﴾ (المائدة:۳۸)۔مرتب۔
(۲) المائدة: ۳۳۔محشی۔

نوکری کے سلسلہ میں چار چار دن گھر آنا نہیں ہوتا، اور آرام بھی چار دن میں آٹھ دس گھنٹے میسر ہوتا ہے، جب کہ تنخواہ ماہانہ ۱۵۰۰ / روپے ہیں، اور کھانے کا خرچ ۱۰۰ / روپے یومیہ ڈرائیور کلینر کے لیے مقرر ہے، جب کہ کھانے پر ۱۵۰ / تا ۲۰۰ / روپے خرچ ہوجاتے ہیں، اس طرح مسافرین سے حاصل ہونے والی آمدنی کھانے میں اور دیگر اخراجات پر خرچ ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں اس گرانی کے دور میں اپنے گھریلو اخراجات پورے کرنے کے لیے اکثر ڈرائیور گاڑی کے ایک چکر کے اخراجات میں ۱۰۰ / تا ۲۰۰ / روپے اضافہ لکھ دیتے ہیں، اس بات کا ٹرک مالکین کو بھی پتہ ہوتا ہے، لیکن انہیں مجبوراً اور ناگواری کے ساتھ برداشت کرنا ہی پڑتا ہے، تو ایسی صورت میں ٹرک مالکین کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی رقم ازروئے شرع جائز ہے یا ناجائز ؟

(ایک ڈرائیور، مدینہ نگر، ناندیڑ)

جواب :- جھوٹ بول کر زیادہ رقم حاصل کرنا جائز نہیں، اس کا صحیح حل یہ ہے کہ جرأت سے کام لے کر گاڑی کے مالکان کو اپنی مجبوری سمجھائی جائے، تاکہ وہ حقیقت حال کو سمجھیں، اگر تمام ڈرائیور اس بات کا عزم کرلیں کہ وہ سچ بول کر ٹرک مالکان کو صحیح صورت حال سے آگاہ کریں گے، تو یقیناً سچائی کے ساتھ ان کا مسئلہ حل ہوگا، اور حلال طریقہ پر ڈرائیوروں کو اپنے کام کی مناسب اجرت حاصل ہوسکے گی، کم ہمتی اور مسلسل جھوٹ کو اپنا طریقہ بنالینے کی وجہ سے معاشرہ میں بدمعاملگی پھیلتی ہے اور آہستہ آہستہ حرام وحلال کی تمیز بھی دلوں سے اٹھ جاتی ہے۔

چوری کرلی تو اب اس کا تاوان کیسے ادا کرے؟

سوال:- (2220) زید نے اپنی نابالغی کی عمر — جو کوئی بارہ تیرہ سال کی عمر رہی ہوگی — میں اپنے ہی رشتہ دار کی ایک گھڑی چوری کرلی، اب اس رشتہ دار کا انتقال ہو چکا ہے، تو زید اس کا معاوضہ ادا کرنا چاہتا ہے، اس کا کیا طریقہ ہوگا کہ حق بھی ادا ہو جائے، اور عنداللہ مؤاخذہ سے بھی بچ جائے؟

(ایک قاری)

جواب:- مرحوم کے ورثاء تک حصۂ شرعی کے لحاظ سے وہ رقم پہونچا دینی چاہئے، یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ گھڑی چوری کی گئی تھی، اگر صرف یہ کہہ دیا جائے کہ مرحوم کی اتنی رقم میرے ذمہ باقی تھی، تو یہ بھی کافی ہے، اگر مرحوم کے ورثاء میں سے کوئی موجود نہ ہو، تو ان کی طرف سے بطور ایصالِ ثواب صدقہ کردیں، اور یہ نیت رکھیں کہ جب اصل مالک یعنی مرحوم کے ورثاء سے ملاقات ہوگی تو انہیں یہ رقم واپس کردیں گے۔ (۱)

ظالم کے مال سے اپنا حق وصول کرنا

سوال:- (2221) میں سعودی عرب میں ایک دوکان میں ملازم ہوں، وہاں سے ہر دو سال میں ایک بار گھر آنے کا موقع ملتا ہے، اور گھر آنے کا خرچ بھی دیا جاتا ہے، میں چھ سال بعد ہندوستان آیا، لیکن مجھے کفیل کی جانب سے وہ روپیہ نہیں دیا گیا، جو ہر دو سال میں ہندوستان آنے والوں کو کرایہ مع تنخواہ دیا جاتا ہے، اور میری تنخواہ بھی سعودی عرب کے

---

(۱) الهداية: ۴/۶۱۵ ـ محشی۔

قانون کے اعتبار سے بہت کم ہے، اگر میں اس دکان میں کچھ
الٹ پھیر کر کے اپنے حق کے بقدر حاصل کرلوں تو کیا میرے
لیے یہ بات جائز ہے؟ (س،ل، احمد بھائی، حیدرآباد)

جواب:- جھوٹ اور دھوکہ دہی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اور حتی المقدور اس سے اجتناب واجب ہے، اس لیے بہتر تو یہی ہے کہ آپ صبر سے کام لیں، اور اپنا حق اللہ کے پاس ہی وصول کریں، تاہم اگر آپ کا اس سے یہ معاہدہ تھا کہ چاہے میں ہر دو سال میں گھر نہ جاؤں، لیکن مجھے اس مدت پر ایک کرایہ آمدورفت مع تنخواہ ملا کرے گا، تو کفیل پر اس وعدہ کو وفا کرنا واجب ہے، ایسی صورت میں آپ کے لیے دکان سے صرف اتنی ہی رقم حاصل کرنے کی گنجائش ہے، اس کو فقہ کی اصطلاح میں "ظفر بالحق" کہا جاتا ہے، یعنی اگر کسی شخص کے ذمہ آپ کا کچھ باقی ہے اور وہ ادا نہیں کرتا تو اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر اس کا مال کسی طریقہ پر آپ کے پاس آجائے تو آپ اس میں سے اپنا حق وصول کرلیں۔

حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے
شوہر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ اخراجات میں
بخل سے کام لیتے ہیں تو کیا میرے لیے ان کی اجازت کے
بغیر ان کے مال میں سے کچھ لینے کی اجازت ہے؟ آپ ﷺ
نے ارشاد فرمایا کہ اس قدر لے سکتی ہو جو تم کو اور تمہارے بچوں کو
کافی ہو جائے۔ " ما یکفیک و ولدک "(۱)

اس حدیث سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص صاحب حق کو اس کا حق ادا نہ کرے تو اپنے حق کے بقدر اس کے لیے لینا جائز ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر: ۵۳۶۴، باب إذا لم ینفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغیر علمه ما یکفیها و ولدها بالمعروف۔ محشی۔

كتاب الفتاوى

چھٹا حصہ

المتفرقات

متفرق مسائل

متفرق مسائل

الیکشن میں امیدوار بننا
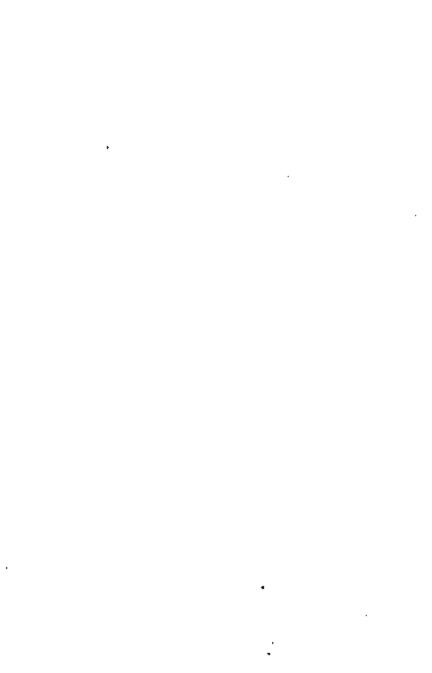
سوال:- {2222} اسلام میں عہدہ کی طلب کی ممانعت ہے اور آج کل الیکشن میں خود اپنے آپ کو امیدوار بنا کر پیش کیا جاتا ہے، اور لوگوں سے ووٹ کے لیے اپیلیں کی جاتی ہیں تو کیا اس طرح الیکشن میں کھڑا ہونا جائز ہے؟

(سید مصلح الدین، مظفر پور)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ لوگ خود کسی عہدہ کے طلب گار ہوں،(۱) آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ

"جب آدمی مطالبہ کے بغیر کسی ذمہ داری پر فائز کیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی خاص مدد ہوتی ہے، اور جب مطالبہ اور سوال کے ذریعہ کوئی عہدہ حاصل کرتا ہے تو

---

(۱) صحیح البخاري حدیث نمبر:۷۱۴۷،باب من سئل الإمارة وكل إليها ۔ محشی۔

اپنے نفس کے حوالہ کر دیا جاتا ہے اور اللہ کی مدد اس کی شریک حال نہیں ہوتی ہے۔(۱)

سیاسی دشنام طرازیاں

سوال:- (2223) ابھی حال میں ایک پارٹی کا انتخابی جلسہ ہوا، ایک صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز اس طرح کیا : ''شروع کرتا ہوں اس پاک پروردگار کے نام سے جس نے موسیٰ کو فرعون کے لیے اور فلاں کو فلاں کے لیے پیدا کیا'' یہ ایک مسلم سیاست داں کے لیے کہا گیا، اور کہنے والے بھی مسلمان ہیں، کیا اس طرح کے الفاظ کہنا جائز ہے؟

(ایم، اے، حیدرآباد)

جواب:- مسلمان سیاست داں کا آپس میں اس طرح ایک دوسرے کے خلاف بدگوئی کرنا اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو سے کھیلنا انتہائی بدبختی کی بات ہے، ان کو ملک کے دوسرے سیاست دانوں سے سبق لینا چاہئے کہ وہ ایک دوسرے پر کس طرح شائستہ اور اصولی تنقید کرتے ہیں، اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ مہذب اور شائستہ انداز پر ملتے بھی ہیں، کسی مسلمان کو فرعون سے تعبیر کرنا درست نہیں، اور نہ یہ درست ہے کہ کسی کو اتنا اونچا اٹھا دیا جائے کہ موسیٰ کہہ دیا جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

(۱) عن عبد الرحمن بن السمرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : لا تسأل الإمارة فإنك إن أعطيتها عن مسألة وكلت إليها و إن أعطيتها عن غير مسألة أعنت عليها (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۳۲۳، أبواب الأحكام ، سنن نسائي ، حدیث نمبر:۵۳۸۴، باب النهي عن مسألة الإمارة ، نیز دیکھئے: تبصرة الحكام:۱/۱۰) محشی۔

پیسے لے کر ووٹ

سوال:- {2224} اس بار کے الیکشن میں اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ بعض سیاسی جماعتوں نے ووٹ حاصل کرنے کے لیے بری طرح پیسے خرچ کیے ہیں، لوگوں نے پیسے لے کر ووٹ دیے ہیں، اور وفاداریاں بدلی ہیں، اس طرح پیسے لے کر ووٹ دینے کا کیا حکم ہے؟ (محمد الیاس، یاقوت پورہ)

جواب:- ووٹ دینا گواہی دینا ہے، آپ جس امیدوار کے حق میں ووٹ دیتے ہیں، اس کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ اس حلقہ کے امیدواروں میں اس عہدہ کے لیے یہ شخص سب سے زیادہ موزوں ہے، اگر کسی شخص نے پیسے لے کر دوسرے شخص کے حق میں ووٹ دیا، تو وہ دوہرے گناہ کا مرتکب ہے، ایک تو رشوت لینے کا، اور رشوت لینے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، (۱) دوسرے جھوٹی گواہی دینے کا، کیوں کہ وہ ایک شخص کو نامناسب یا کم مناسب خیال کرنے کے باوجود اس کے حق میں ووٹ کا استعمال کر رہا ہے، اور جھوٹی گواہی دینے کو رسول اللہ ﷺ نے شرک کا ہم درجہ قرار دیا ہے، (۲) اس لیے ایسی باتوں سے خوب بچنا چاہیے۔

بھوک ہڑتال

سوال:- {2225} بعض لوگ اپنی ناراضگی کے اظہار کے لیے بھوک ہڑتال کیا کرتے ہیں، کیا شرعاً احتجاج کا یہ

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۳۳۷، باب ما جاء في الراشي و المرتشي في الحكم۔ محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۵۹۹، باب في شهادة الزور۔ محشی۔

طریقہ جائز ہے؟　　(نظام الدین، پارکس)

جواب:- اپنے جائز حقوق کے لیے جدوجہد اور احتجاج جائز ہے، مگر بھوکے رہ کر ناراضگی کا اظہار کیا جانا مروج اور آئینی طریقہ ہو تو اتنی دیر بھوکا رہنا جائز ہے، جس سے صحت متاثر نہ ہو، اور عبادات نیز اس سے متعلق حقوق و فرائض کی ادائیگی میں خلل نہ پڑتا ہو، اتنی دیر بھوکا رہنا جائز نہیں کہ جس سے ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو جائے، کیوں کہ جسم بھی اللہ کی ایک امانت ہے، اسی لیے اتنا کھانا فرض ہے کہ آدمی ہلاک ہونے سے بچ جائے، اگر بھوکا رہنے کی وجہ سے جان چلی جائے تو وہ گنہگار ہوگا، "فإن ترك الأكل و الشرب حتى هلك ، فقد عصى "(١) اور اتنا کھانا باعث اجر و ثواب ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قدرت رہے، اور آسانی سے روزہ رکھ سکے، "ليتمكن من الصلاة قائما و يسهل عليه الصوم "(٢)

جھاڑو کس سمت سے دی جائے؟

سوال:- [2226] جھاڑو کس سمت سے دینی چاہئے، مشرق یا مغرب سے اور شمال سے یا جنوب سے؟

(حکیم واسع رضوی، سوپال)

جواب:- صفائی ستھرائی کے لیے جھاڑو دینا تو منقول ہے، (٣) لیکن اس کے لیے کوئی سمت متعین نہیں ہے کہ کس رخ سے جھاڑو دی جائے؟ اسلام ایسے تکلفات اور بے معنی قیود کا قائل نہیں ہے، اتنا ضرور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر اچھا کام دائیں جانب سے شروع کرنا محبوب تھا، (٤) جو افعال تطہیر نجاست سے متعلق ہیں، جیسے وضوء و غسل، ان میں بھی آپ ﷺ نے اس

---

(١) رد المحتار: ٩/ ٢٨٨، كتاب الحظر و الإباحة - محشی -
(٢) الفتاوى الهندية: ٥/ ٣٣٢ -
(٣) صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٢١٥، باب الصلاة على القبر، كتاب الجنائز - محشی -
(٤) صحيح البخاري، حديث نمبر: ٥٣٨٠، باب اليمين في الأكل و غيره - محشی -

پہلو کو ملحوظ رکھا ہے۔(۱) اس لیے خیال ہوتا ہے کہ جس جگہ جھاڑو دی جائے، اگر اس کے دائیں حصہ سے ابتداء کرنے میں کوئی دقت نہ ہو تو اس کی رعایت کرنا بہتر ہوگا۔ واللہ اعلم۔

صحابہ کرام ﷺ کے نام پر ''رضی اللہ عنہ'' کہنا

سوال:- (2227) جیسے رسول اللہ ﷺ کے نام لینے پر درود شریف کہنا واجب ہے، کیا اسی طرح صحابہ ﷺ کا نام آنے پر ''رضی اللہ عنہ'' کہنا ضروری ہے؟

(محمد عبد اللہ، رتی کالونی، حیدرآباد)

جواب:- حضور ﷺ پر صلاۃ و سلام بھیجنے کا حکم ہے، قرآن مجید میں صراحتاً اس کا ذکر ہے اور حدیثیں تو اس سلسلہ میں بکثرت وارد ہوئی ہیں، لیکن صحابہ ﷺ کے بارے میں اس طرح کی تاکید قرآن و حدیث میں منقول نہیں، بلکہ سلف صالحین کے عہد سے احترام کے طور پر یہ دعائیہ کلمہ کا کہنا مستحب تو ہے، واجب نہیں۔

"و لا یجب رضوان عند ذکر الصحابة رضی الله عنهم"(۲)

عشرۂ مبشرہ کے نام

سوال:- (2228) عشرۂ مبشرہ جن کو بشارت دی گئی ہے وہ کون کون ہیں؟ اور انہیں جنت کی بشارت دیے کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ دوسرے صحابہ ﷺ بھی ان خصوصیات کے حامل رہے ہوں گے۔ (محمد عبد الحق، گلبرگہ)

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۲۸۰، باب الیمین فی الأکل و غیرہ۔ محشی۔
(۲) الفتاوی الهندية: ۵/۳۱۵۔

جواب:- دس صحابہ ؓ جن کو رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، ان کو "عشرہ مبشرہ" کہا جاتا ہے، ان کے نام اس طرح ہیں:

حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ، حضرت عثمان ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت طلحہ ؓ، حضرت زبیر ؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ، حضرت سعید بن زید ؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ (۱)

یہ تمام صحابہ ؓ وہ ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بڑی آزمائشیں اور ابتلائیں اٹھائی ہیں، اس بشارت کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے دوسرے رفقاء جنت سے محروم ہوں گے، صحابہ تمام کے تمام رسول اللہ ﷺ کے جاں نثاروں اور اسلام کے خادموں اور داعیوں میں تھے، دوسری حدیثوں میں پوری جماعت صحابہ ؓ کے بارے میں عموماً اور بعض صحابہ ؓ کے بارے میں خصوصیت سے جنتی ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس لیے عشرہ مبشرہ کے متعلق پیشین گوئی سے دوسروں کے درجہ و مقام کی نفی نہیں ہوتی۔

مزاح- رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کا طریقہ

سوال:- {2229} (الف) کیا رسول اکرم ﷺ اپنے جان نثار صحابہ ؓ سے لطیف مذاق میں کبھی جھوٹا مذاق بھی کرتے تھے؟

(ب) کیا جلیل القدر صحابی حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اپنے پیارے ساتھی حضرت علی ؓ کا مذاق میں استہزاء بھی کرتے تھے؟ چنانچہ ایک ہفت وار رسالہ ...... میں

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۳۷۴۷، مناقب عبد الرحمن بن عوف ؓ۔ محشی۔

(۱۰ ؍مارچ) ''ظرافت لطیف'' کے عنوان سے ایسا ہی لکھا آیا ہے۔ (محمد سردار علی، حیدری بازار، حیدرآباد)

جواب:- مذکورہ رسالہ میں کیا لکھا ہے؟ یہ تو میری نظر سے نہیں گزرا، البتہ آپ کے سوالات کے جوابات اس طرح ہیں:

(الف) رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ ؓ سے مزاح فرمایا کرتے تھے، لیکن اس میں بھی جھوٹ نہیں ہوتا، جھوٹ بہرحال گناہ ہے، آنحضور ﷺ نے اس جھوٹ کو بھی گناہ قرار دیا ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے بولا جائے، اور پیغمبر گناہوں سے معصوم ہوا کرتے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہم لوگوں کے ساتھ مزاح فرماتے ہیں: ''انك تداعبنا'' آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن حق اور سچائی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ ''إني لا أقول إلا حقا'' (۱) پس حضور ﷺ کے مزاح میں جھوٹ اور تمسخر کا پہلو نہیں ہوتا تھا، اور نہ دوسرے مسلمانوں کے لیے اس طرح کا مزاح جائز ہے۔

(ب) حضرت ابوبکر ؓ حضرت عمر ؓ اور حضرت علی ؓ یہ سب جلیل القدر صحابہ ہیں، باہم بے تکلف، ایک دوسرے کے قدرداں، ایک دوسرے کی خوبیوں کے معترف اور ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے تھے، باہم مزاح تو کرتے تھے، لیکن کبھی ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزاء نہیں کرتے تھے اور حضرت علی ؓ تو کیا ایک ادنیٰ مسلمان کے بارے میں بھی ان صحابہ ؓ سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

مزاح اور استہزاء میں فرق یہ ہے کہ مزاح کا مقصد خوش کلامی، دلداری، بے تکلفی کا اظہار اور ہنسانا ہوتا ہے، اور استہزاء کا مقصد مخاطب کی ایذا رسانی اور دوسروں کے سامنے اس کی توہین ہے، اس فرق کو پیش نظر رکھا جائے تو کسی بھی صحابی کے کلام میں استہزاء اور تمسخر نہیں ملے گا۔

---

(۱) الجامع للترمذی: ۳؍۳۵۷۔

نشست کے نیچے ٹیپ ریکارڈر

سوال:- {2230} میرے پاس ایک آٹو ہے، میں نے اس آٹو میں ڈرائیور سیٹ کے نیچے باکس بنوا کر ٹیپ ریکارڈ رفٹ کیا ہے، اس ٹیپ ریکارڈر سے حمد، نعت، قراءت، وعظ وغیرہ سب کچھ سنتا ہوں، لیکن ڈر یہ ہے کہ ٹیپ ریکارڈ سیٹ کے نیچے اور میں اوپر ہوں، اس طرح کیسٹ سن کر الٹا بے ادبی کر رہا ہوں؟ (محمد عبدالصمد، بیگم پیٹ اسٹیشن)

جواب:- ٹیپ ریکارڈ کی حیثیت محض ایک مشین کی ہے، اور خود کیسٹ کی حیثیت بھی کتابوں کی نہیں، بلکہ ایک مشتری شی کی ہے، جس نے آواز کو محفوظ کرلیا ہے اور آپ کا مقصد بھی بے ادبی نہیں، بلکہ استفادہ ہے، اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں، فقہاء کے یہاں یہ صراحت ملتی ہیں کہ قرآن مجید باکس میں ہو اور وہ نشست گاہ سے نیچے رکھا ہوا ہو، مقصود حفاظت ہے نہ کہ بے احترامی تو اس میں مضائقہ نہیں ۔(۱) البتہ آپ اس کا اہتمام ضرور کریں کہ دینی اور مذہبی کیسٹ لگایا کریں، یہ آپ کی طرف سے ایک خاموش تبلیغ کی انجام دہی ہوگی، اور اگر آپ نے گانے بجانے کی کیسٹ لگائی تو آپ نہ صرف سننے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے، بلکہ آپ کے آٹو پر سوار ہونے والے لوگ گانے سنیں گے، ان کے گناہ میں بھی آپ شریک قرار پائیں گے۔

گھر کس رخ کا ہو؟

سوال:- {2231} بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ جب نیا

---

(۱) "وضع المصحف تحت رأسه في السفر للحفظ لا بأس به" (الفتاوى الهندية:۳۲۲/۵) محشی۔

گھر بنایا جائے تو قبلہ رخ ہو اور اس کے دروازے سیدھی
جانب کھلیں، ورنہ بدشگونی ہوگی۔ (ڈاہیہ، یاقوت پورہ)

جواب:- گھر کس طرح کا ہو؟ کس سمت میں ہو؟ اس کے دروازے اور کھڑکیاں کدھر ہوں؟ قرآن وسنت میں اس کی کوئی تحدید نہیں کی گئی ہے، یہ انسان کی اپنی سہولت اور ماہرین کے مشورہ پر موقوف ہے اور اسلام کا مزاج بھی یہی ہے کہ ایسی بے فائدہ اور موقع ومحل سے قابل تبدیل چیزوں کے بارے میں کوئی ایک حکم متعین نہ کر دیا جائے، آپ نے صرف اتنی ہدایت دی ہے کہ بیت الخلاء ایسا ہونا چاہئے کہ قضائے حاجت کرنے والے کا چہرہ یا پشت قبلہ کی طرف پڑے،(۱) باقی جس رخ پر اور جیسی سہولت ہو مکان کی تعمیر کی جا سکتی ہے۔

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے اسماء مبارکہ

سوال:- (2232) آقائے نامدار تاجدار مدینہ طیبہ
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کے اسم
مبارک سے آگاہ فرمایئے، مہربانی ہوگی۔
(شیخ محمد عبدالرحمن، ظہیر آباد)

جواب:- نبی کریم ﷺ کی گیارہ ازواج تھیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۴۴، باب لا تستقبل القبلۃ ببول و لا غائط۔ محشی۔

طوطے اور چڑیا پالنے کا حکم

سوال:- {2233} طوطے اور چڑیا پالنے اور اس کے کاروبار کے بارے میں روشنی ڈالیے!

(افضل حسین، جوگی ہٹ)

جواب:- ان پرندوں کو یوں ہی زینت کے طور پر قید کر کے رکھنا بہتر نہیں، ہاں! اگر پرندوں کو اس طرح مانوس کر لیا جائے کہ بلا قید بھی آپ کے پاس رہنے کو تیار ہو، تو حرج نہیں، جیسے کبوتر وغیرہ کی پرورش کی جاتی ہے، تاہم اپنی گرفت میں آنے کے بعد ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔(۱) اس لیے کہ یہ شریعت کی نظر میں مال ہیں، اور جب اختیار و قدرت میں ہوں تو "قبضہ" بھی پایا گیا، اور شریعت میں کسی چیز کی خرید و فروخت کے جائز ہونے کے لیے یہی دو چیزیں بنیادی طور پر ضروری ہیں: ایک یہ کہ مال ہو، دوسرے اس مال پر قبضہ بھی قائم ہو۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جنگ جمل

سوال:- {2234} جنگ جمل میں ایک گروپ کی قیادت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کر رہی تھیں، تو کیا اس سے یہ مطلب نکالا جائے کہ عورت فوج کی کمانڈر بن سکتی ہے؟

(ہاجرہ بیگم، شاہین نگر)

جواب:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شرکت جنگ جمل میں قائد فوج کی حیثیت سے نہیں تھی اور نہ سپاہی کی حیثیت سے وہ شریک ہوئی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصود محض قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنا تھا، اس کے علاوہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور

(۱) الفتاوی الہندیۃ: ۲/۳، ۲ محشی۔
(۲) حوالہ سابق۔

دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس اقدام سے اتفاق نہیں تھا، اور خود ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی اس اجتہادی غلطی کا احساس ہو گیا تھا اور اس مہم میں شرکت پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پچھتاوا ہوتا تھا، (۱) اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس عمل سے خواتین کے لیے سیاسی یا عسکری قیادت کا جواز ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

مغربی ملکوں میں جہاد

سوال:- {2235} آج کل اہل مغرب بظاہر مسلمانوں کے دوست ہیں، لیکن اندرونی طور پر مسلمانوں کے خلاف ہر سازش میں وہ شریک ہیں، تو کیا ان سے جہاد کرنا جائز نہیں؟　　(سعید احمد، پھلسل، بہار)

جواب:- آج کل دنیا کے اکثر ممالک کا نظام حکومت جمہوریت پر مبنی ہے، جمہوری نظام میں مسلمانوں کے ساتھ رہنے والے غیر مسلموں کی حیثیت ''معاہدین'' کی ہے، یعنی ہم ان کے ساتھ بقائے باہم کے اصول پر ایک ملک میں رہنے اور بسنے کا معاہدہ کر چکے ہیں، اور اصولی طور پر معاہدین کے ساتھ جہاد جائز نہیں، الا یہ کہ دستوری طور پر اس معاہدہ کو ختم کر دیں، آپ غور کریں کہ منافقین، مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ سازشیں نہیں کرتے تھے؟ لیکن چوں کہ ان کی سازشیں در پردہ تھیں، اس لیے آپ ﷺ نے ہمیشہ تحمل کا راستہ اختیار کیا، یہودیوں کی سازشیں بھی کچھ کم نہ تھیں، لیکن طویل عرصے تک آپ ﷺ ان کی ریشہ دوانیوں کو سہتے رہے اور جب ان لوگوں نے عہد شکنی کی، تبھی حضور ﷺ نے ان کے خلاف فوج کشی کی، پھر جہاد کے لیے اور بھی بہت سی شرطیں ہیں اور جہاں تک میرا خیال ہے ان ملکوں میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتیں۔

---

(۱)　البدایۃ والنہایۃ: ۷/۲۳۱-۲۳۲ محشی۔

جہاد کب جائز ہے؟

سوال:- {2236} کسی ملک میں مسلمانوں پر ظلم تو نہ کیا جائے، لیکن اسلام کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ ہو تو کیا ان سے جہاد کرنا جائز ہے؟ (اصغر علی، رنگون، میانمار)

جواب:- میرا خیال ہے کہ اول تو اس وقت شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا ملک ہو، بالخصوص سوویت یونین کے پارہ پارہ ہونے کے بعد، کہ جہاں تبدیلی مذہب پر پابندی ہو اور آپ اسلام کی دعوت نہ دے سکیں، دوسرے جہاد دراصل دعوت کی تکمیل ہے، کسی قوم کو اسلام کی دعوت دی جائے، اور ان پر حجت تمام کر دی جائے، اس کے باوجود وہ مسلمان نہ ہوں، بلکہ اسلام کے ساتھ عناد کا رویہ اختیار کریں تو ان سے جہاد کی گنجائش ہے، لیکن آج دنیا میں شاید ہی کوئی خطہ ہو جہاں مسلمانوں نے غیر مسلم بھائیوں پر دین کو پہونچانے کی سنجیدہ کوشش کی ہو، جب مرحلۂ دعوت ہی تمام نہیں ہوا ہے تو جہاد کا جواز کہاں سے پیدا ہوگا؟

غزوۂ خندق میں یہودیوں کا قتلِ عام

سوال:- {2237} غزوۂ خندق کے بعد یہودیوں کا قتلِ عام کیا گیا تھا، اس سلسلے میں کس طرح معترضین کی تشفی کی جائے؟ (عامر عثمانی، حیدرآباد)

جواب:- غزوۂ خندق کے بعد یہودیوں میں جنگ کے قابل لوگ تقریباً چار سو قتل کئے گئے تھے، خواتین اور نابالغ لڑکے قتل نہیں کئے گئے تھے، اس مسئلے میں چند باتیں پیش نظر رکھنی چاہئے:

پہلی بات یہ ہے کہ یہودیوں نے غزوۂ خندق کے موقع سے علانیہ عہد شکنی سے کام لیا اور علانیہ چشمی کا ثبوت دیا، وہ کفار مکہ کے ساتھ مل کر پوری طرح اس بات پر کمربستہ تھے کہ مدینہ

کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے اور کوئی مسلمان شخص یہاں باقی نہ رہ سکے اور اس میں اپنی کوشش کی حد تک انہوں نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی، ظاہر ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے اپنی پوری طاقت جھونک چکے تھے، مسلمانوں کے لیے ان کا قتل بطور دفاع کے بالکل مطابق انصاف تھا۔

دوسرے یہودیوں کے قتل کرنے کا فیصلہ آپ ﷺ نے نہیں فرمایا اور نہ یہودی اس بات پر آمادہ ہوئے کہ آپ ﷺ کو حکم بنائیں، بلکہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا اور ما بنے ہی حکم کے فیصلہ پر قتل کیے گئے، اس لیے اسلام یا پیغمبر اسلام ﷺ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں کی جاسکتی۔

تیسرے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کا فیصلہ اپنی رائے سے یا حضور ﷺ کے ایماء پر نہیں فرمایا، بلکہ خود تورات کے قانون جنگ کے مطابق فیصلہ کیا، تو یہ تو یہودیوں پر خود ان کے قانون کا نفاذ تھا، جس کو کسی بھی طور پر خلاف انصاف نہیں کہا جاسکتا۔(۱)

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سوال:- {2238} ۲ار فروری ۱۹۹۹ء کے اخبار ''منصف'' میں جناب شفیق بریلوی کا مضمون حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آیا ہے، بعض احباب کا کہنا ہے کہ حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی نے سرکار دو عالم ﷺ کی نگرانی اور نگہداشت کی ہے، حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کسی نے نہیں کیا ہے، براہ کرام اس تعلق سے مطمئن فرمائیں۔ (محمد مسیح الدین، سید علی گوڑہ)

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۳۰۴۳، باب قول النبي ﷺ قوموا إلی سیدکم۔ محشی۔

جواب:- حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی آزاد کردہ باندی تھی، آپ کا نام برکہ بنت ثعلبہ تھا، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک کنیت ام ظباء بھی تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اصل میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی باندی تھیں، حضرت آمنہ کی وفات کے بعد میراث میں آپ ﷺ کی طرف منتقل ہوئیں، اور انہوں نے ہی بچپن میں آپ ﷺ کی پرورش فرمائی، اسی لیے آپ ﷺ ان کو "اے میری ماں" (یا أمي) سے مخاطب فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ یہ بھی فرماتے تھے کہ ام ایمن میری ماں گزرنے کے بعد میری ماں ہیں، کبھی فرماتے کہ میرے اہل بیت میں سے بچی ہوئی خاتون ہیں۔ "هذه بقية أهل بيتي"

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے بعد آپ ﷺ نے ان کو آزاد فرمادیا، اور ان کا نکاح عبید بن زید سے ہوا، جن سے حضرت ایمن پیدا ہوئے، جو غزوۂ خیبر میں شہید ہوگئے، بعد میں آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ ﷛ سے فرمایا، جن سے حضرت اسامہ ﷛ پیدا ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے اسے ام ایمن سے نکاح کرنا چاہئے" آپ ﷺ کو اس پورے خاندان یعنی حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زید بن حارثہ ﷛ اور حضرت اسامہ بن زید ﷛ سے بڑی محبت تھی، ان کی زبان کسی قدر صاف نہ تھی، جب السلام علیکم کہنا ہوتا تو منہ سے آتا "سلام لا علیکم" جس کا معنی بالکل الٹ جاتا تھا، لیکن آپ ﷺ نے ان کو اسی طرح سلام کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر ﷛ و عمر ﷛ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملاقات کو حاضر ہوئے، کیونکہ حضور ﷺ بھی موقع بہ موقع حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کو تشریف لے جاتے تھے، حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں اور فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ حضور ﷺ زیادہ بہتر حالت کی طرف گئے ہیں، لیکن میں اس بات پر روتی ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ بند ہوگیا ہے، اس بات نے حضرت ابوبکر ﷛ و عمر ﷛ کو بھی خوب رلایا" حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بارے میں مورخین کی بہت سی روایتیں ہیں، لیکن

زیادہ مستند بات یہ ہے کہ حضرت عمر ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی، رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کما رضت عنہ'' (۱)

عورتوں کا مردانہ صیغہ میں گفتگو کرنا

سوال:- {2239} عورتوں کا مردانہ لب ولہجہ میں بات کرنا عام ہوتا جا رہا ہے لڑکیاں ہی نہیں، عمر رسیدہ عورتیں بھی مردانہ لہجہ میں گفتگو کرتی ہیں، اور اپنے لیے مذکر کا صیغہ استعمال کرتی ہیں شرعاً اس طرح گفتگو کرنے کا کیا حکم ہے؟

(محمد عبدالرشید، بشارت نگر)

جواب:- حدیث وفقہ کی کتابوں میں صراحتاً تو شاید اس صورت کا حکم نہ ہے، کیوں کہ عربی زبان میں متکلم کا صیغہ مذکر ومؤنث کے لیے ایک ہی استعمال ہوتا ہے، البتہ اصولی طور پر حدیث اس سلسلہ میں رہنمائی کرتی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کا مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

"لعن النبي ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال" (۲)

ظاہر ہے کہ عورتوں کا اپنے لیے مذکر کا لفظ استعمال کرنا مردوں سے مشابہت کے دائرہ میں آتا ہے، اس لیے قصداً ایسی تعبیر اختیار کرنا درست نہیں، ہاں! اگر کوئی صاحب زبان نہ ہو اور غلطی سے مذکر کی جگہ مؤنث اور مؤنث کی جگہ مذکر بول دے تو وہ معذور ہے اور اپنے اس عمل میں قابل عفو ہے۔

---

(۱) دیکھئے: موسوعة حياة الصحابيات: ۹۱-۸۷، نیز طبقات ابن سعد، الاصابہ، اسد الغابة، صفوة الصفوة۔

(۲) صحيح البخاري: ۲/۸۷۴۔

اصحاب کہف کا نام اور کہف کا مقام

سوال:- {2240} اصحاب کہف اور سگ اصحاب کہف کے اسمائے گرامی کیا ہیں؟ اگر ان کے نام کسی کتاب میں مندرج ہوں، تو براہ کرم انھیں تحریر فرمائیے، اصحاب کہف کس غار میں آرام فرما ہیں، اور وہ کرۂ ارض کے کس خطہ میں واقع ہے، ہماری معلومات کے لئے اس پر روشنی ڈالئے؟

(محمد حبیب اللہ خان یوسف، زیبا باغ آصف نگر)

جواب:- قرآن و حدیث میں اصحاب کہف اور ان کے کتے کا نام نہیں ملتا، اس لئے اس سلسلہ میں کوئی معتبر اور مستند بات نہیں کہی جاسکتی، البتہ مفسرین نے ان کے نام ذکر کئے ہیں اور بظاہر مفسرین کی یہ بات اسرائیلی روایات ہی پر مبنی ہوگی، امام رازیؒ نے یہ نام اس طرح لکھے ہیں: یمیخا، مکسلمینا، مسلثینا، مرنوس، سارنوس، ساتویں ان کا چرواہا، اور کتے کا نام قطمیر، (۱) یہ غار کہاں تھا؟ قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ملتی، اس سلسلہ میں جو بات بھی کہی جائے گی وہ ظن و تخمین کے درجہ کی ہوگی، آج کل اہل علم کا عام رجحان یہ ہے کہ یہ ایشیاء کوچک کا ایک شہر ہے، اس کا نام افسوس یا افسس ہے اور اسے طرطوس بھی کہتے ہیں، (۲) مولانا ابوالکلام آزاد کی اس موضوع پر بہت فاضلانہ تالیف " اصحاب الکہف و الرقیم " کے نام سے ہے، آپ کے لئے اس سلسلہ میں اس کتاب کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید ہوگا۔

کیا شب براءت کی فضیلت ثابت ہے؟

سوال:- {2241} بعض حضرات کا خیال ہے کہ شب براءت کی فضیلت اور اس میں عبادت کا اہتمام مستند طریقہ پر

---

(۱) التفسیر الکبیر: ۱۰/۲۸۱۔

(۲) تفسیر حقانی: ۳/۱۹۵۔

ثابت نہیں، کیا یہ بات درست ہے؟ (حمید الدین، ملک پیٹ)

جواب:- یہ کہنا درست نہیں کہ شب براءت کی فضیلت ثابت نہیں، صحاح ستہ میں سے ترمذی اور ابن ماجہ نے اس رات کی فضیلت پر حدیثیں نقل کی ہیں، ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں، اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، (۱) اور ابن ماجہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ پندرہویں شب نظر رحمت فرماتے ہیں، اور مشرک وکینہ پرور کے علاوہ سبھوں کو معاف فرمادیتے ہیں، (۲) حضرت امام احمد بن حنبل اور مشہور محدث امام بیہقی نے متعدد حدیثیں اس سلسلہ میں روایت کی ہیں، انہیں روایات کو سامنے رکھ کر ماضی قریب کے معروف سلفی الفکر محدث شیخ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

> "و جملة القول أن الحديث بمجموع هذه الطرق صحيح بلا ريب والصحة تثبت بأقل منها عددا ما دامت خالية من الضعف الشديد كما هو الشان في هذا الحديث" (۳)

> "خلاصہ یہ ہے کہ ان روایتوں کا مجموعہ بلا شبہ صحیح ہے، اور صحت حدیث تو اس سے کم مقدار سے بھی ثابت ہوجاتی ہے، اگر شدید درجہ کے ضعف سے خالی ہو، جیسا کہ اس حدیث کا حال ہے۔"

اس لئے یہ کہنا کہ شب براءت کی فضیلت ثابت نہیں، درست نہیں ہے۔

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۷۳۹، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان ۔

(۲) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۱۳۹۰، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان ۔

(۳) سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۳/۱۳۸، بحوالہ شب براءت کی فضیلت مولانا نجم الدین لاہوری، ص: ۱۸، دمشق ۔

پرندوں کو قید کرنا

سوال:- {2242} خوبصورتی کے لئے پرندوں کو قید کر کے پالنا کیسا ہے؟ (آصف اقبال، بحث ونظر)

جواب:- پرندوں کو محض آرائش کے لئے روکے رکھنا کراہت سے خالی نہیں، کیونکہ یہ ناحق اور بے فائدہ جانور کو ایذا پہنچانا ہے، حضور ﷺ نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ ایک پرندہ روکے ہوئے ہیں، اور پرندہ کی ماں بے قرار ہے تو اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا۔(۱)

ہندوستان میں ووٹ دینا

سوال:- {2243} آپ کے مضمون "ووٹ - اسلامی نقطۂ نظر" میں ووٹ دینے کو شرعاً واجب قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ یہ ہدایت بھی کی گئی ہے، کہ نامناسب امیدوار کو ووٹ دینا، پیسے لے کر ووٹ دینا جھوٹی گواہی اور ووٹ دینے سے گریز کرنا کتمان شہادت ہے، اس مضمون پر موافق اور مخالف مراسلات بھی "منصف" میں شائع ہو چکے ہیں جس مراسلہ نگار کو آپ کی رائے سے اختلاف ہے، اس کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہوریت میں انسان کی حاکمیت کو تسلیم کیا جاتا ہے اور جمہوری اصولوں کے تحت ملک کے شہری ہی اپنے نمائندہ کے واسطہ سے قوانین وضع کرنے کا حق رکھتے ہیں، ووٹ دینا اس نقطۂ نظر کی تائید کرتا ہے، حالانکہ حاکمیت تو

---

(۱) سنن أبي داؤد، حديث نمبر:۳۰۸۹، باب الأمراض المكفرة للذنوب، كتاب الجنائز۔

صرف اللہ ہی کے لئے ہے، اللہ ہی کو حلال وحرام کرنے
اور جائز و ناجائز قرار دینے کا حق ہے، مناسب ہوگا کہ اس
سلسلہ میں آپ خود وضاحت کردیں۔
(مصلح الدین، ٹولی چوکی)

جواب:- ووٹ کے بارے میں جس نقطۂ نظر کا ذکر آپ نے کیا ہے، یہ کوئی نیا نہیں ہے، ہندوستان میں بعض مذہبی جماعتیں طویل عرصہ سے ووٹ دینے کی قائل نہیں ہیں، اس مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف رائے بھی ہوا ہے اور بالآخر اکثر اصحاب نظر نے ووٹ دینے کی اجازت دی ہے، اس پس منظر میں دونوں نقطۂ نظر کے حاملین میں خاص بحثیں ہوچکی ہیں، اب دوبارہ ان بحثوں کو زندہ کرنا چنداں مفید نہیں، میرا معمول ایسے مسائل میں بحث کو طول دینے کے بجائے خاموشی اختیار کرنے کا ہے، اس لئے میں نے جواب دینے سے گریز کا راستہ اختیار کیا تھا تاہم مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

(الف) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ملک اور اکثر ملکوں میں جمہوریت کا جو تصور ہے وہ بنیادی طور پر اسلام کے خلاف ہی ہے، جمہوریت میں عوام کو مصدر قانون مانا جاتا ہے عوام قانون بناتی ہے، حلال وحرام اور خیر و شر کا فیصلہ کرتی ہے، یہ سراسر اسلامی نقطۂ نظر کے خلاف ہے، اسلام میں قانون کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (۱) اور ارشاد ہوا: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (۲) اسلامی نقطۂ نظر سے انسان شارح قانون ہے، نہ کہ واضع قانون، جن احکام کے بارے میں قرآن وحدیث کی صراحت موجود نہ ہو، قیاس یا امت کے اتفاق رائے سے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا گیا ہو وہ بظاہر انسان کا بنایا ہوا قانون محسوس ہوتا ہے، لیکن درحقیقت وہ بھی خدا اور رسول ہی کی طرف سے ملنے والا قانون ہے، کیوں کہ قیاس

(۱) یوسف: ۴۰۔
(۲) الاعراف: ۵۴۔

اور اجماع کا دین میں حجت ہونا کتاب وسنت ہی سے تو ثابت ہے ۔ حالانکہ ہندوستان کے دستور کو دیکھئے تو وہ اسلامی اصول حکومت سے کچھ بہت مختلف نہیں، خاص کر بنیادی حقوق کا حصہ جو دستور کی اصل روح ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بہر حال ہمارا دستور قانون سازی کی لگام انسانوں کے ہاتھوں میں دیتا ہے اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کے لئے حاکمیت کا اعتراف کرتا ہے، اس لئے فی نفسہ یہ اشکال بیجا نہیں ۔

(ب) لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ایک ایسے ملک میں ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی پندرہ سولہ فیصد ہے، یہ آبادی بھی بکھری ہوئی ہے، مسلمان یقیناً اس موقف میں نہیں ہیں کہ وہ بحالت موجودہ اس خطہ میں اسلامی حکومت قائم کریں، اب اس کے بعد دو ہی راستے رہ جاتے ہیں یا تو یہ ملک " ہندو راشٹر " بن جائے اور ملک کا پورا نظام ہندو تصور کے مطابق چلے ۔

دوسری صورت موجودہ جمہوری نظام کی ہے ، غیر اللہ کی حاکمیت ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی خالی نہیں ، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کسی سمجھدار شخص کو اس سے انکار نہیں ہوگا کہ پہلی صورت یعنی ہندو راشٹر قرار پانا نہایت خطرناک امر ہوگا ، اس کی مثال ہمارے پڑوس میں " نیپال " کی صورت موجود ہے ، نہ ہمارے عائلی قوانین محفوظ رہ سکیں گے ، نہ تبلیغ مذہب کی اجازت ہوگی ، اور کوئی بھی شرعی قانون جو ہندو نظریہ سے متصادم ہو علانیہ ممنوع ٹھہرے گا ، سرکاری سطح پر ہندو تہذیب کا بول بالا ہوگا اور اس پر تنقید واعتراض کا حق بھی حاصل نہ ہوگا ، غور کیجئے کہ یہ کتنا مہلک نظام ہوگا ! اور کیا ایسی صورت میں ہم آنے والے مسلمانوں کو باقی رکھ سکیں گے ؟

(ج) دوسری صورت موجودہ جمہوری نظام کی ہے ، یہ مکمل بہتر نہیں ، لیکن نسبتاً کم خراب ہے ، کیونکہ جب حکومت کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہوگا ، اور عوام کو قانون سازی کا کام دیا جائے گا اور ہم بھی عوام کا ایک حصہ ہوں گے ، تو ہم قانون شریعت کو قائم رکھنے کی کوشش کریں گے ، دوسری قومیں اس کو ہمارے قانون کی حیثیت سے تو باقی نہیں رکھیں گے ، لیکن خود ہم قانون الٰہی کی حیثیت سے اس کو لانے کی سعی کریں گے ، ہندوستان میں بحمد اللہ ہمارے عائلی قوانین بڑی حد

تک محفوظ ہیں، ہمیں مذہب کی تبلیغ واشاعت کی اجازت ہے اور ہم اپنی تہذیب وتمدن کو باقی رکھنے اور اپنے تشخصات پر قائم رہنے کے لئے کوشاں ہیں، یہ اسی جمہوری نظام کا نتیجہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کی اجازت کیوں دی تھی؟ کیا حبشہ کوئی اسلامی ملک تھا؟ اسی لئے تاکہ مسلمانوں کو بہ مقابلہ مکہ کے حبشہ میں زیادہ مذہبی آزادی حاصل تھی۔

(د) جمہوری نظام کی تشکیل ووٹ سے ہوتی ہے، اس لئے جمہوری نظام میں ووٹ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ووٹ کے ذریعہ آپ ایسے نمائندوں کو اقتدار پر لا سکتے ہیں، جن کے ذریعہ آپ کی مذہبی آزادی کا زیادہ تحفظ ہو اور آپ کی مذہبی تشخصات باقی رہیں، کیونکہ یہ ووٹ ہی کی قوت ہے کہ اکثریتی فرقہ کے قائدین اور ارباب اقتدار آپ کا سامنا کرتے ہیں، آپ کے آنسو پونچھنا چاہتے ہیں اور آپ سے عہد وپیمان باندھتے ہیں، اگر آپ اپنے آپ کو حق رائے دہی سے محروم کرلیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ آپ انہیں کچھ "دینے" کے موقف میں نہیں ہیں، صرف ان سے "لینا" چاہتے ہیں تو وہ پلٹ کر بھی آپ کی طرف نہ دیکھیں، اور جو کچھ آپ کے مذہبی حقوق محفوظ ہیں، ان سے بھی آپ محروم ہو جائیں گے۔

(ہ) اس لئے جمہوریت دو مصیبتوں میں سے کمتر درجہ کی مصیبت ہے اور قاعدہ یہی ہے کہ جہاں دو شر ہوں، وہاں کمتر درجہ کے شر کو قبول کیا جائے۔ قرآن وحدیث میں خود اس کی مثالیں موجود ہیں، اکراہ کی صورت میں کلمۂ کفر کہنے کی اجازت دی گئی،(۱) اور اضطرار کی حالت میں حرام چیزوں کے کھانے کی بھی گنجائش رکھی گئی (۲) رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ فرمائی، جو کم سے کم دس سال کے لئے کعبۃ اللہ پر مشرکین کے قبضہ کو قبول کرنا تھا، ان سب کی روح یہی ہے کہ جہاں دو برائیاں جمع ہو جائیں اور دونوں سے بچنا ممکن نہ ہو تو کمتر درجہ کی برائی کو گوارا کرلیا جائے، اس لئے فقہاء نے مستقل فقہی قاعدہ مقرر کیا ہے:

(۱) النحل:۱۰۶۔
(۲) البقرۃ:۱۷۳۔

"اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمهما ضررا بارتکاب أخفهما (۱)

"جب دو برائیاں متقابل ہوں، تو کم تر کا ارتکاب کر کے بڑے مفسدہ سے بچا جائے گا"

ووٹ اور جمہوری نظام اسی قاعدہ کا مصداق ہے۔ یہ دو بُرائیوں میں سے کمتر اور دو مفاسد میں سے خفیف تر برائی اور مفسدہ ہے، ورنہ کچھ ووٹ دینے ہی پر موقوف نہیں، جس وقت آپ نے اس ملک کی شہریت حاصل کی، اس وقت ہی آپ نے اپنے عمل سے ملک کے دستور اور قانون کی وفاداری کا عہد کر لیا، جس کا ایک حصہ "حاکمیت جمہور" بھی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی مسلمان کے دل کو کبھی اس تمنا سے خالی نہیں ہونا چاہیے کہ وہ خدا کی زمین پر خالصتاً خدا ہی کی حاکمیت کا منظر دیکھے۔ وما ذالك على الله بعزيز ۔

ضعف حافظہ کے اسباب

سوال:- (2244) کہتے ہیں کہ اگر سر کی جوں نہ ماریں اور زندہ چھوڑ دیں، تو حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، اسی طرح عصر کے وقت پڑھنے اور ہتھیلی پر قلم سے لکھنے پر بھی کہا جاتا ہے کہ بھول کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (س، ح، قلندر نگر)

جواب:- قرآن و حدیث یا صحابہ ﷺ کے ارشادات میں کہیں کوئی ایسی بات نہیں ملتی کہ ان چیزوں سے حافظہ کمزور ہوتا ہو جوں نہ مارنے اور زندہ چھوڑ دینے کے بارے میں علامہ شامیؒ نے بعض لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، (۲) لیکن حدیث

---

(۱) الأشباه والنظائر مع الحموی: ۱/۱۲۶۔

(۲) رد المحتار: ۱/۱۶۵۔

وغیرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں، ایسے امور کے بارے میں طبی ماہرین کی آراء ہی مستند اور معتبر ہوسکتی ہیں، جہاں تک ہتھیلی پر لکھنے کی بات ہے تو اس سے اس لئے بھی منع کیا جاتا ہے کہ اس میں علم کی اہانت کا پہلو ہے بعض سلف صالحین اور فقہاء و محدثین سے منقول ہے کہ معاصی اور گناہوں کے ارتکاب سے بھی حافظہ کمزور ہوتا ہے اور یہ بعید نہیں، اس لئے کہ یادداشت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نافرمانی کی وجہ سے اپنی کسی نعمت کو سلب کرلیں تو تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

چولہا کس سمت میں ہو؟

سوال:- (2245) کیا پکوان کے لئے چولہا جنوب وشمال میں نہیں رہنا چاہیے؟ لوگ کہتے ہیں کہ چولہا اس طرح رکھا جائے کہ ہماری پیٹھ قبلہ کی طرف ہو، کیا قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ذکر ہے؟ (قرۃ العین لطیفی، منگلور)

جواب:- چولہا کس سمت میں ہو؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں کوئی خاص صورت متعین نہیں کی گئی ہے اور ایسی باتوں کو لوگوں کی سہولت پر رکھا گیا ہے، تاکہ وہ بے معنی اور نامعقول پابندیوں کی وجہ سے بے سبب دشواری میں نہ پڑ جائیں، جنوب وشمال میں بھی چولہا رکھا جاسکتا ہے۔

فرعون کی بیٹی

سوال:- (2246) فرعون کی بیٹی کا کیا نام ہے؟ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی؟

(محمد باسط خان، دودھ باؤلی)

جواب:- تفسیر کی معتبر کتابوں میں فرعون کی بیٹی کا ذکر "ابنۃ فرعون" (فرعون کی بیٹی)

کے لفظ سے ملتا ہے، نام مذکور نہیں، تفسیری روایات سے بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایمان سے محروم ہی رہی، ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ

> خازن فرعون کی بیوی فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی اس کے ہاتھ سے گر پڑی، اس کی زبان سے نکلا: ''اس کا برا ہو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا'' فرعون کی بیٹی نے کہا: کیا میرے والد کے سوا تیرا کوئی اور بھی رب ہے! اس نے جواب دیا: ہاں اللہ میرا بھی رب ہے تمہارا بھی تمہارے باپ کا بھی اور ہر چیز کا، فرعون کی بیٹی نے اسے ایک طمانچہ رسید کیا، پٹائی کی اور اس کی شکایت بھی فرعون تک پہنچادی۔(۱)

یہ تو آپ کے سوال کا جواب ہے، لیکن از راہ خیر خواہی عرض ہے کہ جن امور سے دین و دنیا کا کوئی مفاد متعلق نہیں اور قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں، ایسے سوالات کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے، یہ اپنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت لقمان حکیم تھے یا طبیب؟

سوال:- {2247} حضرت لقمان علیہ السلام (یعنی دانشمند) تھے یا طبیب جیسا کہ خاقان ہند حضرت ابراہیم کے ذوق نے کہا:

> مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہیں تو ان کے پاس
> بدگمان وہم کی دارو وہیں لقمان کے پاس

جواب:- قرآن سے صرف حکیم یعنی دانا ہونا معلوم ہوتا ہے، قرآن مجید نے ان کے

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/۴۹۲۔

جو نصائح ذکر کیے ہیں وہ بھی دینی اور اخلاقی نوعیت کے ہیں، طب و صحت سے ان کا کوئی قریبی تعلق نہیں ہے، اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ طبیب بھی تھے یا نہیں، اطباء کے لیے حکیم کی اصطلاح کا استعمال ماضی قریب میں شروع ہوا ہے۔

سالگرہ —— اسلامی نقطۂ نظر

سوال:- {2248} اکثر چھوٹے بچوں کی سالگرہ بڑے دھوم دھام سے کی جاتی ہے، کیک، موم بتی سجا کر رکھتے ہیں اور بچوں کو موم بتی بجھانے اور کیک کاٹنے کو کہتے ہیں، اردو اخبارات بھی اس رسم کو عام کرنے میں تعاون کر رہے ہیں، کیا اس طرح سالگرہ منانا درست ہے؟

(خان مقصود حسین خان، نظام آباد)

جواب:- پیدائش کی سالگرہ منانا غیر شرعی عمل ہے، نہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنے اور اپنے بچوں کی سالگرہ منائی، نہ صحابہ نے، نہ بعد کے سلف صالحین نے، یہ مغربی ثقافت کی تزئین ہے، کیک کاٹنا اور موم بتی جلانا اور بجھانا دوسری قوموں کے اثرات ہیں، اس لئے ایسے رسم و رواج سے بچنا چاہئے۔

قتل بہ جذبۂ رحم

سوال:- (2249) بیمار اور معذور افراد جن کی زندگی کی توقع نہیں، جو ایک طرف خود اذیت میں گرفتار ہیں اور دوسری طرف اہل خاندان پر بوجھ ہیں، انہیں اذیت سے نجات دینے یا خاندان کو ان کی ذمہ داری سے عہدہ برآ کرنے کے لیے ایسی صورت اختیار کرنا کہ وہ جلد مر سکیں، مثلاً کینسر جو ٹھیک نہیں ہو سکتے،

فالج وغیرہ۔

(Cancero:Deapcoma with enduce of Cerbal death or a humar uagatalla ! Seure congenital defectssuelas spine leifida with paralysis and lack of bladder and eowel control , and mongols.)

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱) ایسی دواؤں کا استعمال جو زندگی کو ختم کر دے۔

۲) زندگی کو طول دینے والی دواؤں اور معالجہ سے پرہیز۔ کیا ایسا کرنا از روئے شرع اسلام جائز ہوگا؟

(حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ، مرکز المعہد العلمی، پھلواری شریف، پٹنہ)

جواب:- اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسان اپنی اصل کے اعتبار سے کائنات کی کسی شی یہاں تک کہ خود اپنا مالک بھی نہیں ہے، اس لیے جس طرح یہ درست نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی زندگی کے درپے ہو، اور اسے ہلاک کر دے یا اس کے جسم کو جزوی نقصان پہونچائے، اسی طرح یہ بات بھی روا نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر لے، اور کسی شرعی مصلحت کے بغیر اپنے کسی حصۂ جسم کو ضرر پہونچائے، اس کا جسم در اصل اس کے ہاتھوں میں اللہ کی امانت ہے، جس کی حفاظت اس کا فریضہ ہے، اور جس کا استعمال حکم خداوندی کے مطابق اس کو کرنے کی اجازت ہے، مگر اس نوعیت کا تصرف کسی طور پر جائز نہیں ہے۔

یہ طرز فکر بجائے خود اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایسی مہلک دواؤں کا

استعمال جائز نہیں ہوگا، چنانچہ روایت میں ہے:

"عن أبي هريرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : "من قتل نفسه بحديدة في يده يتوجأ بها في بطنه في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا ، ومن شرب سماً فقتل نفسه فهو يتحساه في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا ، من تردي من جبل فقتل نفسه فهو يتردى في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا " (۱)

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی دھار دار ہتھیار سے خودکشی کی تو دوزخ میں بھی خود اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ پر وار کرتا رہے گا، جس شخص نے زہر پی کر اپنی جان دی تو دوزخ میں بھی ہمیشہ اسی طرح پیتا رہے گا اور جس شخص نے پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو ہلاک کرلیا تو وہ دوزخ میں بھی ہمیشہ اسی طرح اپنے آپ کو گراتا رہے گا"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چاہے قتل کے لئے کسی "آلہ حادہ" کا استعمال کیا جائے یا "آتشیں اسلحہ" کا یا کسی مشروب کا، ہر ایک خودکشی کے زمرہ میں آئے گا، اسی طرح وہ دوائیں جو جسم میں داخل ہوکر اعضاء کو کاٹ ڈالتی ہوں "آلہ حادہ" جو کسی عضو کو اپنی حدت سے جلا دیتی ہیں، "آتشیں اسلحہ" جو اس طرح کی تکلیف کے بغیر زہر بنکر ہلاک کردیتی ہوں جیسے بعض انجکشن اور دوائیں وغیرہ "مشروب زہر" میں شمار ہوں گی۔

---

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۵۸، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه ألخ۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ حدیث میں عام حالات میں خودکشی سے منع کیا گیا ہوگا، لیکن اگر شدت اذیت کی وجہ سے محض ایک وقتی تکلیف سے بچنے کا ارادہ ہوتو "مصلحتاً" اس کی اجازت ہوگی۔ مگر دوسری احادیث نے اس مسئلہ کو بھی واضح کردیا ہے، چنانچہ حضرت جندب بن عبداللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"كان فيمن كان قبلكم رجل به جرح فجزع فأخذ سكينًا فحز بها يده فما رقأ الدم حتى مات، قال الله تعالى بادرني عبدي بنفسه فحرمت عليه الجنة" (1)

تم میں سے پہلے کی قوموں میں ایک شخص کو زخم تھا، وہ شدت تکلیف سے گھبرا گیا، پھر چھری لی، اور اس سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا، اور خون تھم نہ سکا، یہاں تک کہ موت آگئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی ذات کے معاملہ میں میرے فیصلہ پر سبقت کی، تو میں نے بندے کو جنت سے محروم کردیا"

خود عہد رسالت کا واقعہ حضرت جابر ﷺ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

أن الطفيل بن عمرو الدوسي ﷺ لما هاجر النبي ﷺ إلى المدينه هاجر إليه وهاجر معه رجل من قومه فمرض فجزع فأخذ مشاقص له فقطع بها براجمه فشخبت يداه حتى مات ،

---

(1) صحيح البخاري حدیث نمبر: ۳۴۶۳ باب ما ذكر عن بني اسرائيل ، كتاب أحاديث الأنبياء ۔ محشی۔

فـراه الـطـفـيـل بن عمرو في منامه هيئته حسنة
و راه مـغـطـيـا يـديـه فـقـال له : ما صنع ربك ؟
فـقـال غفرلي بهجرتي إلى نبيه ﷺ فقال مالي
أراك مـغـطـيـا يـديك؟ قـال : قيل لي لن نصلح
مـنـك مـا افسدت ، فـقـصـهـا الطفيل ؓ على
رسـول الله ﷺ فـقـال رسـول الله ﷺ وليـديـه
فاغفر "(۱)

'' آں حضور ﷺ کی ہجرت کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی ؓ نے اپنی قوم کے آدمی کے ساتھ ہجرت کی، وہ شخص بیمار پڑ گئے اور شدت تکلیف سے گھبرا کر چاقو سے انگلیوں کے پور کاٹ ڈالے، ان کے ہاتھ سے بے تحاشہ خون بہنے لگا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی، حضرت طفیل ؓ نے ان کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا، البتہ ان کے ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے، انہوں نے دریافت کیا تمہارے رب نے کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا، حضور ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے طفیل مغفرت کردی، حضرت طفیل ؓ نے پوچھا، یہ ہاتھ ڈھکے کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ ہم اس چیز کو درست نہیں کرسکتے جسے تم نے خود بگاڑ لیا ہے، حضرت طفیل ؓ نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی، خداوندا! ان ہاتھوں کو بھی بخش دے''

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۱۱، باب الدليل على أن قاتل نفسه لا يكفر۔ ش۔

یہ تصریحات بتاتی ہیں کہ غیر معمولی جسمانی اذیت اور کلفت سے بچنے کے لیے بھی ایسا طرز عمل اختیار کرنا حرام ہے ـــــ اس کو آپریشن یا علاجا بعض اعضاء کی تراش وخراش اور جسم سے قطع و برید پر قیاس کرنا نہیں چاہئے، اس لیے کہ کسی عضو کو علاجا کاٹنے میں جسم کے دوسرے حصوں کو اس کے اثرات سے محفوظ رکھنا اور جان بچانا مقصود ہوتا ہے، اور اس اہم تر شرعی اور جسمانی مصلحت کے پیش نظر کم نقصان کو گوارا کرلیا جاتا ہے، جب کہ یہاں مقصود ہی ہلاک کرنا ہے، چنانچہ ایک غزوہ کے موقعہ سے ایک صحابی ﷺ کا ہاتھ اس طرح کٹ گیا کہ چمڑا لٹکا ہوا تھا، اور ہڈیاں لٹک رہی تھیں، نیز اس کی وجہ سے مقابلہ میں دشواری پیش آرہی تھی، انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچ کر علاحدہ کردیا۔ اس طرز عمل سے اپنے آپ کو ہلاک کرنا مقصود نہ تھا، بلکہ اپنے آپ کو دفاع کے قابل بنانا تھا، جس میں ان کی جان کی حفاظت مضمر تھی۔

یہ حکم جب خودکشی کا ہے، جس میں انسان خود اپنے جسم اور اعضاء میں تصرف کرتا ہے، تو اس صورت میں تو بدرجۂ اولی ہوگا جب طبیب کسی دوسرے کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کرے، چنانچہ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ اطباء کو انہی حدود میں رہ کر علاج کی اجازت ہے، جو مریض کو صحت مند کرے اور اس کو موت سے بچانے کی کوشش ہو، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"في الجراحات المخوفة و القروح العظيمة و الحصاة الواقعة في المثانة و نحوها إن قيل قد ينجو و قد يموت أو ينجو و لا يموت يعالج وإن قيل لا ينجو أصلا لا يداوى بل يترك" (1)

"سنگین اور کاری زخموں اور مثانہ میں ہونے والی پتھریوں اور اس کے مثل میں اگر اطباء کی رائے ہو کہ ممکن ہے بچ جائے اور ممکن ہے مرجائے، یا یہ کہ بچ جائے گا، مرے گا

(1) الفتاوی الهندية: ۱۱۴/۳۔

نہیں تو (آلات جارحہ کے ذریعہ) علاج کیا جائے گا، اور
اگر کچھ بھی کہ صحت کی کوئی امید نہیں، تو ایسا علاج نہیں کرایا
جائے گا، بلکہ چھوڑ دیا جائے گا"

غرض کسی بھی مصلحت کے تحت مریض کی اپنی اجازت سے یا اس کے علم واطلاع کے بغیر ایسی مہلک دواؤں کا استعمال جائز نہیں ــــــ اور جہاں تک یہ مصلحت ہے کہ اس کے متعلقین کو اس کے گراں باری سے نجات ملے تو یہ تو غیر اسلامی حرکت ہونے کے ساتھ ساتھ غیر انسانی بھی ہے، جس شریعت کا تصور یہ ہے کہ آدمی محض ذریعہ ہے، رزق رساں ور اصل خداوند قدوس ہے اور جس دین کا پیغامبر کہتا ہو کہ رزق معصوم بچوں، عورتوں اور معذوروں ہی کی وجہ سے ملتی ہے، اس میں ایسے تصور کی کیا گنجائش ہے؟ اس سوال کا جواب تو وہی ہے جو قرآن مجید نے دیا ہے:

﴿لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾(۱)

اس سوال کا دوسرا جزء یہ ہے کہ اس کا علاج ہی نہ کیا جائے تا آنکہ از خود موت آجائے، ــــــ میرا خیال ہے کہ یہ صورت بھی درست نہ ہوگی، آدمی کسی مجبوری کی وجہ سے علاج کرانے پر قادر نہ ہو تو اس کی نوعیت اور ہے اور قدرت کے باوجود اپنی لا پرواہی اور غفلت کی وجہ سے علاج نہ کرائے تو یہ بھی نادرست ہے، کہ جسم اللہ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت انسان کا فریضہ ہے، اور اگر علاج نہ کرانے یا نہ کرنے کی نیت ہی یہ ہو کہ موت آجائے اور مریض ہلاک ہوجائے تو ظاہر ہے کہ یہ ناجائز ہوگا، اس لیے کہ گو کہ اس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی ہے جس پر "قتل نفس" کا اطلاق ہو، لیکن اس کی نیت یہی ہے کہ ایک زندہ وجود ہلاک ہوجائے اور یہ بجائے خود ناجائز ہے، موزع تو کجا ایک عام انسان کا فریضہ بھی یہ ہے کہ دوسروں کو حتی الوسع موت اور ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرے، چنانچہ اگر کوئی شخص نماز میں مصروف ہو اور کوئی نابینا کنویں میں گرجانے کے درپے ہو تو نماز توڑ دینی واجب ہے، (۲) اس طرح فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

---

(۱) الأسراء: ۳۱۔
(۲) الفتاوی الهندية: ۱/۱۰۹، محشی۔

"اگر کوئی شخص کشتی میں سوار ہو اور کشتی میں آگ لگ جائے اور
اس کو امید ہے کہ دریا میں کود جائے تو اس کی جان بچ سکتی ہے تو
اس پر کود جانا واجب ہوگا" (۱)

غرض اپنے آپ کو اور دوسرے کو موت و ہلاکت سے بچانے کی آخری حد تک تدبیر کرنا شرعی فریضہ ہے، ——— آپ ﷺ نے فرمایا کہ

" بیماریوں کا علاج کرایا کرو بڑھاپے کے علاوہ ساری بیماریاں وہ ہیں جن کا علاج اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے" (۲)

هذا ما عندي و الله اعلم بالصواب و علمه اتم و احكم ۔

(۱) الفتاوى الهندية ۳/۸۵۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۰۳۸، باب ما جاء في الدواء و الحث عليه، سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۸۵۵، باب الرجل يتداوى ۔ محشی ۔

کتاب الفتاوی

چھٹا حصہ

اصلاح المعاشرة

اصلاح معاشرہ

اصلاح معاشرہ

والدین اور بالغ لڑکوں کی اصلاح

سوال:- {2250} اولاد کے بالغ ہو جانے کے بعد بھی، کیا والدین پر یہ ذمہ داری رہتی ہے کہ وہ انھیں نماز اور روزہ کی ادائیگی کے لیے سختی سے پیش آئیں؟ یا پھر انھیں توجہ دلانے پر اکتفا کریں، اگر وہ نہ مانیں تو ان کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھیں یا پھر فرائض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ترک تعلق کرلیں؟ (نادر المسدوسی، مغلپورہ)

جواب:- بالغ ہونے سے پہلے نماز کا حکم تربیت کے قبیل سے ہے اور بالغ ہونے کے بعد "امر بالمعروف" کے فریضہ میں داخل ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز کا حکم دو، اور دس سال کے ہو جائیں تو اس کے لیے ان کی سرزنش بھی کرو"(1)

---

(1) سنن ابی داؤد ۱/۷۰۔

بالغ ہونے کے بعد انسان خود مکلف ہوتا ہے، اور اگر واقفیت کے باوجود کسی مسئلہ میں کوتاہی کرتا ہے تو خود ہی اس بارے میں جواب دہ ہے، لیکن چوں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو نیکی کی دعوت دے اور برائی سے روکے، اور جتنا زیادہ کسی انسان کی نسبت مؤثر ہو، اس پر اسی قدر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس لیے ماں باپ پر اپنے بالغ بچوں کی اصلاح عام مسلمانوں کی اصلاح کے مقابلہ زیادہ ضروری ہے، اب یہ کہ کس درجہ تنبیہ ہو اور کیا اس مقصد کے لیے ترک تعلق کرلیا جائے؟ یہ ہر شخص کے انفرادی حالات پر مبنی ہے، اگر توقع ہو کہ یہ رویہ بچوں کی اصلاح کا ذریعہ بنے گا، تو اسے اختیار کرنا چاہئے، اور اگر اندیشہ ہو کہ اس سے مزید بغاوت پیدا ہوگی اور جو کچھ روک ٹوک ہے، وہ بھی ختم ہو جائے گی، تو پھر ترک تعلق سے بچنا بہتر ہوگا، ساتھ ہی ساتھ والدین کو اپنی اولاد کی اصلاح حال کے لیے دعاء کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، کہ والدین کی دعا اولاد کے حق میں مقبول ہوتی ہے۔

رشتہ داروں سے بے تعلقی

سوال:- (2251) میں نے اپنی عمر کے ۲۵ رسال ماں، بھائی اور بہنوں کی خدمت میں گزارے، لیکن جیسے ہی میری شادی ہوئی، میری قلیل آمدنی کے سبب ان لوگوں نے تحقیر و تذلیل کرکے مجھے علاحدہ کردیا، اب یہ لوگ کسی تقریب میں ہم لوگوں کو مدعو نہیں کرتے، ایسی صورت میں میرا ان کے گھر میں جانا اور ان کی کسی تقریب میں شرکت نہ کرنا کیا قطع رحمی ہوگا؟ (س، دت، نظام آباد)

جواب:- آپ نے جو خدمت کی ہے، ان شاء اللہ آپ کو اس کا اجر حاصل ہوگا، اگر وہ لوگ آپ کو مدعو نہیں کریں تو آپ کا بطور خود دعوت میں شریک ہونا نہ مناسب ہے اور نہ درست ہے، اپنی طرف سے سلام وکلام رکھیں اور کم سے کم والدہ سے ملاقات کے لیے گھر بھی جایا کریں، کیوں

کہ والدین کی طرف سے اگر بالفرض زیادتی بھی ہو تو زیادتی کا جواب زیادتی سے دینا جائز نہیں۔(۱)

باپ اگر فاسق ہو

سوال:- (2252) میرے والد نماز پڑھتے ہیں، اور نہ روزہ رکھتے ہیں، بلکہ احکام دین کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اور ایک عورت سے ناجائز تعلقات بھی قائم کیے ہوئے ہیں، کیا میں اپنے باپ سے رشتہ منقطع کرسکتی ہوں؟

(……، خانپور)

جواب:- باپ گو گنہگار ہو، یہاں تک کہ کافر ہو، جب بھی اس کے رشتہ کا لحاظ ضروری ہے،(۲) اگر راہ و رسم باقی رکھتے ہوئے آپ اپنے والد کو سمجھانے کی کوشش کریں تو ممکن ہے کہ اللہ آپ کو ان کی اصلاح کا ذریعہ بنا دے، اس لیے تعلقات رکھتے ہوئے خوش اسلوبی کے ساتھ ان کو ان برائیوں سے بچانے کی کوشش کریں۔

ماں کے حقوق

سوال:- (2253) ماں کو برا بھلا کہنے اور ماں کی دیکھ بھال سے کترانے، نیز خدمت سے لاپرواہی برتنے کا کیا حکم ہے؟　(محمد خورشید خان، عکر گولکنڈہ)

جواب:- اللہ کے بعد سب سے زیادہ ماں باپ کے حقوق کی اہمیت ہے، ماں کی خدمت واجب اور اس سے لاپرواہی برتنا شدید گناہ ہے:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد کی اجازت چاہی،

---

(۱) مشكوٰة المصابيح :ص:۴۲۱۔ محشی۔

(۲) صحيح البخاري ، حديث نمبر:۵۹۷۸، باب صلة الوالد المشرك ۔ محشی۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارے والدین ہیں؟ اس
نے جواب دیا: ہاں! ارشاد ہوا: انہیں میں جہاد کرو۔(۱)

یعنی والدین کی خدمت کرو، اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں باپ کی اجازت سے ہی جہاد کے لیے جاسکتا ہے، گویا جہاد جیسی عبادت پر ماں باپ کی خدمت مقدم ہے۔

ماں باپ کو برا بھلا کہنا تو ایسی بات ہے کہ کسی مسلمان تو کیا شریف انسان کے لیے بھی اس کا تصور کرنا دشوار ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک شخص دوسرے کے باپ کو، ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ
جواب میں اس کہنے والے کے ماں باپ کو گالی دیدے، تو
گویا اسی نے اپنے ماں باپ کو گالی سنائی''(۲)

جب بالواسطہ ماں باپ کو برا بھلا سنانے کا باعث بننا تک باعث گناہ ہے تو براہِ راست خود ماں باپ پر زبان کھولنا کتنی شقاوت و محرومی کی بات ہے؟

غیر مسلم کی غیبت

سوال:- {2254} کافر کی غیبت کرنے کا کیا حکم ہے؟
اگر کافر کی غیبت کی جائے تو کیا اس کے عذاب سے بچنے کے
لئے معافی مانگی جائے گی؟ (سید وقا طہر، تاندور)

جواب:- بلا ضرورت غیبت کرنا مطلق منع ہے، کیونکہ جیسے مسلمان کی عزت و آبرو قابل احترام ہے، کافر کی بھی ہے، حق تلفی کسی کے ساتھ بھی ہو، اس سے اپنی زیادتی کی معافی مانگنی چاہئے، تبھی اس کا گناہ معاف ہوسکتا ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری: ۸۸۳/۱، عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، باب لا یجاھد إلا بإذن الأبوین ۔

(۲) صحیح البخاری: ۸۸۳/۱، باب لا یسب الرجل والدہ ۔

بدعمل لوگوں سے بے تعلقی

سوال:- {2255} ایک شخص ہندو تھا، ایک مسلمان بھائی نے اس کی پرورش کی، اسلام قبول کرایا، ختنہ کر کے نام بدلا، اور ایک مسلمان نمازی خاندان میں اس کی شادی کرائی، وہ شخص چوبیس گھنٹے دارو پیتا ہے، نہ نماز پڑھتا ہے، اور نہ روزہ رکھتا ہے، ایسے شخص کو گھر میں رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ کھانا یا دوستی جائز ہے یا نہیں؟ (شیخ علی منزل)

جواب:- کسی شخص کو مسلمان بنانا اور ہدایت کے راستے تک پہنچانا بہت ہی اجر وثواب کا کام ہے، رہ گئی اس کی برائیاں اور کوتاہیاں، تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، جب ایک شخص کفر سے ایمان کی طرف آسکتا ہے، تو ایسے برائی سے نیکی کی طرف بھی لایا جاسکتا ہے، اللہ کے کسی بندہ سے ناامید ہوجانا مناسب نہیں، جہاں تک اس سے ترک تعلق کی بات ہے تو یہ مصلحت اور تقاضۂ حالات پر موقوف ہے، اگر چند روز بے تعلقی برتنے کی وجہ سے امید ہو کہ اس کی اصلاح ہوجائے گی، تو بے تعلقی برتنی چاہئے، لیکن اگر اندیشہ ہو کہ یہ بے تعلقی اس کو اپنی بد اعمالیوں میں اور جری بنادے گی اور اصلاح کی جو کچھ توقع ہے وہ بھی ختم ہوجائے گی، تو پھر بہتر ہے کہ ایسے شخص کے معاملہ میں تحمل سے کام لیتے ہوئے محبت سے سمجھایا جائے، ورنہ اندیشہ ہے کہ پھر ایمان سے کفر کی طرف چلا جائے، اور اگر مناسب سمجھیں تو چند دنوں کے لیے اسے تبلیغی جماعت میں بھیج دیں کہ جماعت کے دینی ماحول کی وجہ سے دیکھا گیا ہے کہ بہت سے بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ و باللہ التوفیق۔

بوڑھے والدین کے ساتھ بدسلوکی

سوال:- {2256} ایک صاحب — جن کی عمر میں

سال ہے ــــ نے شادی کی، اور چند ہی دنوں بعد والدین پر
ترش کلامی کا الزام لگا کر انہیں کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ کر
سسرال کو جا بسے، کیا یہ عمل شرعاً درست ہے؟

(محمد عبدالرشید، بشارت نگر)

جواب:- والدین کے بارے میں عند اللہ سخت جواب دہی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں: "هما جنتك و نارك "(۱) اور حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"والدین کی نافرمانی کے سوا اللہ جس گناہ کو چاہیں گے
معاف کر دیں گے، البتہ والدین کی نافرمانی کا عذاب موت
سے پہلے زندگی ہی میں شروع ہو جاتا ہے۔(۲)

چوں کہ والدین کو بڑھاپے ہی میں سب سے زیادہ خدمت کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے اگر والدین ترش کلامی بھی کریں تو اولاد کو چاہئے کہ اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے، چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"جب ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہونچ
جائیں تو اُف تک نہ کہو اور نہ جھڑکی دو، بلکہ ان سے نرم گفتگو
کرو"(۳)

اس لیے ماں باپ کو اس طرح بے سہارا چھوڑ دینا بہت ہی نامناسب بات ہے، لڑکوں کو چاہئے کہ حکمت سے کام لیتے ہوئے بیوی اور والدین میں موافقت پیدا کریں، دونوں کے حقوق ادا کریں، اور کسی ایک کی طرف اس طرح نہ جھک جائیں کہ دوسرے کے ساتھ حق تلفی ہو جائے۔

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۳۶۶۲، باب بر الوالدین۔ محشی۔
(۲) تفسیر مظہری:۴۳۶/۵۔
(۳) بنی اسرائیل :۲۳۔

دو لڑنے والے کے درمیان صلح کی کوشش

سوال:- {2257} میری عادت ہے کہ دو آدمیوں میں لڑائی ہوتی ہے تو چھڑا دیتا ہوں، ایک بار میں نے ایسا ہی کیا تو ایک فریق کے لوگوں نے مجھے کافی مارا پیٹا، جس کی وجہ سے لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ کسی کے معاملہ میں مداخلت نہ کیجئے۔　　(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- دو مسلمانوں کو جھگڑے سے بچانا بہت ہی نیکی کا کام ہے، اور اس پر بے حد اجر و ثواب ہے، ممکن حد تک ایسے جھگڑے فساد کو روکنا ہر مسلمان کا فرض ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے، اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل سے برا مانے، اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے"(1)

آپ کا یہ عمل بھی برائی کو روکنے میں داخل ہے، تاہم اگر اندیشہ ہو کہ لوگ دست درازی کریں گے تو آپ زبان سے سمجھانے پر اکتفا کریں، لیکن بہر حال اُسے ایک ایمانی فریضہ اور اسلامی ذمہ داری سمجھیں۔

اولاد کو بددعاء

سوال:- {2258} بعض والدین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نافرمانی کی پاداش میں یا چھوٹی موٹی باتوں پر بحث

(1) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۸، عن ابی سعید الخدری ؓ۔

وتکرار، زبان درازی یا حکم کی عدم تعمیل وغیرہ کے موقعوں پر
بہت بری طرح بدترین بددعائیں دیا کرتے ہیں، "تو
مرجائے گا، تو سرفراز نہیں ہوگا، تو بری موت مرے گا، خدا
تجھے غارت کرے" وغیرہ وغیرہ ان کا یہ عمل شریعت کی نگاہ میں
کیسا ہے؟ (محمد عبدالحلیم، محبوب آباد)

جواب:- والدین کے لیے مناسب نہیں کہ غصہ کے اظہار کے لیے بددعائیہ کلمات کہیں، اس لیے کہ نہ معلوم کون سا وقت اللہ تعالیٰ کے یہاں استجابت کا ہو، اس وقت بددعاء کے کلمات نکلیں، ڈانٹ ڈپٹ کے دوسرے کلمات بھی ہیں، ان کو کہہ لینا بہتر ہے، بعض فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ ماں باپ کو اگر بچوں سے تکلیف پہنچے تو اسے دل میں دبا کر نہ رکھے، کیوں کہ اگر والدین اپنی ناراضگی کا بدلہ نہ لے لیں تو اس کا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہو جاتا ہے، اور ایسی صورت میں اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی پکڑ ہو جائے، اس لیے اس سے خوب بچنا چاہیے، ہاں بچوں کو بھی چاہیے کہ وہ ایسی حرکت نہ کریں جس سے ماں باپ کا دل دکھے، اور ان کی زبان سے بددعائیہ کلمات نکلیں، دونوں طرف سے اس کی رعایت ضروری ہے۔

ماں کی غلطی کی وجہ سے اس سے بات نہ کرنا

سوال:- (2259) میں اپنی سگی ماں سے ناخوش ہوں، کیوں کہ میری بہن کی شادی ایک مولوی حافظ صاحب سے ہوئی تھی اور اس سے کچھ بچے بھی ہیں، لیکن میری ماں کی غلط کارکردگی کی وجہ سے میری بہن کا جنازہ شوہر کو چھوڑ کر ایک غیر نامحرم شخص کے گھر سے نکلا جس کی وجہ سے میں اپنی ماں سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا، کیا میرا اپنی ماں سے یہ سلوک حق بہ جانب ہے؟ (شرف الدین، اپنے غیروا شخ)

جواب:- آپ کی والدہ کا اس طرح کا عمل بہت ہی مذموم اور نادرست ہے، اور انہیں اس سے توبہ کرنی چاہئے، تاہم کسی بھی مسلمان سے تین دنوں سے زیادہ گفتگو نہ کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، اور فرمایا کہ جو اس سے زیادہ کسی مسلمان سے بات چیت بند رکھے، وہ دوزخ میں داخل ہوگا،(۱) چہ جائے کہ ماں، حضور ﷺ نے ماں باپ کے بارے میں فرمایا کہ اگر ان کی طرف سے زیادتی ہو تب بھی اسے برداشت کرنا چاہئے،(۲) اس لئے آپ اپنی والدہ کو توبہ واستغفار کی تلقین کریں، لیکن بات چیت بند نہ کریں۔

تین دن گفتگو نہ کرنا

سوال:- {2260} میرے اور میری بہن کے درمیان معمولی سی بات پر جھگڑا ہوگیا، ایک ماہ تک گفتگو بند رہی، مجھے معلوم تھا کہ تین دن کے اندر اگر مسلمان بات نہیں کرے تو وہ کافر ہو جائے گا، اگر ہم گنہگار ہیں تو برائے مہربانی معافی کا راستہ بتایئے۔ (عائشہ فردوس، گلبرگہ)

جواب:- کسی سے کلام نہ کرنا اگر دینی غیرت کی وجہ سے ہو، جیسے باپ بیٹے کی غلط حرکت پر ازراہ تنبیہ کلام نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں! البتہ مومن کی یہ صفت نہیں کہ دنیا کی حقیر چیز کی خاطر قطع کلامی کرلے، اگر گفتگو بند بھی ہو جائے تو ضروری ہے کہ تین دن کے اندر بات شروع کردے۔ حدیث شریف میں ہے:

" نهى رسول الله ﷺ أن يهجر أخاه المسلم فوق ثلث ليال " (۳)

---

(۱) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۱۴۔

(۲) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر ۳۶۵۷، ۳۶۹۲، محشی۔

(۳) صحیح مسلم: ۲/۳۱۶۔

"رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مسلمان اپنے
مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے"

اگر تین دن سے زیادہ گزر جائے تو اسے چاہئے کہ توبہ واستغفار کرکے تعلق قائم کرلے، توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گناہ پر ندامت ہو اور آئندہ اسے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو، یہی صورت آپ کے گناہ کا کفارہ ہے۔

یہ سمجھنا کہ تین دن کے اندر گفتگو نہ کرنے سے وہ کافر ہو جاتا ہے، درست نہیں، ایسا شخص گنہگار ہے، کافر نہیں۔

اپنے آپ میں گالی بولنا

سوال:- (2261) میں کسی کام کے بگڑ جانے یا نہ ہونے پر اپنے آپ کو گالی دے لیتا ہوں تو کیا اپنے آپ میں گالی دینا بھی گناہ ہے؟ (محمد خان، فیروز خان، پھولانگ)

جواب:- زبان اور قوت گویائی بھی اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے اور ضروری ہے کہ اس کا استعمال بھی ایسی ہی باتوں کے لئے ہو جن سے اللہ راضی ہوتا ہے، اس کا بے جا استعمال امانت میں خیانت ہے، اس لئے انسان کو اپنے ہر بول کا حساب دینا پڑے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انسان جو کچھ بولتا ہے، اس کے بول پر نگران موجود ہوتا ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾(۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ یا تو بھلی بات کہے یا خاموشی اختیار کرے(۲) اس لئے صرف دوسروں کو گالی دینی ہی گناہ نہیں، بلکہ اپنے آپ کو بھی زبان کی گالی سے آلودہ کرنا گناہ ہے اور اس سے بچنا واجب ہے۔

---

(۱) ق: ۱۸۔
(۲) ریاض الصالحین، حدیث نمبر: ۱۵۲۰۔

کتے کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

سوال:- {2262} کتے کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ جب کہ ہم نے سنا ہے کہ کتا جہاں سے گزر جائے وہاں فرشتے نہیں آتے۔ (ذوالفقار عدوی، قبا کالونی)

جواب:- کتا بھی ایک مخلوق خداوندی ہے، اس لیے خواہ مخواہ اس کو اذیت پہنچانا یا بلا سبب مار ڈالنا جائز نہیں ہے، آپ ﷺ نے ابتداءً مارنے کا حکم دیا تھا، لیکن بعد کو اس سے منع فرما دیا،(۱) ہاں! اگر اس سے خطرہ ہو، جیسا کہ عام طور پر پاگل کتوں سے ہوتا ہے تو ان کو مارا جا سکتا ہے، گھر میں ایسے کتے رکھنے کی اجازت ہے، جو حفاظت کا کام انجام دے سکتے ہیں اور گھر کی حفاظت کے لیے ان کا رکھنا ضروری ہو، لیکن خواہ مخواہ کتوں کی پرورش، ان کو گھر میں رکھنا اور ان کے ساتھ میل جول رکھنا درست نہیں، اسلامی نقطۂ نظر سے بھی یہ نامناسب عمل ہے، اور طبی اعتبار سے بھی اس میں مضرت ہے۔

بے تعلقی اور قطع رحمی

سوال:- {2263} میرے ایک سگے چچا ہیں، ان کے اور میرے والد کے تعلقات تقریباً تیس سال سے منقطع ہیں، کئی تقریبات کے مواقع پر میرے والد نے پہل کرتے ہوئے ان سے شرکت کی درخواست کی، لیکن انھوں نے صاف کہہ دیا کہ میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں، نہ جائیے" ہمارے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ اب ہم انھیں کسی تقریب میں مدعو نہ کریں، کیوں کہ اول تو ان کے سر پر قطع رحمی کا گناہ ہے، اور

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۰۲۰، باب الأمر بقتل الكلاب و بيان نسخه - محشی۔

پھر ہماری جانب سے صلہ رحمی کے پیش کش کو ٹھکرا دینے کا گناہ
بھی ہو رہا ہے؟ (محمد جعفر، ممبئی)

جواب:- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین شب و روز سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک کلام کرے، جب دونوں ملے تو وہ ادھر چہرہ پھیر لے اور یہ ادھر، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے"(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان سے بے تعلق قطعاً جائز نہیں، اگر کسی غیر معمولی واقعہ کی وجہ سے جذبات مشتعل ہوں، جب بھی تین دنوں سے زیادہ یہ کیفیت برقرار نہیں رہنی چاہیے، نیز جو اس تعلق کو توڑنے میں پہل کرے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نگاہ میں زیادہ بہتر شخص ہے، چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص سلام کرتا رہے تو اس کو تارک تعلق نہیں سمجھا جائے گا، اور وہ گناہ گار نہیں ہوگا:

"إن السلام يقطع الهجرة و يرفع الإثم فيها و يزيله" (۲)

اس لیے آپ لوگوں کا ان کو مدعو کرنا آپ کے لیے باعث اجر و ثواب ہے، جب بھی ملاقات ہو آپ سلام میں پہل کرنے کی کوشش کریں، ممکن ہے بار بار کے اس یکطرفہ سلوک سے متاثر ہو کر ان کے رویہ میں تبدیلی آجائے، آپ انہیں بلانا نہ چھوڑیں تا کہ آپ تو قطع رحمی اور ایک مسلمان سے بے تعلق کے گناہ سے محفوظ رہ سکیں۔

---

(۱) صحیح مسلم: ۳۱۶/۲۔
(۲) شرح نووی علی صحیح مسلم: ۳۱۶/۲۔

کتاب الفتاویٰ

چھٹا حصہ

کتاب الھبۃ والوصیۃ

ہبہ اور وصیت کے احکام

ہبہ اور وصیت

غیر محرم کا تحفہ

سوال:- (2264) اسلام میں تحفہ دینا اور قبول کرنا دونوں جائز ہے، اس لئے اگر کوئی غیر محرم ہمیں تحفہ دے تو کیا اسے قبول کیا جاسکتا ہے؟ اگر ہم قبول نہ کریں تو اس کی دل شکنی ہوگی تو کیا اس سے گناہ ہوگا؟ (ایک بہن)

جواب:- یوں تو ایک مسلمان کیا ہر انسان کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے، اور اگر کسی عورت کو اندیشہ ہو یا مال حرام ہونے کا گمان ہو تو تحفہ نہ قبول کرنا بھی درست ہے، لیکن کسی عورت کے غیر محرم سے تحفہ کے قبول کرنے میں بعض اوقات فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے، اور جن لوگوں کا ذہن بیمار ہوتا ہے وہ اس کی وجہ سے غلط امیدیں قائم کرسکتے ہیں، اس لیے آپ کو اپنے سرپرستوں کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی تحفہ ہرگز قبول نہیں کرنا چاہئے۔

ہبہ کی قسمیں اور اولاد میں نابرابری

سوال:- (2265) ہبہ نامہ کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں:

(۱) ہبہ نامہ تملیک، (۲) ہبہ نامہ اسقاط، براہ کرام ہر دو کی تعریف مع مثال سمجھائیے اور بتائیے کہ یہ کن حالات اور کن اشخاص کے حق میں کیا جا سکتا ہے؟ کیا ان دو میں سے کسی ایک کو کسی وارث کے حق میں بھی جسے شریعت نے خود حصہ دار بنایا ہے، کوئی شی ہبہ کی جا سکتی ہے؟ مثلاً: اگر کسی فرد کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، لڑکوں کو جائداد کے شرعی حق سے محروم یا کم سے کم مستفید ہونے یا ان کا حصہ کم کرنے کے لیے تینوں لڑکیوں کو مکان کا زائد حصہ ہبہ کیا جا سکتا ہے؟ کیا شریعت میں اس کی گنجائش ہے کہ اپنی ہی اولاد میں ایک کو زیادہ حصہ دے اور دوسری اولاد کو کم نفع پہنچانے کے لیے جائداد کی غلط تقسیم عمل میں لائی جائے؟ جب کہ اولاد میں دینی اعتبار سے کوئی خرابی نہیں، کیا محض دامادوں کو خوش کرنے کے لیے ایسا کیا جا سکتا ہے؟ (رفعت سراج، وجے نگر کالونی، حیدرآباد)

جواب:- ہبہ کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کوئی شی آپ کے پاس موجود ہو اور آپ کسی کو اس کا مالک بنا دیں، اس کو ہبہ تملیک بھی کہا جاتا ہے: "ھی تملیک العین مجانا بلا عوض" (۱) دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کے ذمہ دَین باقی ہو اور وہ اسے ہبہ کر دیا جائے، یعنی دَین اس سے معاف کر دیا جائے، یہ دراصل اسقاط ہے، جسے ہبہ سے تعبیر کیا گیا ہے:

"وهو هبة الدين ممن عليه فإنه إسقاط، وإن

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۴۲۳/۸ ـ زکریا۔

كان بلفظ الهبة "(۱)

(ب) لڑکیوں کو زیادہ ہبہ کرنا اور لڑکوں کو کم یا لڑکیوں کو ہبہ کر دینا اور لڑکوں کو محروم رکھنا مناسب نہیں، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"انھوں اپنے ایک لڑکے کو کوئی جائداد دینی چاہی اور حضور ﷺ کو گواہ بنانا چاہا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمام بچوں کو اسی طرح دے رہے ہو؟ جب انھوں نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے اس پر گواہ بننے سے انکار کر دیا"(۲)

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس طرح ہبہ کرنا مکروہ ہے۔(۳) گو ہبہ کر دیا جائے تو قانونی طور پر نافذ ہو جائے گا،(۴) اس لیے ایسے اقدام سے بچنا چاہیے، جو آدمی کے لیے آخرت میں پکڑ اور مؤاخذہ کا باعث ہو۔

شوہر کا بیوی کو ہبہ کرنا

سوال:-[2266] مندرجہ ذیل حالات میں علماء کی رائے شریعت کی روشنی میں درکار ہے

زید و ذکیہ سعودی عرب میں تقریباً پندرہ سال رہے، یہاں ذکیہ کو زید سے دس اولاد ہوئیں، یہاں زید ذکیہ کی زندگی اچھی خوشی گزر رہی تھی، ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا، سعودی عرب کے قیام کے دوران ذکیہ نے زید سے کہا کہ اپنی

---

(۱) البحر الرائق: ۲۸۴/۷۔ محشی۔
(۲) سنن ابن ماجۃ، ص: ۱۷۰۔ محشی۔
(۳) الفقہ الإسلامی و أدلتہ: ۲۲/۵۔ محشی۔
(۴) حوالہ سابق۔ محشی۔

بیوی کے طور پر ماہانہ کچھ رقم اسے دیدے وہ اس رقم کا کچھ بھی استعمال کرلے گی، زید نے زکیہ کی اس بات سے متفق ہوتے ہوئے کچھ رقم (جو متعین نہیں تھی) ماہانہ دینے لگے اور اجازت دے کہ تم کچھ بھی کرلو، اس رقم کے بارے میں نہ پوچھوں گا نہ مانگوں گا، زکیہ یہ رقم خرچ نہیں کرکے جمع کرنا شروع کی، جب بھی تھوڑی رقم ہوجاتی وہ سونا خرید لیتی، اس طرح اس نے اپنے پیسوں سے سونا جمع کیا، کچھ سال بعد زید کی نوکری وہاں ختم ہوگئی، زید کی رقم جو نوکری کے عوض ملی تھی اس سے بھی سونا خریدا گیا، انڈیا واپس آنے کے بعد وہ سونا جو زید کی رقم سے خریدا گیا تھا، زکیہ نے زید کو دیدیا، زید نے وہ سونا فروخت کرکے کاروبار میں لگائے، جس سے زید کو ماہانہ چار ہزار روپے ملتے ہیں، مزید کچھ رقم زید نے اور ایک جگہ لگائی تھی، وہاں سے کم وبیش دو ہزار روپے ملتے ہیں، اس طرح زید کو ماہانہ جملہ چھ ہزار روپے ملتے ہیں۔

انڈیا آنے کے بعد زید کا رویہ بیوی بچوں کے ساتھ ٹھیک نہیں رہا، اب وہ زیادہ وقت اپنی ماں کے پاس رہتے ہیں، بہت کم وقت بیوی بچوں میں، اس دوران بھی بیوی کے ساتھ سیدھی بات نہیں کرتے، بیوی کے خلاف لعن طعن کرتے ہیں، نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور کبھی مارتے ہیں، انڈیا آنے کے بعد زکیہ کو اور ایک لڑکا تولد ہوا اور پھر اب حمل سے ہے، زکیہ ان گیارہ بچوں کا کام (جب سب گھر نے ہیں) دن تمام اکیلی کرتی رہتی ہے، تھک کے چور ہوجاتی ہے، زید صبح گیارہ

بچے گھر سے نکل جاتے ہیں، کبھی باہر کبھی جماعتوں میں، اکثر ماں کے پاس وقت گزار کر رات گیارہ بجے گھر آتے ہیں، جب ذکیہ زید سے کہتی ہے کہ تمام عورتوں کے شوہر شام گھر آجاتے ہیں، اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں، گھر کے کاموں میں مددگار بنتے ہیں، آپ بھاگیں پاتا بوجھ ڈال کر گھر سے غائب رہتے ہیں، تو زید طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ گھر کا کتنا کام ہے جو تو نے کی ہے، خاموش رہو ورنہ ماروں گا۔

اب وہ ذکیہ سے وہ سونا جو ذکیہ نے اپنے حق کی رقم بچا بچا کر خرید کر لائی، یہ کہہ کر مانگ رہے ہیں کہ وہ معاشی اعتبار سے پریشان ہیں، اس سونے کو بیچ کر کچھ کریں گے، چوں کہ ذکیہ یہ سونا اپنے حق کے پیسوں سے خریدی ہے، اس لیے ذکیہ یہ سونا زید کو دینا نہیں چاہتی، زید کہتے ہیں کہ مجھے حق ہے، میں مانگ سکتا ہوں اور کہتے ہیں کہ علماء سے اس بارے میں فتویٰ منگاؤں، مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں شریعت کیا کہتی ہے:

(الف) کیا وہ رقم جو زید اپنی بیوی کو اس کے حق کے طور پر دے دیا تھا، جس سے ذکیہ نے سونا خرید لیا، زید اس کو اپنی بیوی ذکیہ سے لے سکتا ہے؟ جب کہ ذکیہ یہ سونا دینا نہیں چاہتی؟

(ب) کیا زید کا گیارہ بچوں کا بوجھ اکیلی بیوی پر ڈال کر خود بچوں کی دیکھ بھال کی تمام ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرنا، جماعتوں میں جانا اور ماں کے پاس بیٹھے رہنا

درست ہے؟

(ج) بحیثیت باپ زید پر اولاد کی دیکھ بھال اور تربیت کی کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ مندرجہ بالا سوالات کا مفصل جواب عنایت فرمائیں، جس کے لیے میں آپ کا ممنون ومشکور ہوں گا۔ (محمد حسن)

جواب:- (الف) زید نے جو رقم اپنی بیوی ذکیہ کو دیا تھا اور بیوی نے اس کا سونا خرید کر لیا، وہ ذکیہ کی ملکیت ہے، زید کے لیے نہ اس کا مطالبہ جائز ہے اور نہ اس میں کسی قسم کا حق حاصل ہے، یہ ہبہ ہے اور شوہر اگر بیوی کو کوئی چیز ہبہ کردے، تو اس سے رجوع کی گنجائش نہیں، چنانچہ قدوری میں ہے:

"وإن وهب هبة لذي رحم محرم منه لم يرجع فيها، وكذلك ما وهب أحد الزوجين للآخر"(۱)

(ب) اگر بچے زیادہ ہوں تو بہ شرط گنجائش شوہر کو خادمہ کا نظم کرنا واجب ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب "ہدایہ" میں ہے: "وتفرض على الزوج إذا كان موسرا نفقة خادمها "(۲) رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات کے یہاں جانے اور ان کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کا تھا اور بعد مغرب آپ ﷺ اپنی زوجہ کے یہاں تشریف لے جاتے، جن کی باری ہوتی۔ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں وقت دینا اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا حضور ﷺ کی سنت ہے۔

جماعتوں میں جانا ایک نیک اور مستحسن کام ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ گھر کے حالات اور

---

(۱) قدوری: ص: ۱۳۷، کتاب الهبة۔ محشی۔
(۲) الهداية: ۳۳۹/۲۔ محشی۔
(۳) دیکھئے: رسول رحمت، ص: ۶۶۸۔ محشی۔

مسائل کو ملحوظ رکھ کر جماعت میں جایا جائے، اسی طرح ماں کی خدمت بھی شرعاً واجب ہے، لیکن ضروری ہے کہ بچوں کو بھی مناسب وقت دئے اور مغرب سے پہلے گھر آنے کی سعی کرے، اس کے علاوہ بیوی کو کسی شرعی سبب کے بغیر مار پیٹ کرنا اور برا بھلا کہنا بھی درست نہیں اور جو لوگ دینی دعوت کے کام میں لگے ہوئے ہیں، ان کو تو اور بھی زیبا نہیں۔

(ج) اولاد کی تعلیم ان کی دینی و اخلاقی تربیت ان کے اخراجات کی تکمیل ان کا علاج، دیکھ بھال اور حفاظت و نگہداشت باپ پر واجب ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ بچوں کے سامنے ماں کے ساتھ ناشائستہ رویہ اختیار نہ کرے کہ اس سے بچوں کے اخلاق میں بگاڑ آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

زندگی میں ورثہ کے درمیان جائداد تقسیم کرنا

سوال:- {2267} میری دو بیویوں میں پہلی بیوی کو کوئی اولاد نہیں، دوسری بیوی کو پانچ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، میں نے دو لڑکیوں کے نام جوائنٹ کھاتہ مبلغ بیس ہزار (۲۰۰۰۰) روپے بینک میں ڈپازٹ کیا ہے اور دو قطعہ مکان ہے، جو تقریباً 150 مربع گز پر مشتمل ہے، میں اپنی زندگی میں اپنے ورثہ کے درمیان جائداد کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں، شرعی اعتبار سے جائداد کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

(عزیز الدین، ہمایوں نگر، حیدرآباد)

جواب:- "زندگی میں تقسیم کردینا" اور "موت کے بعد" مستحقین کے درمیان اشیاء کا تقسیم کیا جانا فقہی اعتبار سے دو الگ الگ چیزیں ہیں، پہلی چیز "ہبہ" کہلاتی ہے، جو خود اس شخص کی جانب سے تقسیم ہے اور دوسری صورت "وراثت" ہے، جس میں من جانب اللہ تقسیم عمل میں آتی ہے، ہبہ میں تو وہ قانونی لحاظ سے مختار ہے کہ جسے جتنا اور جس قدر چاہے دیدے، لیکن

اگر ورثہ کو زندگی میں تقسیم کردینا چاہتا ہو، تو اصول یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو برابر برابر تقسیم کردے، اگر کمی بیشی کرے گا تو عند اللہ باز پرس ہوگی۔ (۱) اور اگر تقسیم کے بغیر موت واقع ہوگئی تو اب متروکہ جائداد حصہ موروثی کے لحاظ سے تقسیم ہوگی۔

واضح ہو کہ اگر اس نے جائداد زندگی میں اس لحاظ سے تقسیم کی جو موت کے بعد ''موروثی'' حصوں کے اعتبار سے ہوسکتی تھی، تو یہ تقسیم نافذ تو ہوجائے گی، لیکن بہتر طریقہ کے خلاف ہوگا۔

اپنی زندگی میں کچھ رقم بیوی کے نام ہبہ کردے

سوال:- {2268} زید لاولد ہے، وہ اپنی جائداد کا کچھ حصہ اپنی برادرزادی کے نام ہبہ کردیا ہے اور تقریباً املاک کے دو تہائی حصہ کا اپنی بیوی کو مالک بنادیا ہے، زید اس طرح کوئی ایک تہائی جائداد اپنے ورثہ کے لیے ترکہ میں چھوڑنا چاہتا ہے؟ واضح رہے کہ زید اپنی گزشتہ زندگی میں اپنے والدین اور دوسرے مستحقین کے ساتھ مالی امداد و حسن سلوک اور صلہ رحمی کرتا رہتا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ زندگی میں بھی حتی المقدور کرتا رہے گا۔ (زین العابدین، چنچل گوڑہ)

جواب:- شریعت کا اصول ہے کہ جب انسان خود زندہ ہو تو وہ اپنی املاک کا مکمل مالک

(۱) "قوله ﷺ: فاتقوا الله و اعدلوا بين أولادكم" (مشكوة المصابيح، ص:۲۶۱)
''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہبہ تحائف وغیرہ میں) برابری کرو''

"يعطي البنت كالابن عند الثاني و عليه الفتوى، أي على قول أبي يوسف" من أن التنصيف بين الذكر و الأنثى أفضل من التثليث الذي هو قول محمد" (رد المحتار: ۵۱۲/۴)

اور اس میں مختار ہے، وہ جسے چاہے اور جتنا چاہے ہبہ کرسکتا ہے، البتہ مناسب ہے کہ کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جس سے اس کے جائز حقدار محروم ہوجائیں اس لیے:

(الف) زید اپنی بہو اور زادی پر جتنا چاہیں خرچ کر سکتے ہیں، از روئے شرع اس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔

(ب) بیوی کو اس طرح دو تہائی املاک کا مالک بنا دینا بھی جائز ہے، اگر نیت اس کی آئندہ زندگی میں تعاون ہے (یعنی اس کی نیت یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری بیوی مالی پریشانی میں مبتلا نہ ہو) ورثاء کو محروم کرنا نہیں ہے، تو وہ انشاء اللہ گنہگار بھی نہیں ہوگا، البتہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے اقرباء سے حسن سلوک اور جائداد کا کچھ حصہ ان کے لیے بھی چھوڑنا چاہیے۔

اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد واپسی

سوال:- (2288) زید اپنی اولاد کے لیے اپنی حیات میں ہی اپنی جائداد تقسیم کردیا اور اس کی اولاد اس پر قابض ہوگئی اور اس میں بعض نے دوسرے کو اپنا حصہ فروخت بھی کردیا، اس کے بعد زید اپنی اولاد سے جائداد واپس لے کر از سرنو اس کو تقسیم کرنا چاہتا ہے، کیا ایسا کرسکتا ہے؟

(محمد امیر الدین، نیپال)

جواب:- زید کا اپنی اولاد کے درمیان زندگی میں جائداد تقسیم کردینا ہبہ ہے اور چوں کہ اولاد اس پر قابض بھی ہوچکی ہے، اس لئے ہبہ مکمل ہوچکا اور اولاد اس کے مالک ہوچکے ہیں، اس لیے اس کی خرید و فروخت کرنا درست ہے اور خریدار اس کا مالک ہوگیا، اب زید کے لیے واپس لینے کی کوئی گنجائش نہیں رہی، چوں کہ اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد شرعاً کوئی گنجائش نہیں۔

"کنز الدقائق" میں ہے: "فلو وهب لذي رحم محرم منه لا يرجع فيها"(1)

---

(1) کنز الدقائق، ص: ۲۵۵۔

مورث کسی ایک وارث کو مرنے سے پہلے جائداد وغیرہ ہبہ کردے

سوال:- {2270} ایک عورت نے اپنی کچھ جائداد کو اپنے بیٹے کی ملکیت میں دے دیا، کیا اس عورت پر اپنے دیگر ورثاء کو محروم کرنے کی وجہ سے گناہ ہوگا؟ (عاشق علی، بیدر)

جواب:- ہبہ درست ہوگا، مگر عند اللہ گنہگار ہوگی، اس لیے کہ اس نے ان لوگوں کو ان حقوق سے محروم کیا جنھیں خود اللہ تعالیٰ نے حقدار قرار دیا ہے۔(۱)

عورت کو دیئے ہوئے زیور

سوال:- {2271} ڈیڑھ سال ہوئے زید کا نکاح ہندہ سے ایک ہزار ایک روپیہ کے عوض ہوا، اب تک کوئی

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الرجل و المرأة ليعمل بطاعة الله ستين سنة ثم يحضرهما الموت فيضاران في الوصية فتجب لهما النار" ثم قرأ أبو هريرة رضي الله عنه ﴿من بعد وصية يوصى بها أو دين غير مضار﴾ إلى قوله ﴿ذلك الفوز العظيم﴾ (مشكوة المصابيح، ص:۲۶۵)

"ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرد و عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ موت کا وقت قریب آجاتا ہے، اس وقت وہ دونوں وصیت کرکے (ورثاء کو) نقصان پہونچاتے ہیں، اس کی وجہ سے ان کے لیے جہنم واجب ہوجاتی ہے۔

"قوله: فيضاران (إلى قوله) بأن يهب جميع ماله لواحد من الورثة كيلا يرث وارث آخر من ماله شيئا فهذا مكروه و فرار عن حكم الله تعالى" (التعليق الصبيح: ۳۴۹/۳)

"عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه في الجنة يوم القيامة" (مشكوة المصابيح: ۲۶۶/۱)

"حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کردے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت سے محروم کردیں گے"۔ محشی۔

اولاد نہیں ہوئی، زید جسمانی اور معاشی اعتبار سے بالکل ٹھیک
ہے، ہندہ کی تمام خواہشات پوری کرنے کے باوجود وہ زید پر
جھوٹے الزامات لگا کر خلع لینا چاہتی ہے، زید کو شادی میں
سسرال والوں کی طرف سے ایک ہزار روپے نقد اور چھوٹے
چھوٹے تحفے دیے گئے تھے اور عید کے موقع پر پانچ سو روپے
بھی دیا گیا تھا، زید کی طرف سے ہندہ کو تین تولہ سونا دیا گیا تھا
اور زید کو شادی میں بارہ ہزار روپے خرچ ہوئے تھے، ہندہ اپنی
چیزوں کو زید سے واپس طلب کر رہی ہے، مذکورہ بالا نقدی بھی
مانگ رہی ہے، ایسی صورت میں کیا زید اپنا دیا ہوا سونا اور
اخراجات واپس لے سکتا ہے اور کیا سسرال والوں کی طرف
سے دی ہوئی چیزوں کے ساتھ نقدی بھی زید کو لوٹانا ہوگا؟

(احمد علی، مغلپورہ)

جواب:- ہندہ کے گھر والوں کی طرف سے زید کو جو کچھ دیا ہے وہ شرعاً ہبہ ہے
چھوٹے چھوٹے تحائف جن لوگوں نے دیے ہیں وہ بھی ان لوگوں کی طرف سے ہبہ ہے، اگر
سامان زید کے پاس کسی تبدیلی کے بغیر موجود ہے، تو دینے والوں کو حق ہے کہ وہ رجوع کرلیں
اور واپس لے لیں، (۱) گو ہبہ کرنے کے بعد واپس لینا مکروہ ہے، ہاں، زوجین میں سے ایک
نے دوسرے کو جو کچھ دیا ہے، وہ ناقابل واپسی ہے، اور اسی طرح کسی ذی رحم محرم رشتہ دار کا
دیا ہوا ہبہ ناقابل واپسی ہوتا ہے، (۲) اسی طرح زید کا دیا ہوا تین تولہ سونا شوہر کا بیوی کو ہبہ

(۱) "يصح الرجوع فيها أي في الهبة بعد القبض ... ما لم يمنع مانع من الموانع الآتي" (مجمع الأنهر: ۳۵۹/۲)

(۲) "وفي خزانة الفقه: اثنى عشر ينقطع به حق الرجوع إذا كان الموهوب له ذا رحم محرم منه أو كانت زوجته أو كان زوجها الخ" (مجمع الأنهر: ۳۶۰/۲)

ہے، (۱) جس میں رجوع درست نہیں، لیکن خلع میں زید کو حق ہے کہ وہ طلاق اسی شرط پر دے کہ اس کا دیا ہوا سونا واپس کر دیا جائے، ایسی صورت میں طلاق اسی وقت واقع ہوگی جب عورت وہ سونا واپس کر دے، شادی میں ہونے والے خرچ کا مطالبہ نامناسب ہے، اس لیے کہ شریعت کسی کو اسراف کا مکلف نہیں بناتی ہے۔

ہبہ اور وصیت کا مسئلہ

سوال:- {2272} ہبہ نامہ بنام ڈاکٹر ممتاز خاں، رپورٹ میٹنگ ارکان خاندان، وصیت نامہ یوسف علی خاں صاحب خلف نواب نبو خاں پیش خدمت ہے، اور یوسف علی خاں مرحوم کا انتقال ہو چکا ہے، لہذا بتایا جائے کہ متوفی کی جائداد اب کس طرح تقسیم کی جائے؟ (ڈاکٹر ممتاز علی خان)

جواب:- آپ نے جو سوال کیا ہے اس سلسلہ میں اصولی طور پر یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ہبہ زندگی میں کسی کو کوئی چیز دینے کا نام ہے، (۲) اسے مال والے کی طرف سے دینے اور دوسرے فریق کی جانب سے اسے قبول کرنا ضروری ہے اور فریق دوم کے قبضہ کے بعد یہ معاملہ تمام ہو جاتا ہے، (۳) یہاں تک کہ اگر خود دینے والا بھی واپس لینا چاہے تو طرفین کی باہمی

---

(۱) مسئلہ کا اصل دارو مدار عرف پر ہے، عام طور پر ہماری طرف کا جو عرف ہے وہ یہ ہے کہ خاوند کی طرف سے جو زیورات بیوی کو دیے جاتے ہیں، اس کا مالک شوہر ہی رہتا ہے، عورت اسے عاریۃً استعمال کرتی ہے، جہاں یہ عرف ہو وہاں شوہر اپنے زیورات کو واپس لے سکتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۳۶۷/۸، مسائل مہر)

(۲) "هي تمليك العين مجانا بلا عوض" (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۴۲۲/۸) محشی۔

(۳) "و تصح بالايجاب و القبول و القبض" (الهداية: ۲۸۳/۳) محشی۔

آمادگی یا حکم ضروری ہے۔ " و لا یصح الرجوع إلا بتراضیهما أو بحکم الحاکم "(۱)
موت کے بعد کسی چیز کا مالک بنانے کو وصیت کہتے ہیں، وصیت خود اپنے وارث کے لیے صحیح نہیں ہے اور کسی دوسرے کے لیے بھی ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنا صحیح نہیں، ہاں! اگر اس کے حقیقی ورثا اگر اس کی اجازت دیں تو درست ہے، علامہ ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں:

" و الوصیة تملیک مضاف إلی ما بعد الموت ...
و لا تصح بما زاد علی الثلث و الجحود لا یکون رجوعا " (۲)

اب صورت حال یہ ہے کہ یوسف علی خاں نے اپنا مکان یوسف باغ نزد 298-9-1 اور مکان نمبر 297-9-1 ممتاز علی کے نام ہبہ کر دیا ہے، لہٰذا وہ تو ان ہی کا ہوگا، ـــ نامیلی کی جائداد (ملکیات کے بارے میں الفاظ ہے کہ:

احمدی خاتون کو دیا ہوں، لہٰذا وہ اس کی مالک ہوں گی، یوسف منزل کی عبارت تحریر ہٰذا کے مطابق وہ زندگی میں ہی وقف کر چکے ہیں اور تولیت ممتاز علی کو تفویض کر چکے ہیں، لہٰذا یہ جائداد موقوفہ ہوگی اور وہی اس کے متولی ہوں گے، اس کے بعد جن چیزوں کی مرنے والے نے وصیت کی ہے ۳۰ر جنوری کی محررہ پیش نظر تحریر کے مطابق ورثاء اس سے اتفاق کر چکے ہیں، لہٰذا حسب وصیت جائداد کی تقسیم عمل میں آئے گی۔

ہبہ مکمل ہونے کے لیے قبضہ ضروری ہے

سوال:- (2273) مکہ احمد حسین ولد حسین صاحب،
عمر ۴۳ سال، پیشہ مستاجر جنگلات، ساکن لال ٹیکری، حیدرآباد،

---

(۱) الہدایۃ: ۳/۲۸۴۔
(۲) کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق: ۹/۲۱۱-۲۱۳، کتاب الوصایا۔

حال مقام کاشی پور، ورنگل، لکھ دیتا ہوں ہبہ نامہ بطور یادداشت اس بات پر کہ میں اراضیات سروے نمبر 46 مجملہ 47 مجملہ 48 مجملہ موضع کھم، جس پر گودام اور رہائشی مکان مع محصور کمپونڈ میونسپل نمبر 11-1018 جملہ 29979 مربع گز بموجب تقریباً مشتمل ہے، اس کا میں بلاشرکت غیر مالک اور قابض ہوں، اس میں (20) گودام، ایک رہائشی مکان اور ملازمین کے کوارٹر، باولیاں اور (3) بڑے پانی کے حوض (1) چمنی، بیت الخلاء وغیرہ ہیں، میں اب چوں کہ معمر ہو چکا ہوں اور حال ہی میں فالج کا دورہ بھی ہوا ہے، میری دو بیویاں، پہلی بیوی مسماۃ رقیہ بی کی علالت میں میں نے عقد ثانی مسماۃ ممتاز بیگم سے کی ہے، مجھے ان دو بیویوں سے اولاد نرینہ گیارہ ہیں اور دو لڑکیاں ہیں، میری پہلی بیوی سے تین مرد بچے اور دوسری بیوی سے آٹھ لڑکے ہیں، بوجہ ضعیفی نیز فالج کا حملہ ہونے سے میری زندگی کا بھروسہ نہیں ہے، مجھے بہت خدشہ ہے کہ بعد میری زندگی کے بوجہ سوتیلا میرے بچوں میں تقسیم جائداد کے لیے نا اتفاقیاں اور جھگڑے پیدا ہوں گے، اس صورت سے بچانے کے لیے مجھ پر ہبہ لازم ہو گیا ہے، کہ مذکورہ سب جائداد کو اپنے بچوں میں عادلانہ طور پر ہبہ کردوں، لہذا میں نے اپنی جائداد کو حسب ذیل فرزندان اور اہلیہ دوم میں 1969ء میں زبانی طور پر ہبہ کر چکا تھا، سب نے بخوشی قبول کیا تھا۔

(الف) (۱) مسمی الطاف حسین، (۲) واحد حسین، (۳) یوسف حسین، گودام نمبرات 6,7,15,16,17,18,

19,20 جملہ آٹھ (8) گودامات رقبہ (802.20) مربع گز ہبہ کیے گئے۔

(ب) مسمی حامد حسین کو گودام نمبر (5) رقبہ (260.00) مربع گز ہبہ کیا گیا۔

(ج) خود یعنی احمد حسین صاحب کے ذاتی اغراض کے لیے گودام نمبر ایک رقبہ (263.00) رکھ لیا گیا، اور بعد زندگی حصہ ہونے فرزند مسمی ذاکر حسین جو نابالغ ہے ان کی مختص کر کے ہبہ کیا جاتا ہے۔

(د) (۱) عارف حسین، (۲) اختر حسین، (۳) محمد حسین، (۴) صادق حسین، (۵) شاہد حسین کو گودام نمبرات 2,8,9,10,11,12,13,14 آٹھ گودامات جن کا کل رقبہ (1337.07) مربع گز ہے، ہبہ کیے گئے۔

(ہ) خود یعنی احمد حسین کی رہائش اور نگہداشت جائداد کے لیے رہائشی مکان رقبہ (158) مربع گز مختص کیا ہے، بعد زندگی ان سب لڑکوں اور بیویوں کا مساوی حق ہوگا۔

(و) ملازمین کے (5) کوارٹریں رقبہ (60) مربع گز (3) حوض رقبہ (455) مربع گز جس میں (102) مربع گز باولیاں اور بیت الخلاء وغیرہ مشترک رکھ دیا گیا۔

(ز) خالی اراضی اندرون کمپونڈ (22656) مربع گز اس کو مساوی بانٹ کر کیا گیا رہ حصوں یعنی (2060) مربع گز فی کس مختص کیا گیا، اور ہبہ کیا گیا، میرے دو نابالغ فرزندان مسمی شاہد حسین اور ذاکر حسین کے دو حصے میرے اور میری اہلیہ زیر نگرانی

رہیں گے۔

(ج) اندرون کمپونڈ ۳ سڑکیں (راستے) آمد ورفت

داریوں وغیرہ کے لیے زمانہ قدیم سے ہیں، ان کو بدستور رکھا

جاتا ہے، اور ان کی تقسیم نہیں ہوسکتی، اس پر ہر ایک کو استعمال کا

حق دیا جاتا ہے، ان سڑکوں کا علی الترتیب (۱) روڈ (3479)

مربع گز (۲) روڈ (889) مربع گز (۳) روڈ (889) مربع گز

(۴) روڈ (409) مربع گز ہے۔

چنانچہ یہ چند کلمات بطور یادداشت بہ ہوش وحواس بلا

جبر واکراہ لکھ دیئے گئے ہیں کہ سند رہے اور وقت ضرورت پر

کام آجائے۔

(احمد حسین ولد محمد حسین، جولائی ۱۹۲۹ء، کاتب محمد

یعقوب علی، گواہ نمبر ایک محمود مولانا، گواہ نمبر دو محمد عبد التوی)

حامداً ومصلیاً: ہبہ کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ ہبہ کرنے کے بعد جب تک اس شخص کو قبضہ نہ دے دیا جائے جس کو ہبہ کیا ہے، اس وقت تک ہبہ مکمل نہیں ہوگا، لہذا اگر احمد حسین صاحب مرحوم نے اپنے لڑکوں کو ہبہ کیا ہے، لیکن اس پر اپنا قبضہ اور تصرف برقرار رکھا تو ہبہ مکمل نہیں ہوگا اور وہ جائداد تمام ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگی، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"و لا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة و يستوي فيه الأجنبي و الولد إذا كان بالغاً" (۱)

البتہ ہبہ نامہ سے ظاہر ہے کہ بعض اراضی نابالغ اولاد کو ہبہ کی گئی ہے ورنا بالغ اولاد کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر باپ اسے ہبہ کردے وراس پر اپنا قبضہ برقرار رکھے تب بھی ہبہ

---

(۱) الفتاوی الهندية ۳۷۷/۴۔

مکمل ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس کی حیثیت اپنے لڑکے کی جانب سے وکیل کی ہوتی ہے، چنانچہ فتاوی بزازیہ میں ہے:

"هبته من ابنه الصغير تتم بلفظ واحد و يكون الأب قابضا بكونه في يده أو في يد مودعه أو مستعيره" (۱)

لہذا اگر ان بچوں کے بالغ ہونے سے پہلے والد کا انتقال ہو چکا ہو، تو وہی اس کے مالک ہوں گے اور اگر ان کے بالغ ہونے کے بعد بھی والد نے اپنا قبضہ برقرار رکھا اور اپنا تصرف برقرار رکھا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس جائداد پر قبضہ بہ حیثیت وکیل نہیں رکھا تھا، بلکہ خود قابض و متصرف رہے، اس لیے وہ جائداد بھی تمام ورثہ میں تقسیم ہوگی، ہبہ نامہ کے دفعہ ۳ء کے تحت ایک نابالغ بچہ کو بعد زندگی ہبہ کیا تھا، یہ صورت شرعاً ہبہ کی نہیں، بلکہ وصیت کی ہے اور وارث کے حق میں وصیت کا اعتبار نہیں، (۲) اس لیے وہ جائداد بھی تمام ورثہ میں قابل تقسیم ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱) الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية: ۶/ ۲۳۲۔

(۲) "لا وصية لوارث" (الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۱۲۰، باب ما جاء لا وصية لوارث) محشی۔

وصیت

ہبہ اور وصیت

سوال:- (2274) میرے والد کا ایک مکان ۱۲۵ گز کا ہے، جو اب تک ان ہی کے نام پر رجسٹری ہے، میرے والد کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، والد اور والدہ کا انتقال ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۶ء میں ہوا ہے، والد زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے کہ یہ مکان میرے دو لڑکوں کا ہے، چنانچہ ۱۹۸۴ء میں ایک وصیت نامہ لکھا: "میرے دونوں بھائی اس وقت کناڈا کے شہری ہیں، اور کوئی اٹھائیس انتیس سال سے وہیں مقیم ہیں، اٹھائیس انتیس سال قبل مکان کی قیمت سات آٹھ ہزار سے زیادہ نہیں تھی، اب اس وقت مکان کی قیمت آٹھ تا دس لاکھ ہوگئی ہے میرے بڑے بھائی جو اب میرے ہمراہ ہی ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مکان میرا ہے، حالانکہ وصیت نامہ

میں دونوں بھائیوں کا نام ہے۔

(ایک بہن، ایم، سی، ایچ کالونی، مہدی پٹنم)

جواب:- وصیت و ہبہ دو قریبی اصطلاح ہیں، زندگی میں کسی شخص کو کسی چیز کا مالک بنا دینا ہبہ ہے اور موت کے بعد مالک بنانا مثلاً یوں کہنا کہ میرے بعد میری فلاں جائداد فلاں شخص کی ہوگی، یہ وصیت ہے، اگر آپ کے والد نے اپنے دونوں لڑکوں یا صرف بڑے لڑکے کو ہبہ کر دیا ہوا اور اس پر قبضہ بھی دلا یا ہو، تو جس کے حق میں ہبہ کیا ہو، وہ اس کا مالک ہے، اور اگر لکھا ہو کہ میری موت کے بعد میرا بڑا لڑکا یا یہ دونوں لڑکے مالک ہوں گے، تو یہ وصیت ہے، وصیت کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وارث کے لیے وصیت نہیں۔" لا وصية لوارث " (۱) دوسرے وصیت زیادہ سے زیادہ ترکہ کے ایک تہائی حصہ ہی میں معتبر ہے، اس کی صراحت بھی حدیث میں موجود ہے۔ (۲) لہذا اگر آپ کے والد نے وصیت کی ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور نہ صرف دونوں بھائی بلکہ تینوں بہنوں کا حق بھی اس جائداد سے متعلق ہوگا، ہاں! اگر تینوں بہنیں دونوں بھائی کے حق میں یا بہنیں اور چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے حق میں دستبردار ہو جائیں تو جس کے حق میں دستبردار رہوں، وہ اس کا مالک ہوگا۔ (۳)

اعضاء کی وصیت

سوال:- {2275} آج کل اشتہارات میں کہا جا رہا ہے کہ مرنے سے پہلے وصیت کرو کہ مرنے کے بعد ہماری آنکھیں، دل، گردہ اور دوسرے اعضاء کسی ضرورت مند شخص کو

---

(۱) صحيح البخاري، حديث نمبر: ۲۷۴۷، باب : لا وصية لوارث ۔ محشی۔
(۲) صحيح البخاري، حديث نمبر: ۲۷۴۳، باب : الوصية بالثلث ۔ محشی۔
(۳) دیکھئے: رد المحتار: ۱۰/۳۳۶۔

دے دی جائے، کیا ایسی وصیت درست ہے؟

(حنا کوثر، عادل آباد)

جواب:- اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ مجبوری کے درجہ میں ایک شخص اپنا فاضل عضو دوسرے کو ہبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ فاضل عضو سے مراد یہ ہے کہ اس کو نکالے جانے کی وجہ سے اس کی جان ہلاکت میں نہ پڑ جائے، جیسے کوئی شخص دو گردوں میں سے ایک گردہ اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے اسے دے دے، بعض علماء اسے جائز اور بعض ناجائز قرار دیتے ہیں، تاہم یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ کوئی مریض سامنے موجود ہو، نہ کہ متوقع مریض کے لیے۔(۱)

جہاں تک اعضاء کی وصیت کرنے کی بات ہے تو چوں کہ موت کے بعد انسان اپنے جسم کا مالک باقی نہیں رہتا، اس لئے اگر کوئی شخص ایسی وصیت کر جائے تو اس کی وصیت کا اعتبار نہیں اور ایسی چیز کی وصیت کرنا بھی درست نہیں جو اس کی ملکیت میں نہ ہو۔(۲)

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: اسلام اور جدید میڈیکل مسائل۔
(۲) الفقہ الإسلامی و أدلتہ :۲۸/۸۔ محشی۔

کتاب الفتاوی

چھٹا حصہ

کتاب الفرائض

میراث کے احکام
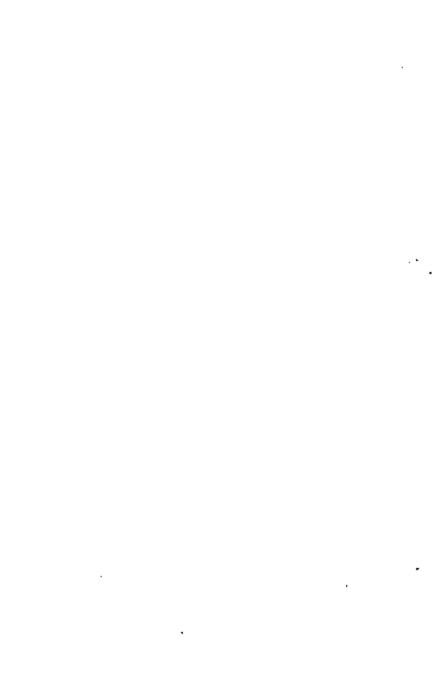
میراث سے متعلق سوالات

اولاد کے درمیان ناانصافی

سوال:- (2276) ایک صاحب کو پانچ لڑکے ہیں، انھوں نے ایک ہی لڑکے کو پوری جائداد کا مالک بنا دیا ہے، مکان بھی اسی کے نام رجسٹری کرادیا ہے، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟ (عبدالرحمن، بھیونڈی)

جواب:- اولاد کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ماں باپ ان کے درمیان عدل اور برابری سے کام لیں، اپنی اولاد میں سے ایک کو دینا اور ایک کو محروم کردینا یا ایک کو زیادہ دینا اور ایک کو کم دینا گناہ ہے، اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے جور یعنی ظلم قرار دیا ہے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد نے انھیں کچھ دینا چاہا، والدہ کی خواہش تھی کہ وہ اس پر حضور ﷺ کو گواہ بنائیں، جب خدمت اقدس میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا اور لڑکوں کو بھی اسی طرح دیا ہے؟ عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں اس ظلم کے کام پر گواہ نہیں بن سکتا۔(۱) لہذا

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۱۷۷، باب كراهية تفضيل الأولاد في الهبة ۔ محشی۔

والدین کو ایسی ناانصافی اور زیادتی سے بچنا چاہئے کہ یہ بات عند اللہ سخت پکڑ کا باعث ہے۔

میراث کی کسی چیز میں قرعہ اندازی کرنا

سوال:- {2277} ورثہ کے مال کی تقسیم دو بھائیوں کے درمیان ہو رہی ہو، کوئی چیز بچ جائے، اس کی قیمت طے ہو چکی ہو، لیکن دونوں بھائی قیمت دے کر وہ چیز حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

(اقبال الدین، عثمان پورہ)

جواب:- ایسی صورت میں شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز دونوں بھائیوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے تو دونوں میں تقسیم کردی جائے، اگر تقسیم کے لائق نہیں، تو دونوں باری باری اس کا استعمال کریں، مثلاً ایک ماہ یہ اور ایک ماہ وہ، اگر ان دونوں صورتوں پر آمادہ نہ ہوں، اور اس پر آمادہ ہوں کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ ان دونوں میں سے ایک کو وہ شئی دے دی جائے، اور جس کے نام کا وہ قرعہ نکلے، وہ اس کی نصف قیمت دوسرے وارث کو ادا کردے، تو یہ صورت اختیار کی جائے، متعدد حق داروں کے درمیان حصہ کی نوعیت متعین کرنے میں قرعہ اندازی سے کام لیا جاسکتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ

" حضور ﷺ جب سفر پر تشریف لے جاتے، تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے قرعہ نکلا، چنانچہ یہ دونوں امہات المؤمنین آپ ﷺ کے ساتھ تشریف لے گئیں" (1)

---

(1) صحیح مسلم: ۲۸۱/۲۔

قرعہ اندازی کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایک کاغذ پر اس شئی کا نام لکھا جائے، اور دوسرے کاغذ پر قیمت درج کی جائے، اور یہ خفیہ کاغذ دونوں سے اٹھوایا جائے، جس کے نام اس شئی کی پرچی آئے وہ اس شئی کو حاصل کرلے، قرعہ اندازی کی اور دوسری صورتیں بھی ہوسکتی ہیں، اگر اس پر بھی ورثہ متفق نہ ہوں تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس سامان کو فروخت کر کے دونوں بھائیوں کو برابر برابر پیسے دے دیے جائیں۔

مخنث سے متعلق احکام میراث

سوال:- (2278) مخنث اگر صاحب ایمان ہے، تو اس کے اوپر نماز فرض ہے یا نہیں؟ اس کی میت کو کس طرح کفن دیا جائے گا؟ اور میراث میں اس کا کتنا حصہ ہوگا؟

(عبدالرحیم خاں، رضوی، آصف آباد)

جواب:- کسی شخص کا مخنث پیدا ہونا من جانب اللہ ہے، اور شریعت میں اس کے حقوق کی پوری پوری رعایت ہے، چنانچہ:

(الف) نماز، مخنث پر بھی فرض ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر نماز فرض قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ بھی مسلمانوں میں سے ہے۔ ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾(۱) اسی لیے فقہاء نے نماز کی صفوں کی ترتیب کی بابت جہاں مردوں اور عورتوں کا ذکر کیا ہے وہیں مخنث کا بھی ذکر کیا ہے، اگر جماعت میں مرد و عورت کے ساتھ مخنث بھی شریک ہوں تو پہلے مردوں کی صف ہوگی، پھر بچوں کی، اس کے بعد مخنث کی صف اور اخیر میں عورتوں کی۔(۲)

---

(۱) النساء:۱۰۳-محشی۔

(۲) الفتاوی الهندية:۱/۸۹۔

(ب) مخنث ایک گونہ مرد اور ایک گونہ عورت ہے، اور عورت کے کفن میں زیادہ احتیاط برتی گئی ہے، اس لیے مخنث کا کفن بھی عورتوں ہی کی طرح ہوگا: "والخنثیٰ یکفن کما تکفن المرأة احتیاطاً "(۱)

(ج) میراث میں مرد وعورت میں جس کا حصہ کم پڑتا ہو، وہی اس کو دیا جائے گا۔ "للخنثیٰ المشکل اقل النصیبین "(۲)

یہ احکام خنثیٰ مشکل سے متعلق ہے، البتہ جس کی جنس علامات، احوال واعضاء کے اعتبار سے مرد یا عورت کی حیثیت سے متعین ہو جائے، تو اس کے احکام اسی جنس کے مطابق ہوں گے۔ واللہ اعلم

میراث اللہ کی تقسیم ہے

سوال:- (2279) بزرگوں کی جائداد فروخت ہوئی، آج ان کے ورثاء کی تعداد تیس تک پہنچ گئی ہے، ان میں سے ایک وارث کو GPA دیا گیا تھا، تاکہ جائداد کی فروختگی میں سہولت ہو، وہ اکیلے رقم کی تقسیم عمل میں لاتے ہیں، وہ بھی اس طرح کہ ایک وارث کو کیا دے رہے ہیں اور کس حساب سے دے رہے ہیں، انہیں کو اس کا علم ہے، (کیونکہ شرعی حصہ کی رقم سے کم ہی دی گئی) کیا موصوف کا یہ عمل قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ہے؟ (محمد اقبال الدین احمد، عثمان پورہ، حیدرآباد)

جواب:- اللہ تعالیٰ نے میراث کے حصے خود متعین فرما دیے ہیں، اور میراث کے احکام جس قدر تفصیل سے قرآن مجید میں آئے ہیں، شاید ہی معاشرتی زندگی کا کوئی اور مسئلہ اس

---

(۱) الفتاوی الہندیة:۱/۱۶۱۔

(۲) سراجی، ص:۸۰۔

تفصیل سے قرآن میں ذکر کیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ نے خود مورث یعنی متوفی پر بھی اس کی تقسیم کو موقوف نہیں رکھا اور میراث کے حصص متعین فرما کر ارشاد ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے: ﴿ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ﴾ (۱) اس لیے ان صاحب کا لوگوں کو حساب دے بغیر اپنے حسب خواہش تقسیم کرنا قطعاً جائز نہیں۔

کیا جہیز وراثت میں منہا ہوگا؟

سوال:- {2280} آج کل لڑکیوں کی شادی میں مجبوراً لڑکوں کے مطالبات پر کافی رقم دینی پڑتی ہے، یا جہیز کے نام پر قیمتی سامانوں میں کافی رقم صرف ہو جاتی ہے، تو کیا وراثت میں پھر لڑکیوں کو حصہ دینا پڑے گا؟

(ابن یسین، موضع اسراہا، دایا کھرماں پتھرا، ضلع دربھنگہ، بہار)

جواب:- وراثت کا تعلق اس جائداد سے ہے جو موت کے بعد بچ رہے، زندگی میں لڑکے یا لڑکیوں کو جو کچھ دیا جائے وہ ہبہ ہے، ہبہ کی وجہ سے حصۂ وراثت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لیے لڑکیوں کا حق وراثت بہر حال باقی رہے گا، ہاں! جو کچھ لڑکی کو جہیز وغیرہ کی صورت میں دیا جائے، اگر والدین اپنی زندگی میں اسی قدر لڑکوں کو بھی دے دیں تو یہ ادنا وہی تقاضائے عدل کے عین مناسب ہوگا؛ کیوں کہ یہ ایک زائد خرچ ہے، جو نفقہ اور تربیت و کفالت کے علاوہ ہے۔ واللہ اعلم

بیوی کی موت کے بعد اس کے مہر کی ادائیگی

سوال:- {2281} ہمارے دوست کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، انہیں کوئی اولاد نہیں ہے، تو ہمارے دوست مہر کی رقم

(۱) النساء: ۱۱ بعض۔

دینا چاہتے ہیں اور ان کے ساس، خسر زندہ نہیں ہیں، بہن اور بھائی موجود ہیں، مہر کی رقم میں شوہر کا حصہ کتنا ہوگا، اور باقی مہر کی رقم بھائی بہن لے لیں، یا خیرات کردیں؟

(سید طاہر، حافظ بابا نگر)

جواب:- اس صورت میں بیوی کا مہر اس کا ترکہ شمار ہوگا، اس کی آدھی رقم کا مالک تو خود شوہر ہوگا اور باقی رقم بھائیوں اور بہنوں میں، اس طرح تقسیم ہوگی کہ بھائیوں کو بہ مقابلہ بہنوں کے دوہرا حصہ ملے گا، (۱) اگر تمام ورثا اس رقم کو صدقہ کرنے یا مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لئے کوئی کام کرنے پر متفق ہوں تو یہ بھی کیا جاسکتا ہے، (۲) لیکن اس میں تمام ورثہ کی رضامندی ضروری ہے، اگر اس سے متفق نہ ہوں تو رقم تقسیم کردی جائے، پھر جو چاہے اپنے حصہ کی رقم سے ایصالِ ثواب کردے۔

زوجہ مرحومہ کے مہر کی تقسیم

سوال:- (2282) میرے ایک دوست کی اہلیہ کا انتقال ہوئے ایک سال ہو چکا ہے، اب وہ چاہتے ہیں کہ زرِ مہر جو مبلغ دس ہزار روپے ہیں، ادا کردیں، ان کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، شرعی تقسیم کس طرح ہوگی؟

(خواجہ معین الدین غوری، مسید علی چبوترہ)

جواب:- اگر مرحومہ کے والدین ان کے انتقال سے پہلے فوت ہو چکے ہوں، تو اس مہر میں سے ایک چوتھائی کے حق دار خود شوہر ہوں گے، اور باقی کے نو حصے کئے جائیں گے، دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو، اور اگر والدین بھی زندہ ہوں تو شوہر کو چوتھائی اور والدین

(۱) ﴿ للذكر مثل حظ الأنثيين ﴾ (النساء: ۱۱) محشی۔
(۲) رد المحتار: ۱۰/ ۳۰۱ محشی۔

میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ اور جو باقی بچ رہے، اس کے اسی طرح تو حصے کئے جائیں گے، کہ دو دو لڑکوں اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو دیا جائے گا۔

بہنوں کی شادی کا خرچ ان کے حصۂ میراث سے وضع کرنا

سوال:- {2283} زید کی سات لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں، زید نے اپنی زندگی میں دو لڑکی کی شادی انجام دی، ان کے گزر جانے کے بعد ان کے بڑے فرزند بکر نے بقیہ پانچ بہنوں کی شادی میں جزوی وکلی تعاون کیا اور شادی انجام دی، زید کی جائداد کے مسئلہ میں بکر کا استدلال ہے کہ میں نے بہنوں کی شادیوں میں اخراجات ادا کیے ہیں، اس لیے ان پانچ بہنوں کا حصہ ادا نہیں کروں گا اور اس کا حقدار میں ہوں، اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟　　(طاہر حسین صدیقی، مسٹری میر عالم)

جواب:- اگر بھائی نے شادی کے وقت یہ بات کہہ دی ہو کہ میں یہ رقم اس شرط پر خرچ کر رہا ہوں کہ بہنوں کے حصہ میں اس کا معاوضہ لوں گا، تو اس کی گنجائش ہے، کہ جتنی رقم اس نے خرچ کی تھی، حساب کر کے اتنی رقم اس کے حصہ سے وصول کرلی جائے، اور باقی رقم ادا کردی جائے، اگر اس وقت یہ بات نہیں کہی گئی تھی، تو یہ اس کی طرف سے تبرع اور حسن سلوک ہے، ان شاء اللہ آخرت میں اس کو دنیا سے کہیں زیادہ اجر وثواب ملے گا، لیکن بہر صورت بہنوں کو ترکہ کے حصہ سے محروم نہیں کیا جاسکتا:

"أما إذا كانت بغير أمره فظاهر : لأنه لا يملك الرجوع على المحيل فكان تبرعا بابتدائه و انتهائه" (1)

---

(1) بدائع الصنائع: ۵/۹، فصل۔

ہاں! اگر بہنیں بھائی کے حسن سلوک کی رعایت کرتے ہوئے بطیب خاطر اپنے حصے سے دست بردار ہوجائیں تو یہ صورت درست ہوگی۔

مطلقہ اور حق میراث

سوال:- {2284} خیر النساء کا نکاح ڈاکٹر رحمت اللہ سے کچھ عرصہ قبل ہوا تھا، چند معاملہ میں آپسی کشیدگی کی وجہ سے طلاق کی نوبت آگئی، ان کے الفاظ یہ تھے کہ "میں تمہیں نکاح سے خارج کررہا ہوں" خیر النساء کی تین حقیقی بہنیں ہیں، وہ اپنی زندگی میں کہا کرتی تھیں کہ میرے مرنے کے بعد میرے تمام اموال میری چھوٹی بہن کو دے دیے جائیں، ڈاکٹر صاحب کو طلاق دیئے سات سال کا عرصہ ہوچکا ہے اور خیر النساء کی وفات ہوچکی ہے مرحومہ کا سوائے بہنوں کے کوئی وارث نہیں، اس پس منظر میں درج ذیل سوال دریافت طلب ہیں۔

(الف) کیا ڈاکٹر رحمت اللہ کا خیر النساء سے رشتہ نکاح باقی تصور کیا جائے گا؟ اگر رشتہ نکاح کو باقی سمجھا جائے تو میراث میں ان کا کس قدر حصہ ہوتا ہے اور دیگر تین بہنوں کا کتنا؟

(ب) اگر مرحومہ کی بقید حیات باتوں کو جو وقتاً فوقتاً غیر منقولہ جائدادوں کے بارے میں کہا کرتی تھیں، زبانی وصیت مان بھی لی جائے تو اس کا اطلاق کل جائداد پر ہوگا، یا صرف ایک تہائی پر؟ (محسن قادری، حیدرآباد)

جواب:- مذکورہ صورت میں خیر النساء پر طلاق واقع ہوچکی ہے، "میں تمہیں نکاح سے

خارج کر رہا ہوں" کا فقرہ بتاتا ہے کہ یہ طلاق بائن ہے۔(۱) اس لئے رحمت اللہ کو متوفیہ کے متروکہ میراث سے حصہ نہیں ملے گا۔

(ب) زبانی وصیت بھی معتبر ہے، البتہ وصیت کا اصول یہ ہے کہ یہ وارث کے لئے معتبر نہیں ہے،(۲) اس لئے چھوٹی بہن کے لئے وصیت کا اعتبار نہیں ہے، تینوں حقیقی بہنیں وارث ہوں گی۔

مناسخہ کا ایک مسئلہ

سوال:- {2285} ایک موروثی جائداد ہے جس کی قیمت فروخت بیس ہزار (۲۰۰۰۰) روپے ہیں، مورث کو تین فرزند تھے، بڑا فرزند لا ولد فوت ہوا، بیوی بھی انتقال کر چکی، دوسرا فرزند بھی چار لڑکے اور چار لڑکی کو چھوڑ کر انتقال کیا، تیسرا فرزند بقید حیات ہے، جسے کوئی اولاد نہیں ہے، بیوی اور والدین بھی نہیں ہیں، اور کوئی وارث نہیں۔

(عتیق الرحمن، مارول، جلگاؤں، مہاراشٹر)

جواب:- سوال سے یہ واضح نہیں ہے کہ پہلے اور دوسرے فرزند کا انتقال باپ کی زندگی میں ہو چکا تھا، یا ان کی وفات کے بعد ہوا ہے، اگر زندگی میں ہو چکا تھا، اور ان کی بیوی بھی بقید حیات نہیں تھیں، تو پوری جائداد فرزند نمبر تین کی ہوگی، دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا، اور اگر پہلے اور دوسرے فرزند کا انتقال باپ کی وفات کے بعد ہوا ہے تو دس ہزار روپے

(۱) "و یقع بلبنتك عن الزوجية بلا نية" (الدر المختار) "وفي كنايات الجوهرة : "انا بري من نكاحك يقع ما نوى" (رد المحتار:۴۴۶/۳)

(۲) "قال عليه السلام : "إن الله اعطى كل ذي حق حقه ألا لا وصية للوارث" (الجامع للترمذي، حديث نمبر:۲۱۲۰، باب ما جاء لا وصية لوارث) محشی۔

دوسرے فرزند کا حصہ ہوگا اور یہ اس کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ لڑکوں کو فی کس ۱۶۶۶ روپے اور لڑکیوں کو فی کس ۸۳۳ روپے ملیں گے۔

مرحومہ بیوی کے اخراجاتِ علاج اور ترکہ کے احکام

سوال:- (2286) زید کی شادی دو سال قبل ہندہ سے ہوئی تھی، ایک لڑکی تولد ہوئی، جو زندہ ہے، آٹھ ماہ کا حمل تھا، جو ساقط ہوگیا، دس دن کی مختصر علالت کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا، اس پس منظر میں چند امور دریافت طلب ہیں:

(الف) دواخانہ کا بل دوائیاں اور علاج کے سلسلہ میں جملہ اخراجات ۸۵۰۰۰ روپے تک ہندہ سے زائد خرچ ہوئے ہیں اور یہ رقم ہندہ کے والد نے فراہم کیے ہیں: دوران علاج ہندہ کے والد کو زید کی طرف سے تمام اخرجات کی ادائیگی کا تیقن دیا جارہا تھا، اب ہندہ کے والد کا مطالبہ ہے، کیا مذکورہ خرچ کی ادائیگی از روئے شرع زید پر لازم ہے؟

(ب) تجہیز و تکفین کے جملہ اخراجات ہندہ کے والد ہی برداشت کیے ہیں، ہندہ کے والد کے مطالبہ پر کیا زید کو یہ رقم بھی ادا کرنا ہوگا؟

(ج) شادی کے موقع پر ہندہ کے ماں باپ کی طرف سے دیا ہوا سونا وزن پندرہ تولہ بہ شکل زیور زید کو کیا لوٹانا ہوگا؟

(د) کیا شادی کے موقع پر دیا ہوا جہیز ملبوسات، فرنیچر بھی واپس کرنا ہوگا؟

(ہ) زید کے سسرالی رشتہ داروں کی طرف سے دی

ہوئی سلامیاں، تحائف بہ شکل زیور اور اشیاء بھی کیا لوٹانا ہوگا؟

(و) مہر ادا نہیں کیا گیا، کیا پورا مہر دینا ہوگا؟ کن کو دینا ہوگا؟

(ز) کیا جوڑے کی رقم بھی زید کو واپس کرنا ہوگا؟ (جب کہ جوڑے کی رقم کا مطالبہ نہیں تھا، خود ہندہ کے والد نے خوشی سے دیا تھا۔)

(ح) شادی کے موقع پر زید جو سونا بہ شکل زیور ہندہ کو دیا تھا، اس سونے کے تعلق سے شرعی حکم کیا ہے؟

(ط) زید کی لڑکی کی پرورش و دیکھ بھال کی ذمہ داری کن پر عائد ہوتی ہے؟ (احسان عبدالملک، یاقوت پورہ)

جواب:- (الف) زندگی کے بقاء کے لیے جو چیزیں ضروری ہوں وہ سب نفقہ میں داخل ہیں: " وفي الشرع الادرار على شيئ بما فيه بقاؤه " (۱) انسان کے بقاء کے لیے کھانے پینے سے زیادہ بڑی ضرورت علاج ہے، اس لیے علاج بھی نفقہ میں داخل ہے اور شوہر پر واجب ہے کہ وہ اسے ادا کردے۔ (۲) خاص کر جو اخراجات ولادت کے سلسلہ میں ہوئے ہوں، خواہ حمل ساقط ہی کیوں نہ ہو جائے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ وہ شوہر پر واجب ہوگا: " لأن نفع القابلة معظمه يعود الى الولد فيكون على أبيه " (۳) اس لیے زید کو یہ اخراجات ادا کرنے چاہئیں۔

(ب) مرحومہ کے پاس چوں کہ خود سونا، چاندی، مہر وغیرہ کی صورت میں املاک موجود تھیں، اس لیے پہلے اس کے ترکہ میں سے ہندہ کے والد کو تجہیز و تکفین کے اخراجات مشترک طور

(۱) رد المحتار: ۵/۲۳۲، باب النفقة۔

(۲) دیکھئے: الفقه على المذاهب الأربعة: ۴/۵۵۷۔

(۳) رد المحتار، ۵/۲۹۲۔

پر ادا کیے جائیں گے، پھر جو رقم بچ جائے اس کو تمام ورثہ پر آگے مذکور ہونے والی تفصیل کے مطابق تقسیم کر دیا جائے۔

(ج) ہندہ کے ماں باپ نے جو سونا اپنی بیٹی کو دیا تھا، وہ اس کے ترکہ میں شمار ہوگا، اور تمام ورثہ اس میں حکم شرعی کے مطابق حصہ دار ہوں گے۔

(د) شادی کے موقع سے ہندہ کو جو جہیز، ملبوسات اور فرنیچر دیے گئے، یہ سب ہندہ کی ملکیت ہے اور اس کا شمار بھی ہندہ کے ترکہ میں ہوگا، اور تمام ورثہ کا حق اس سے متعلق ہوگا۔

(ہ) زید کے مطالبہ کے بغیر جو چیزیں ہندہ کے لوگوں نے زید کو دی ہوں، تو وہ زید کی ملکیت ہیں، اسی طرح زید کے رشتہ داروں نے ہندہ کو جو تحفے دیے ہوں، وہ ہندہ کی ملکیت ہوگی، اور اس کا شمار اس کے ترکہ میں ہوگا۔ (۱)

(و) شوہر و بیوی کی وفات کے بعد بھی مہر کی ادائیگی واجب ہے، اور اس کا شمار بھی ترکہ میں ہے، تمام ورثہ کو مہر میں ان کا حق شرعی ادا کرنا ہوگا۔

(ز) اگر جوڑے کی رقم کا مطالبہ نہیں تھا، لیکن عرف و رواج میں اس کو شرط کا درجہ حاصل ہو تو ایسے نقد یا سامان کا لینا بھی رشوت ہے، جو جائز نہیں۔ (۲) لہٰذا اگر یہ صورت ہو تو زید پر واجب ہے کہ ہندہ کے والد کو یہ سامان واپس لوٹا دے۔

(ح) شادی کے موقع پر زید نے جو سونا ہندہ کو دیا تھا، وہ بیوی کی ملکیت ہے اور اس سے تمام ورثہ کا حق متعلق ہے۔

(ط) زید کی لڑکی جب تک بالغ نہ ہو جائے، نانی کو اس کا حق پرورش حاصل ہے، البتہ اس کا نفقہ اور تعلیم و تربیت کے اخراجات زید کے ذمہ ہیں، اور اسے وقتاً فوقتاً لڑکی سے ملنے کا حق حاصل ہے، بالغ ہونے کے بعد لڑکی زید کے حوالہ کر دی جائے گی، زید ہی کو اس پر ولایت حاصل

(۱) دیکھئے: مجموعہ قوانین اسلامی مرتب و شائع کردہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی دفعات: ۳۱۸ تا ۳۲۹۔
(۲) دیکھئے: کتاب مذکور کی دفعہ: ۳۲۱۔

ہوگی، اور اسی پر اس کی شادی کی ذمہ داری ہوگی۔

(ی) ہندہ کے ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اس کے تیرہ حصے کیے جائیں گے، ۶؍حصہ لڑکی کو ملے گا، ۳؍حصے شوہر کو اور دو دو حصے مرحومہ کے والدین کو۔

اولاد الگ حصہ پائیں گے یا ماں کے حصہ میں شمار ہوگا؟

سوال:- (2287) ہمارے نسبتی برادر کو دو بیویاں ہیں اور دونوں سے اولاد ہیں، اب ان کی جائداد دو بیویوں کے لحاظ سے ان دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہو جائے گی، اور دونوں کی اولاد اپنی اپنی ماؤں سے حصہ پائیں گے یا اولاد کے لحاظ سے حصہ کی تقسیم عمل میں آئے گی؟

(واجد علی خان، بھینسہ)

جواب:- بیویوں کا حصہ بیوی کی حیثیت سے اور اولاد کا حصہ اولاد کی حیثیت سے ملے گا، اگر متوفی صاحب اولاد ہو، تو بیویوں کے لیے آٹھواں حصہ ہے، (1) لہذا یہی حصہ دونوں بیویوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو جائے گا، اولاد کو بحیثیت اولاد حصہ ملے گا، لڑکے خواہ کسی بیوی سے ہوں، حصہ مساوی ہوں گے، اسی طرح لڑکیاں خواہ کسی بھی بیوی سے ہوں، ان کے حصے بھی مساوی ہوں گے، البتہ ظاہر ہے کہ کسی بھی مال سے ورثہ کا حق مالک کی وفات کے بعد متعلق ہوتا ہے، نہ کہ زندگی ہی میں۔

مرحوم شوہر کے ترکہ میں بیوی کا حصہ

سوال:- (2288) ایک شخص کا انتقال ہوا، جسے کوئی اولاد نہیں ہے اور وارثین میں بیوی اور بھائی وغیرہ ہیں،

---

(1) النساء:۱۲۔ محشی۔

صورت کے پاس ایک ذاتی مکان ہے، دریافت طلب امر یہ
ہے کہ اس مکان میں سے بیوی کا کتنا حصہ ہوگا، اور اگر شوہر
نے مہر ادا نہ کی ہو تو مہر کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

(سید طاہر علی، حافظ بابا نگر)

جواب:- اس صورت میں بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی ملے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ﴾(۱) اگر شوہر نے مہر ادا نہیں کیا تھا، تو ترکہ کی تقسیم سے پہلے مہر ادا کرنا واجب ہے، مہر کی رقم نکالنے کے بعد ہی ترکہ کی تقسیم عمل میں آئے گی۔

ناجائز مال میں میراث

سوال:- {2289}: ناجائز کمائی کا مال کیا وراثت میں
لینا جائز ہے، ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس کے بیوی بچے ہیں
اور اس نے اچھی خاصی جائداد چھوڑی ہے، لیکن اس جائداد کا
کچھ حصہ ایسے طریقوں سے حاصل کیا گیا، جن طریقوں کی
اسلام میں اجازت نہیں ہے، اس شخص کے بیوی بچوں کا اور کوئی
ذریعہ آمدنی نہیں ہے، کیا وہ زندہ رہنے کے لیے اس جائداد
سے اپنا حصہ لے سکتے ہیں؟ (محمد احمد حسین رحمانی، ملکنڈہ)

جواب:- اگر ایک شخص کی جائداد کا کچھ حصہ حرام مال پر مشتمل ہے اور اس کی اولاد کو متعین طور پر معلوم ہے کہ اس کے متروکہ مال کا فلاں حصہ حرام طریقہ پر حاصل کیا گیا ہے، تو اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔ اور اگر متعین طور پر مال حرام کا علم نہ ہو تو متوفی کی اولاد کے حق میں وہ مال حلال ہوگا، لیکن احتیاط یہ ہے کہ اندازہ سے اتنا مال اصل مالکان کی نیت سے صدقہ کر دے۔

(۱) النساء: ۱۲۔

"و إن كسبه من حيث لا يحل و ابنه يعلم ذلك و مات الأب و لا يعلم الابن ذلك بعينه فهو حلال له في الشرع ، و الورع يتصدق به بنية خصماء ابيه " (۱)

زرعی زمین میں لڑکیوں کا حصہ

سوال:- {2290} ہمارے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، ان کے ترکہ میں زرعی زمین اور رہائشی مکانات وغیرہ ہیں، ان کے ورثہ میں بیوی پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، والد صاحب کی زندگی ہی میں ان سب کی شادی ہو گئی تھی، سنا ہے کہ مسلم پرسنل لا کی رو سے زرعی زمین میں لڑکیوں کا حصہ نہیں ملتا، کیا یہ درست ہے؟ (محمد برہان الدین، سدی پیٹ)

جواب:- والد کے پورے ترکہ میں، خواہ زمین ہو، یا مکان، یا نقد، یا کوئی اور چیز تمام اولاد (لڑکوں اور لڑکیوں) کا حصہ ہوتا ہے، یہ بات قطعا درست نہیں کہ زرعی زمین میں لڑکیوں کو حصہ نہیں ملتا، اگر ایسا کیا جائے تو یہ ظلم اور سخت گناہ ہے۔ (۲)

لاولد شخص کے ترکہ کا حکم

سوال:- {2291} میرے ایک قریبی لاولد رشتہ دار بھائی — جن کی بیوی کا چند سال قبل انتقال ہو چکا تھا — نے کچھ رقم بطور امانت میرے پاس رکھوائی ، وہ کہتے تھے کہ

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۳۴۹/۵۔

(۲) صحيح مسلم ، حدیث نمبر: ۴۱۷۷، باب كراهية تفضيل الأولاد في الهبة ۔ محشی ۔

ان کے دوسرے رشتہ داروں کو اس کا علم ہو، وقتاً فوقتاً مجھ سے
مشورہ کرتے رہتے تھے، کہ ان کی مرحومہ بیوی کے ایصال
ثواب کے لیے کیا کریں، مگر اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس بات
طے نہیں پائی، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا، اب یہ رقم بغیر
کسی وصیت کے میرے پاس امانت ہے، کیا میں ان دونوں
مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے اس سے کوئی صدقہ جاریہ
کی چیز قائم کر سکتا ہوں؟ (عائشہ، سوامی گوڑہ)

جواب:- موت کے بعد متوفی کے چھوڑے ہوئے مال سے ورثہ کا حق متعلق ہو جاتا ہے،(۱) چنانچہ جب انہوں نے وصیت نہیں کی تو اب ان کا پورا متروکہ ورثہ میں تقسیم ہوگا اور ان کی رضامندی کے بغیر آپ کے لیے اس سے صدقہ جاریہ کا کوئی کام کرنا درست نہیں ہوگا، آپ کسی دار الافتاء میں ان کے ترکہ اور ان کے قریب ترین رشتہ داروں کی تفصیلات لکھ کر تقسیم میراث کا حکم دریافت کریں۔

ہبہ کی گئی جائداد میں میراث

سوال:- (2292) زید کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے، ان
کو شوہر کے علاوہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی بھی ہے، اب استفسار
طلب امور یہ ہیں کہ
(الف) زید کی اہلیہ نے کچھ پلاٹس اور پالیسیاں لی
تھیں، اور اپنے لڑکے اور لڑکی کے نام ان کی رجسٹری کرا دیا تھا،
ان زمینات کی خریدی میں زید کے بھی پیسے لگے ہیں، تو اب یہ
جائداد اور پالیسیاں لڑکے اور لڑکی کی ہو جائیں گی؟ اس میں

(۱) بدائع الصنائع: ۶/۵۷، محشی۔

زید کا بھی حصہ ہوگا؟

(ب) مرحومہ نے اپنا مہر خوش دلی سے معاف کردیا تھا، کیا ایسی صورت میں بھی شوہر کو مہر ادا کرنا ہوگا، اور کیا اس میں شوہر بھی حصہ دار ہوگا؟

(ج) مرحومہ کی کچھ سالوں کی تنخواہ لڑکی اور خالہ کے ذمہ ہے، اب وہ اس لیے دینے سے انکار کررہے ہیں کہ مرحومہ نے اپنی زندگی ہی میں انھیں دے دیا تھا، تو تنخواہ پر شوہر کا زیادہ حق ہے یا لڑکی اور اس کے خالہ، ماموں کا؟

(سید خلیل الدین، یاقوت پورہ)

جواب:- (الف) اگر مرحومہ نے مالک بنانے کی نیت سے لڑکے اور لڑکی کے نام جائداد رجسٹری کردیا، تو وہ اس کے مالک ہیں، ترکہ میں اس کا شمار نہیں ہوگا، اور اگر کسی قانونی ضرورت کے تحت فرضی رجسٹری کی گئی ہے، تو پھر یہ اس کا ترکہ ہے، اگر اس میں کچھ پیسہ زید کا بھی ہو اور مالک بنانے کے وقت وہ اس پر راضی ہو، تو یہ اس کی طرف سے اپنی اولاد کو ہبہ متصور ہوگا اولاد کو جو چیز ہبہ کی جائے اس سے رجوع نہیں کیا جاسکتا، (۱) لیکن اگر مرحومہ نے کوئی پالیسی لی ہو اور اس میں اپنے بعد کے لیے لڑکے اور لڑکی کو نامزد کیا ہو، تو یہ وصیت ہے نہ کہ ہبہ اور وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں، (۲) اس لیے اس سے تمام ورثہ کا حق متعلق ہوگا۔

(ب) اگر بیوی نے جبر و دباؤ کے بغیر خوش دلی سے مہر معاف کردیا تھا، تو اب شوہر پر مہر واجب نہیں رہا، (۳) اگر مہر معاف نہ کیا ہوتا، تو مہر واجب ہوتا اور اس میں ایک چوتھائی خود شوہر کا حصہ ہوتا۔ (۴)

---

(۱) صحیح البخاري: ۳/۲۷۲۔ محشی۔
(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۱۲۰، باب لا وصیة لوارث۔ محشی۔
(۳) النساء: ۴۔ محشی۔
(۴) رد المحتار علی الدر المختار: ۳/۲۲۸، البحر الرائق: ۳/۲۹۳۔ محشی۔

(ج) اگر مرحومہ نے اپنی کچھ لڑکی اور اس کی خالہ وغیرہ کو ہبہ کر دیا تھا تو اب وہی اس کے مالک ہیں اور اگر بطور قرض یا امانت دیا تھا تو اس سے تمام ورثہ کا حق متعلق ہے، جب تک عورت زندہ ہے وہ خود اپنی جائداد کی مالک اور اس میں تصرف کا حق دار ہے، نہ اس سے اس کی اولاد کا حق متعلق ہے اور نہ اس کے شوہر کا۔

لاولد شخص کی میراث

سوال:- (2293) زید مرحوم کی دو بیویاں ہیں، اور دونوں لاولد ہیں، البتہ مرحوم کے چھوٹے بھائی کی اولاد ہیں، مرحوم کے ترکہ میں مکانات، کچھ زمینات اور نقد رقم ہے، اس میں دونوں بیویوں کو کیا ملے گا ؟ اور بھائی کی اولاد کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں؟ (حافظ لقمان ذاکر، بچن چیرو)

جواب:- بیویوں کا حصہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں ایک چوتھائی ہے، یعنی ترکہ کے ایک چوتھائی حصہ کو نصف نصف دونوں بیویوں پر تقسیم کر دیا جائے، چوں کہ زید لاولد تھا، اس لیے اس کے ترکہ سے بھائیوں اور بھائیوں کے نہ ہونے کی صورت میں بھتیجوں کا حق بھی متعلق ہوگا۔

ثم جزء أبيه أي الاخوة ثم بنوهم و ان سفلوا (۱)

میراث کا ایک مسئلہ

سوال:- (2294) مرزا قادر بیگ، مرزا اعظم بیگ و مرزا افضل بیگ کے درمیان ایک مکان کی بابت نزاع ہے، اس سلسلہ میں ان مستفتان کے والد مرزا سعادت بیگ مرحوم کی ایک تحریر بعنوان وصیت نامہ، ہبہ تملیکی و عاق نامہ اور مقامی

---

(۱) سراجی، ص:۲۲۔

کمیٹی کا فیصلہ مجریہ ۱۲/۱۱/۱۹۹۳ء پیش ہے، شریعت کی روشنی
میں بتایا جائے کہ اس مکان میں مرزا افضل بیگ ولد مرزا
سعادت بیگ کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ اور کیا کمیٹی کا یہ فیصلہ درست
ہے؟ بینوا وتوجروا۔ (مرزا قادر بیگ)

جواب:– راقم الحروف نے فیصلہ کمیٹی وزیا کس کا پی وصیت نامہ دیکھی، ان کے مطالعہ کے بعد جو باتیں قابل توجہ محسوس ہوئیں، وہ یہ ہیں:

(الف) وصیت نامہ میں متنازع مکان کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ وہ زبیدہ بیگم کے نام خرید شدہ اور رجسٹری شدہ ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ رجسٹری آفس کے ریکارڈ اور کاغذات اراضی میں دیکھا جائے کہ کیا واقعی مرزا سعادت اللہ بیگ مرحوم نے یہ مکان اپنی بیوی کے نام رجسٹری کرایا ہے، اگر ایسا ہے تو یہ "ہبہ" ہے اور چوں کہ مرحوم کی زندگی ہی میں زبیدہ بیگم اس مکان میں رہتی تھیں، اس لیے یہ قبضہ کے حکم میں ہے، اور زوجین ایک دوسرے کو جو کچھ ہبہ کریں وہ ناقابل رجوع ہے، لہذا ایسی صورت میں زبیدہ بیگم اس کی مالک ہوگی، اور وصیت نامہ کی تحقیق کی ضرورت نہ ہوگی، اب اگر زبیدہ بیگم نے اپنے تینوں بیٹوں کو ہبہ کیا ہے تو یہ ہبہ نافذ و صحیح ہوگا۔

(ب) وصیت نامہ کی صحت و خطا کی تحقیق کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ وصیت نامہ پر جن گواہان کے دستخط ہیں، ان کو طلب کر کے حلفیہ بیان لیا جائے، اگر وہ گواہی دے دیں تو شرعاً اس کی صحت ثابت ہو جائے گی، ارکان کمیٹی نے قرائن کو فیصلہ کی بنیاد بنایا ہے، حالانکہ شرعاً جہاں اقرار اور شہادت نہ ہو وہاں قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔

(ج) اسٹامپ کی خریداری اور تحریر کے درمیان فصل، نیز تحریر میں نقص اور وصیت کے مفہوم کی عدم تکمیل کو اس وثیقہ کے جھوٹے ہونے کے لیے ثبوت قرار دیا ہے، حالانکہ یہ بات عین ممکن ہے کہ اسٹامپ خریدنے کے بعد ایک عرصہ تک غور و تامل کر کے کوئی وثیقہ بنائے، اسی طرح اگر

وصیت نامہ کا عنوان قائم کیا گیا ہو، اور مضمون وصیت کا صحیح طور پر نہ لکھا گیا ہو تو یہ اس کے جعلی ہونے کی دلیل نہیں، ایسا کم علمی کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے، خود جج صاحبان کے اس فیصلہ میں متعدد شرعی مسائل کے متعلق ایسی باتیں موجود ہیں، جو یقیناً احکام شرعیہ سے کما حقہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے لکھی گئی ہیں، اسی طرح اگر دستخط کے جعلی ہونے کا گمان ہو، تو اس کے لیے بھی ان لوگوں سے رجوع کرنا چاہئے، جو دستخط کی بابت تحقیق کے فن سے واقف ہوں، ارکان کمیٹی کو بطور خود رائے قائم نہ کرنی چاہئے، شریعت میں یہ مسلّم اصول ہے کہ اگر کسی بات کی تحقیق مشکوک ہو، تو اس سے متعلق ماہرین ہی کی رائے معتبر ہوتی ہے، اور قاضی کو بھی ہدایت ہے کہ وہ ان کی رائے سے فائدہ اٹھائے۔ (۱)

اسی طرح یہ نکتہ بھی اٹھایا گیا ہے کہ اگر زبیدہ بیگم مالک تھی تو پھر مرزا سعادت اللہ بیگ کو وصیت کی کیا ضرورت پڑی، یہ بھی کوئی قطعی قرینہ اس دستاویز کے جعلی ہونے کا نہیں ہے، اس میں وصیت کا ایک شرعی مفہوم ہے جو اپنی املاک کی بابت دی جاتی ہے، لیکن عرف میں مطلق نصیحت کے لیے وصیت کا لفظ بولا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "أوصیکم بتقوی اللّٰہ" (۲) اسی مفہوم میں ہے ممکن ہے کہ مرزا سعادت اللہ بیگ کا مقصد اپنی زوجہ کو نصیحت کرنا ہو کہ وہ اپنے مالکانہ اختیار کے تحت مرزا افضل بیگ کو اس مکان میں سے کوئی حصہ نہ دیں، اس لیے محض ان قرائن پر شہادت و گواہی کے بغیر فیصلہ کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے، پہلے ان گواہان کو طلب کر کے حلفیہ بیان لینا چاہئے، جن کے اس دستاویز پر دستخط ہیں۔

(د) ارکان کمیٹی نے وصیت کے مفہوم کی تصحیح کی ہے، اور لکھا ہے کہ "وصیت نامہ لکھنے والا کسی کو مالک بنا کر مرتا ہے، اگر اس معاملہ میں مرحوم کا ہبہ ثابت نہ ہو تو وصیت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اس لیے کہ وصیت ورثہ کے حق میں معتبر نہیں۔

---

(۱) الأشباہ و النظائر، ص ۱۸۳۔ محشی۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۶۷۶، باب ما جاء في الأخذ بالسنة و اجتناب البدعة۔

(ہ) زبیدہ بیگم نے اپنے بیٹوں کے نام جو ہبہ نامہ بنایا ہے، اس کو ارکان کمیٹی نے اس لئے رد کر دیا ہے کہ اس میں رشتہ داروں یا مقامی لوگوں کے دستخط نہیں ہیں، یہ مطلقاً غلط ہے اور خلاف شرع ہے، شریعت میں کسی ہبہ کے لیے گواہی ضروری نہیں، اگر گواہ بنائے بھی جائیں تو رشتہ داروں یا مقامی لوگوں کو گواہ بنانا ضروری نہیں، یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ اسٹامپ ایک تاریخ میں لیا گیا ہو تو ہبہ بھی ایک ہی تاریخ میں کر دیا جائے، اور جب زبیدہ بیگم کو خود اقرار ہے کہ اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو ہبہ کیا ہے، تو فیصلہ کنندگان کے اس بات کا کوئی معنی نہیں، کہ "افضل بیگ کو مکان سے محروم کر کے صرف تین بیٹوں کے نام رجسٹری کرا دینا وہ بھی ایک حاجی ماں سے ناممکن ہے" اس کی تحقیق کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ زبیدہ بیگم سے حلفیہ بیان لے لیا جاتا، اگر وہ رجسٹری کا اقرار کر لیتی تو اس کو مان لیا جاتا، کیوں کہ اقرار شریعت میں سب سے قوی دلیل ہے۔

(و) اور لطف یہ ہے کہ ایک طرف پنچوں نے زبیدہ بیگم کو اس مکان کا مالک نہیں مانا ہے، اور دوسری طرف زبیدہ بیگم کے تصرف کی تحقیق ہو رہی ہے کہ اس کو دھوکہ دے کر رجسٹری کرائی گئی ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ مرحوم نے زبیدہ بیگم کو "ہبہ" نہیں کیا تھا، تو پھر اس تحقیق کے کوئی معنی نہیں۔

(ز) پنچوں کے فیصلہ کی دو باتیں نہایت غلط اور عند اللہ سخت مواخذہ کی ہیں، اول یہ کہ خود زبیدہ بیگم کو شوہر کے حصۂ متروکہ سے محروم کر دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ "اس کے لیے وظیفہ کافی ہے، اور اس کو مکان میں رہنے کا حق ہے" حالانکہ بیوی اگر صاحب اولاد ہو تو بھی وہ شوہر کے متروکہ میں آٹھویں حصہ کی مالک ہے، اس میں تصرف کا حق رکھتی ہے، اور اس کا شمار ذوی الفروض میں ہے، جو کبھی محروم نہیں ہو سکتی، دوسرے پانچ بہنوں کو اس بہانے سے حق سے محروم کیا گیا ہے کہ وہ تقسیم مکان کا علم رکھتے ہوئے حاضر نہیں ہوئیں، گویا اللہ کا تقسیم کیا ہوا ترکہ پنچوں کے اختیار میں ہے کہ جو حاضر ہو کر درخواست کرے اس کو دے دیا جائے، شرعاً جو وارث زندہ ہو اور اس کا زندہ ہونا معلوم ہو قاضی کے پاس حاضر ہو یا نہ ہو وہ اپنے حصہ کا مالک ہے، اور تقسیم کنندگان کا

یہ فرض ہے کہ حصہ متعین کر کے ان کو بتادیں، چاہیں تو خود نے لیں یا کسی اور وارث کو دے دیں۔

اس طرح کے فیصلے سے "اصلاح بین المسلمین" کے بجائے "حدود اللہ" سے تعدی کے گناہ کا اندیشہ ہے، اس لیے کمیٹی کو ایسے معاملات میں اللہ سے ڈر کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ اس کی محنت اس کے لیے باعث اجر ہونے کے بجائے بار گناہ نہ بن جائے۔" اصلاح بین المسلمین " بڑا اچھا کام ہے اور کمیٹی کے لوگ اپنی اس محنت کے لیے مبارکباد کے مستحق ہیں، لیکن دو باتوں کا خیال رکھنا چاہئے:

اول:- یہ کہ اس طرح کے معاملات میں یا تو کسی مستند مفتی کو شریک فیصلہ رکھیں، اور اس کے فتویٰ کے مطابق عمل کریں، یا کم سے کم صورت حال لکھ کر پہلے کسی دارالافتاء سے دریافت کر لیں پھر اس کی روشنی میں فیصلہ کریں، کیوں کہ ثالثی کی وجہ سے پنچوں کو خلاف شرع فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

دوسرے:- فیصلہ میں عدل کا پورا پورا خیال رکھیں، زیر بحث فیصلہ کی زبان اور الفاظ سے بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فیصلہ کنندگان ایک فریق سے زیادہ متاثر ہیں، بلکہ اس کی طرف سے وکالت کر رہے ہیں، مثلاً " زبیدہ بیگم نے اپنے حلفی بیان میں جو کمیٹی ہذا میں قلمبند کرائی ہے پلاٹ زمین خریداری مکان کی تعمیر کا ذکر نہ کر کے اپنے ایمان کی سلامتی و حج و زیارت مدینہ کی لاج رکھ کر ..... " حالانکہ فقہ کا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بات کا صریحاً انکار تو نہ کرے، لیکن اس کا ذکر بھی نہ کرے تو یہ اس کے خلاف واقعہ ہونے کی دلیل نہیں، بہر حال کمیٹی کا جذبۂ اصلاح بین المسلمین تو قابل تحسین ہے، لیکن ایسے نازک شرعی مسائل میں بطور خود فیصلہ کرنے میں سخت غلطی اور عنداللہ مواخذہ کا اندیشہ ہے۔

اس لیے:

فریقین کو چاہئے کہ اس معاملہ کو دارالقضاء امارت ملت اسلامیہ ورنگل میں جناب احمد حسین کے پاس یا دارالقضاء امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش پنجہ شاہ حیدرآباد میں پیش کریں

اور وہاں سے جملہ امور کی تحقیق اور سابقہ فیصلہ جات کی تنقیح کے بعد جو فیصلہ ہو اسے قبول فرمالیں، اور ارکان کمیٹی بھی ان حضرات سے خواہش کریں اور اس شرعی مسئلہ کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں، البتہ عدالتوں میں مقدمہ بازی نہایت مذموم اور گناہ کی بات ہے، اس سے فریقین کو اجتناب کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

مجنون باپ کی جائداد

سوال:- {2295} احمد نے نسیم نامی ایک شخص سے ایک جائداد ۱۵؍ایکڑ پر مشتمل کا اگریمنٹ کیا، مبلغ ۶۸؍ہزار روپے فی ایکڑ زمین کا اس معاہدہ پر معاملہ کیا کہ قانونی کارروائی اور ضرورت پڑے تو عدلیہ کی ذمہ داری سب احمد خریدار ہی کے ذمہ ہوں گے، اور فی الفور بطور بیعانہ ۲؍لاکھ روپے ادا کئے جائیں گے، بقیہ رقم زمین کے فروختگی کے بعد حوالہ کی جائے گی، چنانچہ اس معاہدہ کے مطابق رقم بیعانہ ادا کردی گئی، سلیم کے ساتھ جائداد کے کاروبار میں احمد کے والد سالم بھی ۸؍ایکڑ زمین کے حقدار تھے، اور وہ اس معاملہ پر راضی تھے، اب جب کہ زمین تمام جھگڑوں اور کارروائیوں کے بعد قابل فروخت ہوگئی ہے اور احمد نے ایک کمپنی کو فروخت بھی کردی ہے اور اس کی رقم کی قسطیں آنے لگی ہے، تو احمد کے دوسرے بھائی حامد کا مطالبہ ہے کہ والد صاحب کی ۸؍ایکڑ زمین میرے حوالہ کردی جائے اور احمد کا ارادہ ہے کہ والد صاحب کے حصہ کے بقدر رقم ان کے کھاتہ میں جمع کردی جائے والد صاحب بقید حیات ہیں، البتہ دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے، دریافت طلب امر یہ

ہے کہ حامد کا یہ مطالبہ کہ آٹھ ایکڑ زمین اس کے حوالہ کر دی
جائے، جب کہ اس پورے معاملہ میں حامد کا کوئی عمل دخل نہیں
ہے، کہاں تک شرعاً درست ہے؟　　(احمد ولد سالم)

جواب:- اس صورت میں آٹھ ایکڑ زمین کے مالک احمد کے والد سالم ہیں، اگر سالم نے دماغ کے عدم توازن سے پہلے احمد سے یہ معاملہ کیا تھا کہ وہ اس کے حصہ کی زمین بھی فروخت کر دے تو احمد کی حیثیت سالم کی طرف سے وکیل بیع کی ہوگی، لہٰذا اس زمین کو فروخت کرنا درست ہے، چوں کہ سالم ابھی زندہ ہے گو دماغی اعتبار سے غلل ہے، اس لیے وہ خود اس رقم کا مالک ہے اور اس کے لڑکوں کو اس پر ولایت حاصل ہے، اس لیے یہ بات مناسب ہوگی کہ یہ رقم اس کے کھاتہ میں جمع کر دی جائے اور اس کے جتنے لڑکے ہوں کھاتہ ان سب کے درمیان جوائنٹ ہو اور یہ رقم سالم اور اس سے متعلق احباب ہی پر خرچ کی جائے، ہاں! اگر سالم کے بعد بھی کچھ رقم بچ رہے تو حسب حکم شرعی تمام ورثہ میں تقسیم کر دی جائے۔

جائداد کو تقسیم نہ کرنا

سوال:- {2296} میری والدہ محترمہ کے نام ایک
جائداد ہے، میری والدہ کا انتقال تقریباً ۸ سال پہلے ہو چکا
ہے، اور ابھی تک یہ جائداد ہم چار بھائی اور تین بہنوں میں
تقسیم نہیں ہوئی ہے، مذکورہ جائداد کو والد صاحب روکے رکھے
ہیں، ان کا ادعا ہے کہ اگر وہ تقسیم کر دیں تو ان کی اس جائداد کو
جس کے سلسلہ میں مقدمہ چل رہا ہے، نقصان پہونچے گا، ان
کا ادعا ہے کہ جب جھگڑا ختم ہو جائے گا، تو وہ جائداد کی تقسیم
کریں گے، لیکن جھگڑا ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے، کیوں
کہ یہ لوگ ناجائز قبضوں کے فکر میں ہیں، اس لیے ہر روز ایک

یہ جھگڑا کھڑا کر دیتے ہیں، اس طرح کہتے کہتے آج ۸؍ سال کا عرصہ گزر گیا، میں کرایہ کے مکان میں ہوں میرے والد میرے حصہ کی زمین کا کوئی معاوضہ نہیں دیتے، کیا میرے والد صاحب میرے حصہ کی زمین روکے رکھنے کا حق رکھتے ہیں؟ جب بھی میں اپنا حق طلب کرتا ہوں تو ٹال جاتے ہیں، کیا میں اس صورت حال میں عدالت سے رجوع کر سکتا ہوں؟

(میر ممتاز، سعید آباد، حیدرآباد)

جواب:- آپ کی والدہ کے نام زمین والدہ کی متروکہ سمجھی جائے گی اور آپ کے والد پر شرعاً واجب ہے کہ اس کو مرحومہ کے تمام ورثہ میں ان کے مطالبہ پر فی الفور تقسیم کر دیں، اس زمین سے تمام ورثہ کے اتفاق کے بغیر بعض لوگوں کا استفادہ کرنا اور بعض کو محروم رکھنا شرعاً جائز نہیں، بلکہ ظلم و ناانصافی ہے، مرحومہ کا مہر اگر ادا نہ ہوا ہو، اور مرحومہ نے معاف بھی نہ کیا ہو اور اخراجات تجہیز کے بعد جو سامان رہ گئے ہوں، وہ سب ورثہ میں شرعی طریقہ پر تقسیم کر دی جائے گی، اگر والد حصہ نہ دیں تو صالح مسلمانوں کے ذریعہ مصالحت اور پنچایت کرائیں یا دار القضاء امارت ملت اسلامیہ پنجہ شاہ حیدرآباد سے رجوع کریں، اس لیے کہ مسلمانوں کے لیے عام حالات میں غیر اسلامی عدالتوں سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر وہ مسلمان پنچوں یا دار القضاء کے فیصلے کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوں تو ضرورۃً سرکاری عدالت سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔

ورثہ میں شوہر اور بیٹا

سوال:- {2297} ہندہ کا انتقال ہوا، اس کے ورثہ میں صرف ایک لڑکا اور شوہر ہے، بتایا جائے کہ اس کی متروکہ جائداد حسب حکم شرعی کس طرح تقسیم کی جائے گی؟

(علی احمد، شاہ علی بنڈہ)

جواب:- صورت مذکورہ میں ہندہ کا قرض وغیرہ ادا کرنے کے بعد اس کی متروکہ جائداد کا ایک چوتھائی حصہ اس کے شوہر کو ملے گا اور بقیہ تمام متروکہ لڑکے کو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾(۱)

اگر شوہر نے زندگی میں مہر ادا نہ کیا ہو تو دوسری متروکہ اشیاء کی طرح بس مہر کی بھی اسی طرح تقسیم عمل میں آئے گی۔

تقسیم میراث

سوال:- {2298} سالم بن احمد باسلیمان کا انتقال ہوا، اور انھوں نے ایک بیوی آمنہ بیگم، چار بیٹے اور پانچ لڑکیوں کو چھوڑا، بعد میں ایک بیٹے (جس کا نام احمد تھا) کا انتقال ہوگیا، اور اس نے اپنے ورثہ میں ماں، بیوی ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا، اب بتایا جائے کہ سالم بن احمد کی متروکہ جائداد کس طرح تقسیم ہوگی، نیز اس کے لڑکے احمد مرحوم کی جائداد میں کون کون لوگ حصہ دار ہوں گے؟ (جعفر بن سالم)

جواب:- سالم بن احمد باسلیمان کے قرضوں کی ادائیگی اور کوئی وصیت ہو تو ایک تہائی متروکہ سے وصیت کی تکمیل کے بعد اس کے متروکہ مال میں سے آٹھواں حصہ بیوی کو دیا جائے گا: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ﴾(۲) اور بقیہ مال کے تیرہ حصے کیے جائیں گے اور لڑکوں کو دو دو حصے اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾(۳)

---

(۱) النساء: ۱۲۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) حوالہ سابق: ۱۱۔

پھر احمد مرحوم کے حصہ میں جو جائداد آئے اس میں ان کی والدہ کو چھٹا حصہ اور بیوی کو آٹھواں حصہ دیا جائے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ﴾ (۱)

اور جو جائداد بچے اس کے تین حصے کیے جائیں، دو حصے بیٹا کو اور ایک حصہ بیٹی کو دیا جائے گا، یہی مسلک امام شافعیؒ کا بھی ہے۔ (۲)

سامان جہیز کا وارث کون؟

سوال:- (2299) میری شادی شدہ لا ولد بچی کا پانچ ماہ قبل انتقال ہو گیا، اس کی جہیز میں دیے گئے زیورات اور سامان ابھی موجود ہیں، نیز اس کی مہر کی رقم شوہر کے ذمہ باقی ہے اور واجب الاداء ہے، احکام شرعیہ کی روشنی میں بتایا جائے کہ اس کی متروکہ جائداد کی تقسیم کس طرح عمل میں آئے گی؟

(شفیع کریم، ہرنگے پور، میدک)

جواب:- جہیز کے وہ سامان جو لڑکی کے استعمال کے ہیں، مثلاً زیورات کپڑے وغیرہ وہ لڑکی کی ملک ہے، اسی طرح وہ زیورات جو لڑکے والوں نے دیے ہیں لڑکی کی ملک ہے، اور مہر بھی اس کے شوہر کے ذمہ واجب الاداء ہے، لہٰذا جہیز وغیرہ کے تمام سامان جو موت کے وقت رہے ہوں اور مہر کی رقم چھ حصوں میں تقسیم کی جائے گی، تین حصہ شوہر کو ملے گا، ایک حصہ ماں کو اور دو حصے باپ کو، بھائی بہن وغیرہ کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

---

(۱) النساء: ۱۱۔

(۲) ملاحظہ ہو: مختصر المزني، ص: ۱۳۸، باب المواريث۔

پوتوں اور دو لڑکیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم (فقہ شافعی کی روشنی میں)

سوال:- {2300} اسلم بن مبارک نے ترکہ میں ایک مکان چھوڑا، ان کے ورثہ میں تین بیٹوں کی اولاد اور دو بیٹیاں ہیں، ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟

(عوض بن سالم شافعی، بارکس، حیدرآباد)

جواب:- دونوں بیٹیوں کو ایک ایک تہائی ملے گا، اور تینوں بیٹوں کی اولاد میں دیکھا جائے گا کہ وہ صرف اناث ہیں یا ذکور، اگر صرف اناث ہیں تو ان کا کوئی حق نہیں پہونچے گا، اگر اناث و ذکور دونوں ہیں تو جن بیٹوں کی اولاد میں اناث کے ساتھ ذکور بھی ہیں ایک تہائی کی ان میں اس طرح تقسیم عمل میں آئے گی کہ لڑکوں کے حصہ میں لڑکیوں کے مقابلہ میں دوگونہ پڑیں:

" وللبنت النصف وللاثنتين فصاعدا الثلثان فاذا استكمل البنات الثلثين فلا شئ لبنات الابن الا أن يكون للميت ابن ابن فيكون ما بقي له " (1)

ورثہ میں بیوی، بہن اور بھائی کے لڑکے ہیں

سوال:- {2301} عبداللہ بن اسلم نے ترکہ میں ایک مکان چھوڑا، مرحوم لاولد تھے، ان کے ورثہ میں ان کی بیوی، دو بہنیں اور تین بھائیوں کی اولاد موجود ہے، ہر ایک کو کیا حصہ

---

(1) مختصر المزني ص:۱۴۸، باب المواريث۔

ملے گا؟ (عوض بن سالم، بارکس، حیدرآباد)

جواب:- بیوی کو چوتھائی اور دونوں بہنوں کو ایک تہائی ملے گا: "و للاختین فصاعدا الثلثان" (۱) بھتیجی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا: "لا ترث بنت الأخ" (۲) البتہ اگر بھتیجے ہیں تو باقی ماندہ ان میں تقسیم ہوگا۔ (۳)

سوال چوں کہ مبہم تھا، اس لیے اجمالاً جواب دیا گیا، مفصل جواب کے لیے ضروری ہے کہ بیٹوں اور بھائیوں کی اولاد کی تعداد اور ان میں ذکور واناث کی تفصیل مکمل لکھی جائے۔

چار لڑکے اور دو لڑکیوں کے درمیان تقسیم میراث

سوال:- {2302} زید کے ورثہ میں چار لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں، زید کی متروکہ جائداد حسب ذیل ہے:

(الف) ایک کارخانہ جسے زید نے اپنی زندگی میں چار لڑکوں کے نام قائم کیا تھا، جو قیام کارخانہ کے وقت نابالغ تھے، اور زید کے انتقال کے وقت سن بلوغ کو پہونچ گئے تھے، کارخانہ چاروں لڑکوں کے نام رجسٹرڈ ہے۔

(ب) ایک عدد ملکی یہ بھی چاروں لڑکوں کے نام سے خریدی گئی تھی۔

(ج) ایک کارخانہ جس میں زید اور اس کے دو بھائی حصہ دار تھے، اس کارخانہ کی مشینری اور بلڈنگ زید کے انتقال کے بعد فروخت کر کے رقم جمع کر دی گئی ہے، کیا صورت مسئلہ

---

(۱) مختصر المزنی، ص:۱۳۸، باب المواریث۔

(۲) حوالۂ سابق

(۳) حوالۂ سابق

میں لڑکیاں زید کی جائداد نمبر ایک اور دو سے محروم ہوں گی؟

(اختری بیگم، بیگم پیٹ، حیدرآباد)

جواب:- (الف، ب) کارخانہ اور ملگی جو زید کی زندگی ہی میں اپنے لڑکوں کے نام رجسٹرڈ کر چکا ہے "ہبہ" ہے اس لیے لڑکے ہی اس کے مالک ہیں لڑکی کو اس میں "حق موروثی" نہیں مل سکے گا۔

(ج) زید کی بیوی اگر زندہ ہو تو زید کی متروکہ رقم کے دس حصے کئے جائیں گے، دو دو حصے چاروں لڑکوں کو دیے جائیں گے اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو۔

جہیز میں دی گئی رقم بھی ورثہ میں تقسیم ہوگی

سوال:- {2303} ایک لڑکی کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا، بڑے بھائی اپنی سرپرستی میں اپنے خرچ سے بہن کی شادی کی، کچھ دنوں کے بعد لڑکی کو ایک لڑکا پیدا ہوا پیدائش کے چھ گھنٹے کے بعد لڑکی کا انتقال ہو گیا، سوال یہ ہے کہ جہیز میں دی گئی رقم جس کی تفصیل یہ ہے کہ جوڑے کی رقم 5000 اور سونا وغیرہ سب ملا کر تقریباً 25000 کی مالیت اور مہر کی رقم مبلغ 7000 ان دونوں چیزوں کی واپسی لڑکی کے بھائی چاہتے ہیں، کیا وہ اس کے حقدار ہیں؟

(ڈاکٹر مسعود علی، اکبر باغ، حیدرآباد)

جواب:- جوڑے کی رقم شوہر کے لیے ہبہ ہوتی ہے، اس لیے اس کا تو شوہر ہی مالک ہوگا، بقیہ اشیاء جہیز زیورات اور مہر کی رقم مرحومہ کی ملک ہوئی، اور اب ان کی موت کے بعد پہلے اگر ان کے ذمہ کچھ قرض ہو تو ادا کیا جائے گا، انہوں نے کچھ وصیت کی ہو تو اس کی تکمیل کی جائے گی، پھر باقی تمام جائداد ان کے ورثہ میں تقسیم کر دی جائے گی، مرحومہ کے ورثہ صرف دو ہوں

کے، ایک شوہر دوسرا بیٹا، شوہر کو متروکہ مال میں سے ایک چوتھائی دیا جائے گا، اور بقیہ تمام مال لڑکے کا حق ہوگا۔(۱)

وراثت کا مسئلہ

سوال:- (2304) جناب ممتاز علی صاحب کے پانچ لڑکے محمد آصف، محمد مسعود علی، محمد اقبال علی، محمد مقصود علی، محمد امتیاز علی ہیں، اور پانچ لڑکیاں ہیں، جناب ممتاز علی مرحوم کی ایک سپلائنگ کمپنی بنام اے ٹو زیڈ قائم تھی جو افضل بیگم زوجہ محمد ممتاز علی اور محمد اقبال ولد محمد ممتاز و سعیدہ زوجہ مسعود علی کی شراکت پر مبنی تھی، مورخہ ۳۰ر ستمبر کو یہ شراکت تحلیل کردی گئی اور افضل بیگم و سعیدہ بیگم نے اپنے حصہ سے فی کس پانچ ہزار روپیہ کے بدلے محمد اقبال کے حق میں دستبردار ہوگئیں، بتایا جائے کہ اب اس کمپنی کا مالک کون ہوگا؟

۲- انڈیا کراکری کے نام سے ایک دوکان جواہر لال نہرو روڈ پر محمد آصف محمد مسعود محمد مقصود اور محمد ممتاز کی شراکت سے قائم تھی محمد ممتاز نے اپنے تینوں فرزندوں کے حق میں ۷ار دسمبر کو دستبرداری اختیار کرلی اس صورت میں فرم کے حق

---

(۱) ہندوستان میں عرف یہ ہے کہ جہیز میں دی گئی رقم لڑکی کو بطور عاریت نہیں دی جاتی ہے، بلکہ اس رقم کا لڑکی کو مالک بنا دیا جاتا ہے، لہٰذا یہ رقم بھائی واپس نہیں لے سکتا ہے:

" جهز ابنته ثم ادعى ان ما دفعه لها عارية و قالت هو تمليك أو قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه و قال الأب أو ورثته بعد موتها عارية فالمعتمد أن القول للزوج و لها اذا كان العرف مستمرا أن الأب يدفع مثله جهازا لا عارية " (رد المحتار ۳۶۶/۲:)

دار کون ہوں گے؟

۳۔ ایک جائیداد موقوعہ نظام شاہی روڈ محمد ممتاز و محمد آصف و محمد مسعود نے مشترکہ طور پر ۳۰۰۰۰ روپے کے عوض خریدی کیم نومبر کو محمد ممتاز نے اپنا حصہ اپنے دونوں فرزندوں کو ہبہ کر دیا اور ان کے قبضہ و تصرف میں دیدیا پھر ان دونوں لڑکوں نے اپنے بھائی محمد اقبال محمد مقصود اور محمد امتیاز کو اس جائیداد کا ۶۰ فیصد بحساب ۲۰ فیصد فی کس ہبہ کر کے ان کے قبضہ و تصرف میں دیدیا جائیداد مذکورہ کے حقدار کون لوگ ہیں؟

۴۔ محمد ممتاز نے ایک باؤلی خرید کر اپنے پانچوں لڑکوں کو ہبہ کر دیا اور قبضہ بھی کرادیا اب جائیداد کے مالک کون ہوں گے؟

۵۔ افضل بیگم نے خود خرید کردہ مکانات موقوعہ نظام شاہی روڈ اپنے پانچوں فرزندوں یعنی محمد آصف وغیرہ کو ہبہ کر دیا اور قبضہ و تصرف بھی کرادیا، اس جائیداد سے کن لوگوں کا مالکانہ حق متعلق ہوگا؟ ان متذکرہ بالا جائیدادوں میں کیا محمد ممتاز اور افضل بیگم کی پانچوں دختران کو حق وراثت ملے گا، ہبہ نامہ اور دستبرداری کی دستاویزات بھی منسلک ہے تاکہ استفتاء کو سمجھنے میں آسانی ہو۔　　　(یوسف مشاد علی بندو)

جواب :- استفتاء کی بعض صورتیں بیع سے متعلق ہیں بعض شرکت سے علاحدگی کے متعلق ہیں، اور زیادہ تر سوالات ہبہ سے متعلق ہیں۔ اسلامی شریعت میں ہبہ کے لئے تحریر اور دستاویز ضروری نہیں ہے، زبانی اقرار بھی کافی ہے، البتہ ہبہ کے لئے ایک اہم شرط یہ ہے کہ اگر موہوبہ شئی ایسی ہو جو قابل تقسیم ہو تو ضروری ہے کہ واہب کی ملکیت میں شیوع نہ ہو، موہوب لہ کی

ملکیت میں شیوع ہو تو مضر نہیں ہے، صاحبین کی رائے یہی ہے اور یہی موجودہ زمانہ کا عرف ہے، عالمگیری میں ہے:

"إذا قال لرجلين وهبت لكما هذه الدار لهذا نصفها و لهذا نصفها جاز لانه وهبها جملة و فسر بما اقتضته الجملة من الحكم بعد وقوع الهبة" (۱)

اور اگر تقسیم کے بغیر ہبہ کر دیا اور جن لوگوں کو ہبہ کیا گیا ہے ان لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے تو اب بھی ان کی ملکیت ثابت ہو جائے گی، اسی پر فتویٰ ہے:

"و لو قبضها هل تفيد الملك ... تفيد الملك ملكا فاسدا به يفتى" (۲)

صورت مسئولہ میں واہب کی تحریر ہے کہ اس نے فرزندان کو قبضہ بھی دلا دیا ہے، نیز اس بات کا اقرار ہے کہ اس نے موہوبہ جائیداد تقسیم بھی کر دی ہے جب ہی تو ان لوگوں کو قبضہ دلا دیا ہے، نیز محرم رشتہ دار کو کیا ہوا ہبہ ناقابل واپسی بھی ہوتا ہے، لہذا استفتاء میں مذکورہ سوالات کے جوابات اس طرح ہیں:

۱۔ سیلا ننگ کمپنی اب فرزند محمد اقبال کی ملکیت ہے اور وہی اس کے مالک ہیں، کیونکہ باقی شرکاء نے اپنا عوض حاصل کر کے اپنا حصہ فروخت کر دیا ہے۔

۲۔ انڈیا کرا کری ہاؤس میں چونکہ محمد ممتاز نے دستبرداری اختیار کر لی ہے اور دستاویز محررہ کے مطابق اپنا حصہ بھی وصول کر لیا ہے، اس لئے محمد آصف، محمد مسعود اور محمد مقصود اب اس میں شراکت دار ہیں، اور وہی نفع ونقصان کے مالک ہیں۔

۳۔ مکان موقوعہ نظام شاہی روڈ پر جب محمد ممتاز کے ہبہ کرنے کے بعد محمد آصف اور محمد

---

(۱) الفتاوی الهندية ۴/۳۷۸، محشی۔

(۲) حوالہ سابق۔

مسعود نے قبضہ کرلیا ہے اور ان دونوں حضرات نے اپنے بقیہ تینوں بھائیوں کو جائیداد کا ۱۰ فیصد ہبہ کرکے قبضہ بھی کرادیا تو اب یہ مکان پانچوں فرزندان کی ملکیت ہوگی۔

۴۔ محمد ممتاز نے جو ذکی خرید کر اپنے پانچوں فرزندوں کو ہبہ کردیا اور اس پر قبضہ بھی دلا دیا تو اب بھی پانچوں فرزندان اس کے مالک ہوگئے۔

۵۔ افضل بیگم نے جو مکانات موقوعہ نظام شاہی روڈ پانچوں فرزندوں کو دی ہیں، ان کے مالک بھی فرزندان ہوں گے، ان تمام جائیدادوں میں مرحومہ کے دختران کا کوئی شرعی حق نہیں ہے۔

عاق کرنا

سوال:- (2305) ایک شادی شدہ لڑکے کی نازیبا حرکتوں سے ناراض ہوکر باپ نے بیٹے کو عاق کردیا، ایسے میں ماں کا رد عمل کیا ہوگا؟ ماں کا جھکاؤ بیٹے کی طرف ہوگا یا باپ کی طرف؟ (غ، ک، م، سلاخ پور)

جواب:- شرعاً عاق کرنے کا کوئی اعتبار نہیں، اور وہ اپنے باپ کے مال میں وفات کے بعد عام اصول کے مطابق وارث ہوتا ہے، اگر باپ لڑکے کے واقعی زیادتی پر اس سے بے تعلق برتے تو ماں کو حکمت و مصلحت سے کام لینا چاہئے، اور باپ اور بیٹے کے درمیان جو فاصلہ پیدا ہوگیا ہے اسے دور کرنا چاہئے، اگر توقع ہو کہ اس کی بے رخی سے لڑکے کو تنبہ ہوگا اور وہ اپنے ناشائستہ طرز عمل سے باز آجائے گا تو اس سے بے رخی برتنی چاہئے اور اگر امید ہو کہ ہمارا رویہ نرم رکھنے کی صورت میں وہ لڑکے کی اصلاح کرسکے گی تو اسے شوہر کو ناراض کئے بغیر بیٹے کے ساتھ ایسے روابط رکھنے چاہئے، جو دیر سویر اس کی اصلاح ہوجائے۔

طلاق کے بعد شوہر کے انتقال کی صورت میں بیوی کا میراث؟

سوال:- {2306} جس بیوی سے ابھی شوہر نے صحبت نہیں کی، اس کا انتقال ہو جائے تو کیا بیوی اس کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد سے وارث ہو سکتی ہے؟ اگر شوہر کا انتقال طلاق دے دینے کے بعد ہوا ہو تو کیا حکم ہے؟

(ایم، ایس، خان، سعید آباد)

جواب:- اگر بیوی سے صحبت کی نوبت نہیں آئی اور اس سے پہلے ہی شوہر کا انتقال ہو گیا تب بھی وہ اس کے ترکہ میں وارث ہوگی، وارث ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ مرد نے اس سے صحبت بھی کی ہو، اگر بیوی کے مطالبہ کے بغیر شوہر نے اپنی طرف سے حالت بیماری میں طلاق دی اور عدت گزرنے سے پہلے ہی مرد کا انتقال ہو گیا ہو تو عورت کو مطلقہ ہونے کے باوجود اس کے مال سے میراث ملے گی، ایسے مرد کو فقہ کی اصطلاح میں "فار بالطلاق" کہتے ہیں اگر مرد نے حالت صحت میں طلاق دی تھی، یا مرض وفات میں طلاق دی، لیکن عورت کی عدت پوری ہونے کے بعد مرد کا انتقال ہوا، تو عورت اس مرد کے مال سے وارث نہیں ہوگی، میراث میں منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کا کوئی فرق نہیں، میت کے تمام ترکہ سے ہی ورثہ کا حق متعلق ہوتا ہے۔

مرحوم شوہر کے ذمہ مہر باقی ہو

سوال:- {2307} کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ مہر کی رقم باقی ہو تو کیا کیا جائے؟

(حسن بن صالح الجامد، گرنتال)

جواب:- اگر مرحوم شوہر نے کوئی ترکہ چھوڑا ہو تو دوسرے دَین ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بیوی کو بھی اس کا مہر ادا کردیا جائے، اس کے بعد بچا ہوا مال ورثہ میں شریعت کے مقررہ اصولوں کے مطابق تقسیم کردیا جائے، اور ظاہر ہے کہ ورثہ میں لازمی طور پر اس کی بیوہ بھی ہوگی، اور اس حیثیت سے اس کو اس کا حق میراث بھی ملے گا۔

گریجویٹی، پراویڈنٹ فنڈ اور انشورنس کی رقم کی تقسیم

سوال:- (2308) زید ملازم سرکار تھا، دوران سروس انتقال ہوگیا، ورثہ میں ایک مکان اور کچھ رقم چھوڑی، مکان کی خریدی کے لیے اپنی پس انداز کی ہوئی رقم کے علاوہ بیوی کو اس کے والدین کی طرف سے دی ہوئی رقم پچاس ہزار کے قساط ادا نہیں ہوئی تھیں، جو اس کے انتقال کے بعد ملنے والی رقم سے کاٹ لی گئی اور باقی رقم گریجویٹی اور پراویڈنٹ فنڈ اور انشورنس وغیرہ کی رقم بیوہ کو ملی، اور اب ماہانہ پنشن بھی ملے گی، انتقال کے وقت حسب ذیل ورثہ موجود تھے

ایک بیوہ ماں، چار بھائی، تین بہنیں، بیوی، دولڑکے (عمر ۵ سال اور ۳ سال) اور دولڑکیاں (عمر ۱۳ سال اور ۱۰ سال)

مکان اور ملی ہوئی رقوم میں اوپر دیے ہوئے ورثہ کا شرعی حصہ کیا ہوگا؟ نیز ماہانہ پنشن جو بیوی کو ملے گی، کیا اس میں بھی بیوی کے علاوہ دوسرے ورثہ کا حصہ ہوگا؟ (سید فاروق عزیز)

جواب:- گریجویٹی، پراویڈنٹ فنڈ اور انشورنس کی رقم جس میں بیوہ کے علاوہ دوسرے

ورثہ کا حق بھی متعلق ہوگا، بھائیوں اور بہنوں کا تو کوئی حصہ نہیں ہوگا، ماں کو چھٹا حصہ اور بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا، بقیہ رقم کے چھ حصے کئے جائیں گے، دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کا ہوگا ...... ماہانہ پنشن گورنمنٹ کی طرف سے تعاون ہے، اگر گورنمنٹ بیوہ کے نام سے دیتی ہو تو وہی اس کی مالک ہوگی دوسرے ورثہ کا اس سے حق متعلق نہیں ہوگا۔

بیوی کی املاک پر شوہر کے رشتہ داروں کا دعویٰ

سوال:- {2309} ایک جوڑا لا ولد مرا، پہلے شوہر کا انتقال ہوا، انتقال کے وقت اس کے پاس منقولہ، غیر منقولہ حتی کہ نقدی تک نہیں تھی، چند دنوں کے بعد بیوی محض اپنی ضعیفی و بیماری میں مدد کے لیے اپنی غریب بہن کی زیر نگرانی اپنی بہن کے پاس چلی جاتی ہے، بہن چوں کہ غریب تھی، اس نے اپنے بینک کی جملہ رقم جو شاید پندرہ ہزار ہوگی، وہ نہ صرف بہن کو دے دی، بلکہ اپنا مملوکہ پلاٹ بھی جو اس کے مہر کا تھا، وہ بھی اپنی بہن کے نام تحریری ہبہ کر دیا تھا، اب اس عورت کا انتقال ہو چکا ہے، شوہر کے رشتہ دار کہہ رہے ہیں کہ اس موہوبہ پلاٹ پر ان کا حق ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟ اور اگر حق بنتا ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟　(محمد بن احمد جابری، آصف آباد)

جواب:- جو پلاٹ مرحوم نے اپنی بیوی کو بطور مہر کے دے دیا تھا، وہ اس کی بیوی کی ملکیت ہے، شوہر کے اعزہ کا اس میں کوئی حق نہیں، مرحومہ نے جس کو ہبہ کر دیا، وہی اس کی مالک ہے، اسی طرح بینک کی رقم اگر شوہر مرحوم نے اپنی زندگی میں بیوی کو دے دیا تھا، وہی اس کی مالک ہوگی، اس میں بھی شوہر کے رشتہ داروں کا کوئی حق نہیں، اگر مرحوم کی بیوی نے اپنی بہن کو وہ

رقم ہبہ کردی، تو اب وہی اس کی مالک ہے، جو چیز شوہر کے مرنے کے وقت اس کی ملکیت میں ہو اس میں بیوی کا بھی حق ہوتا ہے، اور شوہر کے قریبی رشتہ داروں کا بھی۔

بھتیجی کے رہتے ہوئے

صرف بھتیجے کے نام جائداد لکھ دے

سوال:- (2310) زید کے دو بیٹے تھے، عمر اور بکر، زید نے مرنے سے پہلے اپنی جائداد کو دونوں بیٹوں میں تقسیم کردیا، عمر کے حصہ میں ۲۸۰ مربع گز زمین کا پلاٹ اور بکر کے حصہ میں پانچ سو کا مکان آیا، عمر کو ایک ہی لڑکا پیدا ہوا اور وہ بھی بچپن ہی میں انتقال کر گیا، اس طرح عمر کا کوئی وارث نہیں رہا، بکر کو پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں، جن میں سے ایک لڑکا بچپن میں فوت ہوگیا، چوں کہ عمر کا کوئی وارث نہیں تھا، اس لیے انھوں نے اپنی جائداد ۲۸۰ مربع گز بکر کے چاروں لڑکوں میں برابر برابر تقسیم کردیا، جو آج تک جدید میں رجسٹرڈ ہے، اب ۵۳ سال بعد عمر کی جائداد ۲۸۰ گز زمین فروخت ہوئی، تو اب سوال یہ ہے کہ اس میں بکر کی لڑکیوں کو کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟ جب کہ وہ جائداد صرف بکر کے لڑکوں کے نام رجسٹرڈ ہے؟ (م، ح، حیدرآباد)

جواب:- چوں کہ عمر نے اپنی زندگی میں بکر کے لڑکوں کے نام اپنی جائداد رجسٹری کرادی، اس لیے یہی لوگ اس کے مالک سمجھے جائیں گے، اور زمین فروخت ہونے کے بعد یہی لوگ اپنے حصے کے بقدر رقم کے مالک ہوں گے، بکر کی لڑکیوں کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

اولاد میں جائداد کی غیر مساویانہ تقسیم

سوال:- {2311} زید نے اپنا ذاتی مکان اپنی بیوی کے مہر میں دیدیا، اس کی موجودہ مالیات دس لاکھ روپیہ ہے، زید کی نو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، جن میں دو کا انتقال ہو چکا ہے، زید کی بیوی یہ مکان صرف ایک لڑکا، ایک لڑکی اور نواسہ جس کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے، کو دینا چاہتی ہے، ایک لڑکے کو ۱۲/۱ آنہ، ایک لڑکی کو ۲/۱ آنہ اور نواسہ کو ۲/۱ آنہ، کیا از روئے شرع یہ درست ہے؟ (شکیل احمد، کلیان گورو)

جواب:- اگر زید کی بیوی نے اس تفصیل کے مطابق ہبہ کردیا تو ہبہ شرعاً اور قانوناً نافذ ہوگا، لیکن کسی معقول وجہ کے بغیر اپنی اولاد میں سے کسی کو دینا اور کسی کو محروم کر دینا مناسب نہیں۔

"حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواہش پر ان کے شوہر حضرت بشیر ﷺ نے حضرت نعمان بن بشیر ﷺ کو کچھ مال دینا چاہا اور اس پر حضور ﷺ سے گواہ بننے کی خواہش کی، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اپنی تمام اولاد کو دے رہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل سے کام لو" (۱)

اس لئے یہ بات بہتر نہیں ہے کہ اپنی اولاد میں سے بعض کو دیا جائے اور بعض کو نہیں دیا، بعض کو زیادہ دیا جائے اور بعض کو کم۔

---

(۱) صحیح مسلم ۲/ ۳۷۔

بیوی مہر حاصل کیے بغیر مرجائے؟

سوال:- {2312} اگر کسی کی بیوی کا انتقال ہو جائے اور وہ مہر ادا نہ کر سکا تو کیا یہ مہر شوہر کو ادا کرنا ہوگا؟ اگر ادا کرنا ہو تو یہ مہر کی رقم کسی دینی مدرسہ یا مسجد یا کسی غریب بچی وغیرہ کو دے سکتے ہیں؟ لڑکی کے والدین کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(عبدالعزیز، بشیر آباد)

جواب:- مہر کی حیثیت دَین کی ہے، گویا شوہر مہر کی بقدر رقم کا مقروض ہے۔ اگر بیوی کے ذمہ کسی کا واجب الاداء روپیہ ہو تو شوہر سے مہر کی رقم لے کر اسے ادا کیا جائے گا، اگر بیوی کے ذمہ کسی کا روپیہ نہیں ہے تو مہر کی رقم اس کے ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگی، جن میں ایک وارث شوہر بھی ہوگا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ مہر کی رقم دینی مدرسہ یا مسجد یا غریب بچی وغیرہ کو دے، ہاں اگر اس کے تمام ورثہ بالغ ہوں اور وہ سب کسی کو دینے پر متفق ہو جائیں تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔

غیر مسلم لاوارث کے مال کا مصرف

سوال:- {2313} ایک غیر مسلم تاجر عورت تھی، جس کے پاس سے کچھ چیزیں ادھار لی گئی تھیں، مگر بعد میں اس تاجر عورت کا انتقال ہو گیا، اب پتہ نہیں کہ اس کا مکان کہاں اور اس کے ورثہ کون ہیں۔ تو اب اس رقم کو کیا کرنا چاہئے؟

(خورشید احمد، عادل آباد)

جواب:- ایسی رقم کو کسی رفاہی کام میں خرچ کر دینا چاہئے، صدقہ کی نیت نہ کرے، اس لیے کہ اصل مالک کافرہ تھی، جس کی نیت تقرب کا اعتبار نہیں۔(۱) واللہ اعلم

---

(۱) رد المحتار: ۵/۲۷۳، تحقیق۔

قتل مانع میراث

سوال:- {2314} زید نے اپنی بیوی ہندہ کو عمداً قتل کر دیا، کیا اب ہندہ کے متروکہ مال میں سے وہ وارث ہوگا؟ اور اس کو حصہ ملے گا؟ اگر ملے گا تو ایسے شوہر کا کتنا حصہ ہے؟ جو صاحب اولاد بھی ہو چکا ہے۔ بینوا و توجروا۔

(عثمان طاہر، بیگم پیٹ)

جواب:- فقہاء کا اس اصول پر اجماع و اتفاق ہے کہ قاتل کو مقتول کے مال سے وراثت نہیں ملے گی، یہ بات قرین عقل و قیاس بھی ہے، اس لیے کہ اگر ایسا نہ ہو تو بعض حریص اس مقصد کے لیے اپنے مورث کو قتل کرنا شروع کر دیں گے، اور اس سلسلہ میں متعدد احادیث بھی مروی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

"القاتل لا یرث" (۱)

"قاتل وارث نہیں ہوگا"

"لیس للقاتل شیئ" (۲)

"قاتل کے لیے کچھ واجب نہیں"

یہاں تک کہ اگر مقتول نے اس کے لیے کسی جائداد کی وصیت کی تھی تو اس جرم کے بعد یہ وصیت بھی پوری نہ کی جائے گی، آپ ﷺ نے فرمایا:

"لیس للقاتل وصیۃ" (۳)

"قاتل کے لیے وصیت پوری نہیں کی جائے گی"

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۱۰۹، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۷۳۵۔ محشی

(۲) بیہقی: ۲۲۰/۶۔ محشی۔

(۳) بیہقی: ۲۸۱/۶۔ محشی۔

لڑکی کے ترکہ میں سسرال والوں اور میکہ والوں میں سے کس کو کتنا ملے گا؟

سوال:- (2315) لڑکی کا انتقال ہو چکا، اس کا سامان جہیز زیورات، فرنیچر، مہر، اس مال میں شوہر اور اس کے ساس، سسر اور چار بہنیں ہیں، اور لڑکی کے والد، والدہ اور تین بھائی اور بہنیں ہیں، ان میں مال کس کو ملے گا؟ اور کس طرح ملے گا؟ لڑکی کے کوئی اولاد نرینہ وغیرہ نہیں ہے۔

(اکبر الدین، مغلپورہ، حیدرآباد)

جواب:- جہیز کے سامان جو لڑکی کے استعمال کی ہیں مثلاً زیورات کپڑے وغیرہ وہ خود ہندہ کی ملک ہیں، اسی طرح وہ زیورات جو لڑکے والوں نے دیئے ہیں، لڑکی کی ملک ہے، اور مہر بھی اس کا شوہر کے ذمہ واجب الاداء ہے، لہٰذا جہیز وغیرہ کے تمام سامان جو ہندہ کی موت کے وقت رہے ہوں اور مہر کی رقم چھ حصوں میں تقسیم کی جائے گی اور تین حصے یعنی متروکہ جائداد کا آدھا شوہر کو ملے گا، ایک حصہ ماں کو اور دو حصہ باپ کو، بھائی بہن وغیرہ کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

تین لڑکے اور ایک لڑکی میں میراث کی تقسیم

سوال:- (2316) جناب محمد عبدالصمد صاحب مرحوم نے تین لڑکے اور ایک لڑکی، چار سو گز زمین پر ۲ ار مکان ۳ ار کمرے ہیں، مرحوم کے تین لڑکے، ایک لڑکی جائداد کو تقسیم کر لینا چاہتے ہیں براہ مہربانی شریعت کی روشنی میں رہبری فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

(سید جعفر علی، رسالہ خورشید جاہی، مشیر آباد)

جواب:- شریعت نے لڑکوں کا حصہ لڑکیوں کے مقابلہ دوگنا رکھا ہے(۱) اور شوہر اگر اولاد چھوڑ کر مرے تو بیوی کا متروکہ حصہ جائداد کا آٹھواں حصہ رکھا ہے،(۲) لہٰذا عبد الصمد صاحب مرحوم کے متروکہ سے پہلے اگر وہ مقروض رہے ہوں تو ان کا قرض ادا کیا جائے گا، تجہیز و تکفین کا نظم ہوگا، کوئی وصیت ہو تو ایک تہائی مال سے اس کا نفاذ عمل میں آئے گا، پھر باقی ماندہ جائداد اس طرح تقسیم ہوگی کہ اگر مرحوم کی بیوی بھی ہو تو اسے آٹھواں حصہ دیا جائے، بقیہ جائداد سات حصوں میں تقسیم کر دی جائے، ایک حصہ ایک لڑکی کو اور دو دو حصے تینوں لڑکوں کو دیے جائیں اور اگر بیوی نہ ہو تو اس طرح پوری جائداد کی سات حصوں میں تقسیم عمل میں آئے گی، اور جیسا کہ ذکر کیا گیا دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکی کو دیا جائے گا۔

متبنیٰ لڑکی کا حقیقی باپ کے ترکہ میں حصہ

سوال:- (2317) ایک شخص ایک بیوی اور دو لڑکیاں ایک لڑکا سب منکوحہ چھوڑ کر مرا، بعد وصال کے ساری جائداد کو لڑکے نے اپنے نام منتقل کر لیا، پھر اس شخص کے دو لڑکے سات لڑکیاں ہیں، جن میں سے دو لڑکیاں منکوحہ اور ایک لڑکی جسے متبنیٰ دی گیا، اس کا نکاح سرپرستوں نے ہی کرایا جنھوں نے پالنے کے لئے لیا تھا، اس طرح کل تین لڑکیاں منکوحہ ہوئیں، چار غیر منکوحہ لڑکیوں میں سے صرف ایک لڑکا منکوحہ صاحب اولاد ہے، جس کی ایک بیوی اور چھوٹی کمسن لڑکیاں ہیں، اور دوسرا لڑکا غیر شادی شدہ ہے، بڑے لڑکے کا ایک حادثہ میں وفات

(۱) النساء:۱۱، محشی۔

(۲) النساء:۱۲، محشی۔

ہوئی، اب جب کہ ایک لڑکا اور چار لڑکیاں غیر منکوحہ ہیں، تقسیم وراثت کا مسئلہ ہر دو روں پر ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مورث کی زندگی میں وارث کا انتقال ہو جائے جیسا کہ باپ کی موجودگی میں بیٹا فوت ہوا ہے، تو اس بیٹے کو باپ کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ وہ لڑکی جو پالنے کے لیے دی گئی، اس کا حقیقی باپ کے مال میں حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مذکورہ جملہ وارثین میں سے ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟

(محمد عبدالغنی، نزد جامع مسجد قدیم آبادی، محبوب نگر، ورنگل)

جواب:- اول یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ شریعت نے مرد وعورت دونوں ہی کو وراثت کا مستحق قرار دیا ہے، اس لیے بڑے بیٹے کا تمام جائداد پر قابض ہو جانا سخت گناہ ہے، پہلے متروکہ جائداد میں سے آٹھواں حصہ بیوی کو دیا جائے گا، پھر جو جائداد بچ رہے گی، اس کی تقسیم یوں عمل میں آئے گی کہ نصف جائداد لڑکا لے لے اور نصف کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو دیا جائے گا، دوسرے جائداد کی بطور وراثت تقسیم اس وقت عمل میں آتی ہے جب خود صاحب جائداد کا انتقال ہو جائے، چوں کہ ابھی وہ خود زندہ ہیں، اس لیے وراثت کی تقسیم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ہاں اگر وہ اپنی زندگی ہی میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو چاہئے کہ تمام اولاد میں مساوی مساوی تقسیم کردے یا پھر یونہی چھوڑ دے تا کہ موت کے بعد حدود شرعی کے مطابق حصے تقسیم ہو جائیں۔(۱)

متبنیٰ کی شریعت میں کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہے اور وہ بھی دوسری اولاد کی طرح اپنے حقیقی والدین سے وراثت کی حقدار ہے، البتہ یہ صحیح ہے کہ دادا کی زندگی میں اولاد کا انتقال ہو جائے اور دوسرے چچا وغیرہ موجود ہوں تو پوتے یا پوتیاں محروم ہو جاتے ہیں، اس لیے دادا کو

(۱) "قال علیه السلام فاتقوا الله و اعدلوا بین اولادکم" (مشکوۃ شریف، ص:۲۶۱)

چاہئے کہ اپنی زندگی ہی میں اپنی بیوہ بہو اور پوتیوں کو کچھ حصہ ہبہ کر دے یا وصیت کر جائے کہ جائداد کا اتنا حصہ اس کی موت کے بعد ان کو دے دیا جائے۔

بیوی، ایک بیٹا اور دو بیٹیوں کے درمیان وراثت کی تقسیم

سوال:- {2318} مولوی سید نجم الدین احمد صاحب مرحوم کے ورثہ میں ایک بیوی، ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں، جائداد کی تقسیم ان ورثہ میں کس طرح عمل میں آئے گی؟

(علی مرتضی، شاہ علی بنڈہ)

جواب:- جائداد کی جو کچھ رقم ہو، اس کا آٹھواں حصہ بیوی کو دیا جائے، (۱) اس کے بعد جو کچھ بچ رہے، اس کے چار حصے کر دیں، ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو اور دو حصے لڑکے کو دیئے جائیں۔(۲)

ہبہ کردہ مکان میں وراثت

سوال:- {2319} ہاجرہ بی صاحبہ بیوہ ہیں، جن کے تین لڑکے ہیں، محمد مکرم صاحب (بڑے) محمد عظیم صاحب (منجھلے) محمد سلیم صاحب (چھوٹے) محمد مکرم صاحب نے اپنی والدہ کی گزر بسر کے لیے اپنی کمائی سے ماں کے نام ایک مکان خریدا ہے اور ان کو حق رکھ بنا کر ان کے نام رجسٹری وغیرہ کر دیئے ہیں، محمد مکرم صاحب شادی شدہ ہیں اور ماں سے علیحدہ بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں، محمد سلیم غیر شادی شدہ ہے جو

---

(۱) ﴿ فان کان لکم ولد فلھن الثمن ﴾ (النساء:۱۲)

(۲) ﴿ للذکر مثل حظ الانثیین ﴾ (النساء:۱۱)

ں کے ساتھ ہی مقیم تھا، ہبہ کرنے کے چار پانچ سال بعد محمد عظیم کا انتقال ہو گیا، جن کے دو بچے اور بیوہ ہیں، اب ہاجرہ بی صاحبہ کا انتقال ہو گیا، وہ انتقال تک محمد سلیم کے ہمراہ ہی رہتی تھیں، موجودہ ہبہ کی ہوئی جائداد جو ہاجرہ بی صاحبہ مرحوم کے نام ہے، محمد مکرم صاحب اور مرحومہ کے بچے اور سلیم صاحب کے درمیان جھگڑا پڑ گیا ہے، براہ کرم شرعی فیصلہ سے مطلع فرمائیں؟ (سلیم، ملک پیٹ، حیدرآباد)

جواب:- جب مکرم صاحب نے یہ مکان اپنی والدہ کو ہبہ کر دیا تو اب وہی اس کی مالک ہو گئیں، ان کی موت کے بعد اس مکان میں وراثت جاری ہوگی، محمد عظیم صاحب مرحوم کے بچے محروم ہو جائیں گے اور ان کو کچھ نہیں ملے گا، اس لیے کہ ان کے والد کا انتقال ہاجرہ بی صاحبہ کی زندگی میں ہو چکا ہے، اور محمد مکرم اور محمد سلیم صاحبان کو نصف نصف مکان مرحومہ کے ذمہ باقی دوسرے قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد دیا جائے گا، فقط۔

ایک بھائی، ایک بہن میں تقسیم میراث

سوال:- {2320} ایک متروکہ جائداد ہے جس کے اب صرف دو وارث ہیں، ایک بھائی اور ایک بہن، ان دونوں میں ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ شرعاً متروکہ میں سے حاصل ہوگا؟ ہر ایک کا حصہ متعین فرمادیں۔ (جمیلہ بیگم، رائن بازار، حیدرآباد)

جواب:- اگر سوال صحیح ہو تو متوفی کے ذمہ اگر کچھ قرض ہو تو اسے ادا کر دیا جائے، پھر اگر اس کی کوئی وصیت ہو تو متروکہ کے ایک تہائی میں وصیت جاری کی جائے،(۱) اس کے بعد جو

(۱) "ثم تقضى ديونه ... ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين" (سراجی: ص:۳) مرتب۔

کچھ بچ رہے، وہ ان دونوں ورثہ میں تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، ایک حصہ بہن کو اور دو حصے بھائی کو دیے جائیں: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾(۱)

لے پالک اور ربیبہ کا وراثت میں حصہ

سوال:- {2321} محترمی و مکرمی مفتی صاحب

دارالقضاء حیدرآباد　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض خدمت یہ ہے کہ ہم بوجٹ پیٹ گاؤں، تعلقہ پداپلی، ضلع کریم نگر (اے پی) کے رہنے والے ہیں، ہم دو بھائی ہیں، میں چھوٹا بھائی ہوں، میرا نام محمد نصیر الدین ہے اور بڑے بھائی کا نام محمد علی (مرحوم) ہے، بڑے بھائی صاحب کی دو بیویاں ہیں، بڑی بیوی رسول بی، چھوٹی بیوی دعا رنجا ہے، بڑے بھائی محمد علی مرحوم کے حصہ میں پونے دو ایکڑ خشکی، ڈیڑھ ایکڑ تری اور چھ سو گز کا مکان ہے، اس جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ ہے۔

بڑے بھائی صاحب مرحوم نے میری ایک بچی کو بچپن سے رکھ لئے تھے، پرورش کئے اور شادی بھی کئے، اس کے بعد بڑے بھائی صاحب نے اپنی بیوی کے مسلسل بیمار رہنے کی وجہ سے دوسرا نکاح کئے تھے، اس وقت بڑے بھائی صاحب کی منکوحہ چھوٹی بیوی کو پہلے شوہر کا ایک لڑکا ساتھ تھا، جس کے تعلق سے اس وقت یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اس لڑکے کو بڑا ہونے تک پالیں گے، لیکن جائداد میں حصہ نہیں رہے گا، حسب وعدہ

(۱) النساء: ۱۱۔

لڑکے کو بڑا ہونے تک پرورش کیے، شادی بھی کیے، رہائش
کے لیے مکان خرید کر دیے اور روزگار کے لیے کپڑے سوائی
کی مشین بھی خرید کر دی گئی۔

دو بھابیاں، بڑے بھائی کے لے پالک لڑکی، چھوٹی
بیوی کے پہلے شوہر سے ہوا لڑکا، یہ چاروں بڑے بھائی
صاحب کی زمین جائداد میں حصہ کے لیے لڑ رہے ہیں، میں
کہہ رہا ہوں کہ دونوں بھابیوں کو جب تک زندہ رہے، تب
تک میں بھابیوں کے اخراجات برداشت کروں گا، اس کے
بعد جو زمین میرے بھائی صاحب کی ہے اس کو میں لے لوں
گا، یہ میرا ارادہ ہے۔

بڑی بھابی کہہ رہی ہیں کہ جس بچی کو پال لیے ہیں اس
بچی کو بھی حصہ دوں گی، چھوٹی بھابی کہہ رہی ہیں کہ میرے حصہ
میں میں کچھ بھی کروں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ حصہ کچھ بھی نہیں
کرنا، میرے خاندان میں آنے کی وجہ سے میں تم لوگوں کو
آخری دم تک نباہ دوں گا اور کسی کو زمین نہیں دوں گا، تمہاری
زندگی میں تمہارے لوگ آئیں کھائیں، رہیں مجھے کوئی
اعتراض نہیں ہوگا۔

ان حالات کی وجہ سے خاندان میں اختلافات بڑھ گئے
ہیں، اور اس جائداد کی تقسیم کے لیے آپ کے سامنے مسئلہ پیش
کیا ہوں، مندرجہ بالا تفصیلات اور احکام شریعت کے لحاظ سے
تحریری طور پر معلوم کیجیے کہ آیا:

(الف) میں اپنے دونوں بھابیوں کو تاحیات پال کر ان

کی زندگی کے بعد اس جائداد کو میں اپنے قبضہ میں لے
سکتی ہوں یا نہیں؟

(ب) اس جائداد میں بڑی بھائی صاحب کی لے پالک
لڑکی اور چھوٹی بھابی کے ساتھ آئے ہوئے پہلے شوہر کے
لڑکے کا حصہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(ج) اگر بھابیوں کو بھائی صاحب مرحوم کی جائداد
تقسیم کر کے دے دیں تو وہ کہتی ہیں کہ جس کو چاہے بیچ کر
دوسرے مقام پر جا کر رہیں گے، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا
چاہئے؟ براہ کرم تفصیل سے شرعی احکام سے واقف فرمائیں
کہ اس جائداد کی تقسیم کیسے کریں اور کس کو کتنا حصہ دیں۔

(محمد نصیر الدین، بہ توسط: محمد یوسف الدین،
جمعدار 934 ڈسٹرکٹ پولس آفس (ڈی۔وی۔پی) کریم نگر)

جواب:- (الف) صورت مسئولہ میں بڑی بیوی کی لے پالک بچی اور چھوٹی بیوی کے پہلے شوہر کے لڑکے کا کوئی حصہ نہیں، (۱)

(ب) آپ کی دونوں بھابیوں کو متروکہ میں حق شرعی ہے اور وہ اس کی مستحق ہیں، اگر ان کو آپ کے بھائی سے کوئی اولاد نہ ہو تو متروکہ کا ایک چوتھائی حصہ دونوں بیویوں کا حق ہے، (۲) مرحوم کی بیوگان کو حق ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے حصہ کا استعمال کریں، اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوں کہ اس کے بدلہ آپ تا موت ان کی پرورش کریں تو آپ ان پر جبر کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

(ج) مرحوم کے بھائی، بہنوں، والدین اور دوسرے اقرباء جو موت کے وقت موجود تھے،

---

(۱) "والمتبنى لا يلحق في الأحكام بالابن فلا يستحق الميراث و لا يرث عن المدعي" (أحكام القرآن لمفتي شفيع: ۲۹۱/۳)

(۲) ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۲)

ان کی تفصیل جب تک معلوم نہ ہوجائے، حصوں کی تفصیل نہیں لکھی جاسکتی۔

(د) واضح ہو کہ ترکہ کی تقسیم مرحوم کے ذمہ واجب الادا قرض و حقوق واجبہ، بیویوں کے مہر (اگر ادا شدہ نہ ہو) کی ادائیگی اور اگر متروکہ کے ایک تہائی مال میں وصیت کی ہو تو وصیت کی تکمیل کے بعد ہی عمل میں آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال:- {2322} (الف) خلاصہ سوال: مولوی پیر مرحوم کی جائداد (ترکہ) زیورات، جملہ تین لڑکے بحساب ۲۰ر پیسے اور جملہ ۱۲ر لڑکیاں بحساب دس پیسے۔

(ب) سب کی رضامندی سے ایک بھائی کے حصہ میں تین بہنوں کو ہر ایک کے حصہ کی قیمت تین ہزار قرار دی گئی۔

(ج) اور ایک بھائی کے حصہ میں ایک بہن کو کم زرخیز زمین، فی بوائی دس پیسے ادا کریں گے۔

(د) تقسیم شدہ اراضی کی آمدنی اگر ایک سو روپیہ ہو تو ایک بھائی تین بہن یعنی کتنے روپے لیں؟

(رشید احمد، سعید آباد، حیدرآباد)

جواب:- (الف) تقسیم درست ہے۔ ﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾(۱) بشرطیکہ متوفی کے کوئی اور وارث موجود نہ ہو۔

(ب) زیورات کی تقسیم جو باہمی رضامندی سے عمل میں آئی ہے درست ہے اور جب تک برادران قیمت ادا کر کے خرید نہ کرلیں، ۲۰ر پیسے بہنوں کو دینا درست ہے۔

---

(۱) النساء: ۱۱۔

(ج) فقرہ ۲؍ کی آمدنی اس طرح تقسیم ہوگی، محمد غیاث الدین ۲۰؍ بہنوں میں سے ہر ایک کو ۲۰؍ جملہ ایک سو، فقرہ ۳؍ میں آمدنی اس طرح تقسیم ہوگی، محمد غوث الدین ۴۰؍ محمد عزیز الدین ۴۰؍ وحید النساء ۲۰؍ جس سے دس دس پیسے ہر دو بھائی کے ذمہ ہوں گے۔

(اضافہ: اس طرح اگر ایک بھائی کی آمدنی سو ہو تو بہن کو اس ضمن سے ۲۰؍ روپے ادا کردے اور بقیہ ۸۰؍ پیسے خود بھائی رکھ لے)

والد کے ترکہ کی تقسیم

سوال:- (2323) میرے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، ان کی ایک موروثی زمین ہے، میرے والد کو میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں، جن کی شادی ہو چکی ہے، دو بہنیں بقید حیات ہیں، بڑی بہن کا انتقال ہو چکا ہے، ان کا ایک لڑکا ہے، ان کا شرعی حصہ کیا ہوتا ہے؟ مجھے سالانہ سات ہزار کی آمدنی ہوتی ہے، اس میں میرے دو بہنوں کو کیا حق ہے؟ مرحوم بہن کے لڑکے کا کیا حق ہے؟ میرا بھانجہ غریب ہے میں اس آمدنی سے اس کو بھی کچھ دینا چاہتا ہوں۔ (محمد اکبر حسین، یاقوت پورہ)

جواب:- مذکورہ صورت میں آپ کے والد کی متروکہ جائداد کے چار حصے کیے جائیں گے، دو حصہ آپ کو ملے گا، ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو ملے گا، آپ کی جن بہن کا انتقال والد کی زندگی میں ہو گیا تھا، شرعاً ان کے بچے وراثت کے مستحق نہیں ہیں، تاہم بہتر ہے کہ آپ ورثہ جو کچھ مناسب سمجھیں، اتفاق رائے سے کچھ ان کو بھی دیدیں، قرآن مجید نے اس کی اخلاقی

ہدایت بھی دی ہے۔(۱)

مہر اور زیور مال متروکہ ہے

سوال:- (2324) مرحومہ بیوی کا مہر اور زیور مال باپ اور شوہر کے لوگوں کے دیے ہوئے سامان اور مروجہ طریقہ پر دیا ہوا سامان کے متعلق شرعی احکام کیا ہیں؟

(شمیم اختر، فلک نما، حیدرآباد)

جواب:- مرحومہ بیوی کا مہر شوہر پر واجب الاداء ہے اور اس کا شمار بھی مال متروکہ میں ہے اور جو سامان دیا گیا وہ بھی مال متروکہ میں شامل ہے،(۲) ورثہ کی تفصیل ہو تو حصہ تقسیم کرکے بتلایا جاسکتا ہے۔

---

(۱) ﴿وإذا حضر القسمة أولوا القربى و اليتمى و المسكين فارزقوهم منه وقولوا لهم قولا معروفا﴾(النساء:۸)

" هذا كله يوجب أن يكون اعطاء هؤلاء الحاضرين عند القسمة إستحبابا "

(أحكام القرآن للجصاص:۲/۴۲)

(۲) "أو قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه ... فالمعتمد أن القول للزوج و لها إذا كان العرف مستمرا أن الأب يدفع مثله جهازا لا عارية "(الدر المختار على هامش رد:۳/۳۶۶)

كتاب الفتاوى

چھٹا حصہ

مآخذ و مراجع

مآخذ اور مراجع

مآخذ و مراجع

قرآن

۱ قرآن کریم

تفسیرات و علوم القرآن

(الف)

۲	أحكام القرآن	امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص (۳۰۵- ۳۷۰ھ)
۳	أحكام القرآن	امام ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن عربی (۴۶۸-۵۴۳ھ)
۴	أحكام القرآن	مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (- ۱۳۱۴ھ)

(ت)

۵	تفسیر ابن جریر	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (۲۲۵- ۳۱۰ھ)
۶	تفسیر حقانی	مولانا ابومحمد عبد الحق حقانی دہلوی

۷　تفسیر القرآن　امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن کثیر قرشی دمشقی (-۷۷۴ھ)

۸　التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)　امام فخر الدین محمد بن عمر حسینی رازی (۵۴۴-۶۰۴ھ)

۹　تفسیر جلالین　علامہ جلال الدین محمد بن احمد بن محلی شافعی (۷۹۱-۸۶۴ھ)
علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ - ۹۱۱ھ)

۱۰　تفسیر مظہری (اردو)　مولانا قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی (-۱۲۲۵ھ)

۱۱　التفسیر المظہری　مولانا قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی (-۱۲۲۵ھ)

۱۲　التبیان فی علوم القرآن　شیخ محمد علی صابونی

(ج)

۱۳　الجامع لأحکام القرآن　ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (- ۶۷۱ھ)

(د)

۱۴　الدر المنثور　جلال الدین عبد الرحمٰن ابو بکر السیوطی (-۹۱۱ھ)

(ر)

۱۵　روح المعانی　ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی (- ۱۲۷۰ھ)

(ش)

۱۶　شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی

(م)

۱۷　معارف القرآن　مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (-۱۳۹۶ھ)

۱۸　مدارک التنزیل　ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی (-۷۱۰ھ)

۱۹ مناهل العرفان
في علوم القرآن شیخ محمد عبد العظیم زرقانی

۲۰ المعجم المفهرس
لألفاظ القرآن محمد فؤاد عبد الباقی

حدیث، شرح حدیث، اصول و رجال

(الف)

۲۱ آثار السنن علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیموی حنفی (۱۲۷۸-۱۳۲۲ھ)

۲۲ الأذكار للنووي محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (۶۳۱-۶۷۶ھ)

۲۳ ارشاد الطالبين قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۱۴۳-۱۲۲۵ھ)

۲۴ الأسرار المرفوعة نورالدین علی بن محمد بن سلطان ملا علی قاری (۱۴۱۳ھ–۱۹۹۳ء)

۲۵ اشعة اللمعات شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ)

۲۶ الافصاح
من معاني الصحاح وزیر عون الدین ابو المظفر یحییٰ بن محمد بن ہبیرہ حنبلی (–۵۶۰ھ)

۲۷ إعلاء السنن مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی (۱۳۹۴ھ)

۲۸ الإصابة علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)

(ب)

۲۹ بذل المجهود مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۱۳۴۶ھ؍۱۸۵۲ء)

۳۰ بلوغ الأماني احمد عبد الرحمان بنا ساعاتی

(ت)

نمبر	کتاب	مصنف
۳۱	تحفة الأحوذي	مولانا محمد عبد الرحمن مبارکپوری (۱۲۸۳-۱۳۵۳ھ)
۳۲	تدريب الراوي	حافظ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (۸۴۹-۹۱۱ھ)
۳۳	تذكرة الموضوعات	علامہ محمد طاہر پٹنی (۹۱۳/۹۱۴-۹۸۶ھ)
۳۴	الترغيب و الترهيب	علامہ ابو محمد زکی الدین عبد العظیم المنذری (۵۸۱-۶۵۶ھ)
۳۵	تكملة فتح الملهم	مفتی محمد تقی عثمانی (حفظہ اللہ ورعاہ)
۳۶	التعليق الحسن على آثار السنن	علامہ شوق نیموی
۳۷	التعليق الصبيح	مولانا ادریس کاندھلوی (-۱۳۹۴ھ)
۳۸	التعليق الممجد	مولانا عبد الحی فرنگی محلی (۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ)
۳۹	تقریر ترمذی	شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۳۳۶ھ)
۴۰	تنوير الحوالك في أن رفع اليدين ...	ابن عزوز محمد مالکی
۴۱	تهذيب التهذيب	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (-۸۵۲ھ)

(ج)

نمبر	کتاب	مصنف
۴۲	الجامع للترمذي	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی (۲۰۹-۲۷۹ھ)
۴۳	جامع المسانيد	امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی (۸۰-۱۵۰ھ)
۴۴	جامع المسانيد و السنن	عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر قرشی دمشقی (۷۰۰-۷۷۴ھ)
۴۵	الجامع الصغير	علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹-۹۱۱ھ)
۴۶	جمع الفوائد	علامہ محمد بن محمد سلیمان رودانی (۱۰۹۴ھ)
۴۷	الجوهر النقي	علامہ علاء الدین الماردینی حنفی (-۷۴۵ھ)

(ح)

۴۸	حاشية الترمذي	شیخ محمد علی شاکر
۴۹	حاشية البخاري	مولانا احمد علی سہارنپوری
۵۰	حاشية الترمذي	مولانا احمد علی سہارنپوری
۵۱	حاشية أبي داؤد	
۵۲	حلية العلماء	حافظ ابو نعیم اصبہانی (۳۳۶–۴۳۰ھ)
۵۳	حصن حصین	علامہ جزری (۷۵۱–۸۳۳ھ)

(د)

۵۴	الدراية في تخريج احاديث الهداية	حافظ ابن حجر عسقلانی (–۸۵۲ھ)
۵۵	الدرر السنية	

(ر)

۵۶	رياض الصالحين	امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی دمشقی (۶۳۱–۶۷۶ھ)

(ز)

۵۷	زاد المعاد	علامہ ابن قیم جوزی ابو عبد اللہ محمد دمشقی زرعی (۶۹۱ – ۷۵۱ھ)

(س)

۵۸	سنن أبي داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۰۲–۲۷۵ھ)
۵۹	سنن ابن ماجة	ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹–۲۷۳ھ)
۶۰	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی (–۳۰۳ھ)
۶۱	السنن الكبرىٰ	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (–۴۵۸ھ)
۶۲	سنن الدار قطني	امام علی بن عمر دار قطنی (۳۰۶ – ۳۸۵ھ)

۶۳	سنن الدارمی	امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (۱۸۱-۲۵۵ھ)
۶۴	سبل السلام	علامہ محمد بن اسماعیل امیر یمنی صنعانی (-۱۱۸۲ھ)
۶۵	سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ	شیخ محمد ناصر الدین البانی
۶۶	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ	شیخ محمد ناصر الدین البانی
۶۷	سبیل الرشاد	مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴-۱۳۲۳ھ)
۶۸	سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۹۵۸-۱۰۵۲ھ)

(ش)

۶۹	شرح تراجم ابواب البخاری	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ)
۷۰	شعب الإیمان	امام بیہقی احمد بن حسین (۳۸۴-۴۵۸ھ)
۷۱	شرح العقیدۃ الطحاویۃ	قاضی علی بن علی بن محمد دمشقی (-۷۹۲ھ)
۷۲	شرح مسلم	علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی (۶۳۱-۶۷۶ھ)
۷۳	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد ازدی مصری طحاوی (-۳۲۱ھ)
۷۴	شرح موطأ إمام مالك	علامہ محمد زرقانی
۷۵	شمائل الترمذي	علامہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی (۲۰۹-۲۷۹)

(ص)

۷۶	صحیح البخاری	امام بخاری محمد بن اسمٰعیل (۱۹۴-۲۵۶ھ)
۷۷	صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیساپوری (۲۰۹-۲۶۱ھ)
۷۸	صحیح ابن خزیمۃ	ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ سلمی نیساپوری (۲۲۳-۳۱۱ھ)

نمبر	کتاب	مصنف
۷۹	صحیح ابن حبان	امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی (-۷۳۹ھ)
	(ط)	
۸۰	طبقات محمد بن سعد	علامہ احمد بن حجر عسقلانی (-۸۵۲)
	(ع)	
۸۱	عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی (۷۶۲-۸۵۵ھ)
۸۲	العرف الشذی	علامہ محمد انور شاہ کشمیری
۸۳	عارضۃ الأحوذی	امام ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن عربی مالکی (۴۶۸-۵۴۳ھ)
	(ف)	
۸۴	فتح الباری	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۳ھ)
۸۵	فتح الملہم	علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ)
۸۶	الفتح الربانی	علامہ احمد عبد الرحمان بنا ساعاتی
۸۷	فتح المغیث	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی (۸۳۱-۹۰۲ھ)
۸۸	فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرؤف المناوی (۱۰۳۱ھ)
	(ک)	
۸۹	کنز العمال	علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی (-۹۷۵ھ)
۹۰	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن شیبانی (۱۳۲-۱۸۹ھ)
۹۱	کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی (-۱۱۶۲ھ)
۹۲	کتابت حدیث عہد رسالت و عہد صحابہ میں	مفتی محمد رفیع عثمانی
۹۳	الکتاب المصنف فی الأحادیث و الآثار	ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ (-۲۳۵ھ)

۹۳	كشف الغمه	امام عبدالوہاب شعرانی (-۹۷۳ھ)

(م)

۹۵	مسند أحمد	امام احمد بن حنبل شیبانی (-۲۴۱ھ)
۹۶	مشكوة المصابيح	شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب بغدادی
۹۷	مرقاة المفاتيح	علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری (-۱۰۱۴ھ)
۹۸	المؤطأ	امام ابو عبداللہ مالک بن انس اصبحی (۹۵-۱۷۹ھ)
۹۹	المؤطأ	امام محمد بن حسن شیبانی (۱۳۲ - ۸۹ھ)
۱۰۰	المصنف	امام حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ)
۱۰۱	الموضوعات الكبرى	ابو الفرج عبدالرحمن جوزی بغدادی (-۵۹۷ھ)
۱۰۲	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی (۷۳۵-۸۰۷ھ)
۱۰۳	المستدرك	حافظ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیساپوری
۱۰۴	مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر پٹنی (۹۱۳/۹۱۴-۹۸۶ھ)
۱۰۵	موارد الظمآن	حافظ نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی
۱۰۶	المقاصد الحسنة	علامہ محمد عبدالرحمن سخاوی (۸۳۱-۹۰۲ھ)
۱۰۷	المعجم الكبير	امام ابوالقاسم سلیمان طبرانی (۲۶۰-۳۶۰ھ)
۱۰۸	المعجم الأوسط	امام ابوالقاسم سلیمان طبرانی (۲۶۰-۳۶۰ھ)
۱۰۹	مجمع البحرين في زوائد المعجمين	حافظ علی بن ابوبکر ہیثمی
۱۱۰	معارف السنن	مولانا سید محمد یوسف حسینی بنوری (-۱۳۹۷ھ)
۱۱۱	مقدمة ابن الصلاح في علوم الحديث	ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری ابن صلاح (-۶۴۳ھ)

۱۱۲	موسوعة حياة الصحابيات	محمد سعید مبیض
۱۱۳	ميزان الاعتدال	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (- ۷۴۸ھ)

(ن)

۱۱۴	نصب الراية	امام ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی (- ۷۶۲ھ)
۱۱۵	نيل الأوطار	علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی (۱۱۷۳ھ - ۱۲۵۰ھ)
۱۱۶	نزهة الفضلاء	شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (- ۷۴۸ھ)

فقہ و اصول و قواعد فقہ

(الف)

۱۱۷	امداد الفتاوی	مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ)
۱۱۸	احسن الفتاوی	مولانا مفتی رشید احمد، پاکستان
۱۱۹	اسلام اور جدید معاشرتی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (حفظہ اللہ ورعاہ)
۱۲۰	اسلام اور جدید میڈیکل مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (حفظہ اللہ ورعاہ)
۱۲۱	الأشباه والنظائر	علامہ زین الدین ابن نجیم مصریؒ (۹۲۶ - ۹۷۰ھ)
۱۲۲	الأحكام السلطانية	قاضی ابوالحسن ماوردی
۱۲۳	اسلامی شادی	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ)

(ب)

۱۲۴ البحر الرائق — علامہ زین الدین ابن نجیم مصریؒ (۹۲۶-۹۷۰ھ)

۱۲۵ بدایة المجتهد — ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی (۵۲۰-۵۹۵ھ)

۱۲۶ بدائع الصنائع — علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانیؒ (-۵۸۷ھ)

۱۲۷ بلوغ المرام — علامہ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲ھ)

(ت)

۱۲۸ تبیین الحقائق — علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی (-۷۴۳ھ)

۱۲۹ تبصرة الحکام — علامہ برہان الدین ابوالوفا ابراہیم ابن فرحون مالکی

۱۳۰ تقریرات رافعی علی رد المحتار — علامہ عبدالقادر رافعی فاروقی حنفی

۱۳۱ التوضیح لمتن التنقیح — احمد بن جمال الدین عبداللہ محبوبی (-۷۴۷ھ)

۱۳۲ التعریفات الفقهية — مفتی سید عمیم الاحسان مجددی

(ج)

۱۳۳ الجوهرة النيرة — شیخ الاسلام ابوبکر علی بن محمد حدادی یمنی (-۸۰۰ھ)

۱۳۴ جامع الرموز — علامہ محمد بن حسام الدین قہستانی

۱۳۵ جدید فقہی مسائل — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (حفظہ اللہ ورعاہ)

۱۳۶ جواہر الفقہ — مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (-۱۳۱۴ھ)

(ح)

۱۳۷ الحيلة الناجزة — مولانا اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ)

۱۳۸ حاشية الرافعي على الأشباه والنظائر — عبدالقادر رافعی فاروقی

۱۲۹ حاشية الحموي على الأشباه والنظائر — سید احمد بن محمد حموی حنفی

۱۳۰ حلال و حرام — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (حفظہ اللہ ورعاہ)

(خ)

۱۳۱ خلاصه الفتاوی — امام طاہر بخاری

۱۳۲ خرشي (حاشيه) — علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی خرشی

(د)

۱۳۳ الدر المنتقى في شرح الملتقى — محمد بن علاء الدین حصکفی دمشقی (۱۲۵- ۱۰۸۸ھ)

۱۳۴ الدر المختار — محمد بن علاء الدین حصکفی دمشقی (۱۲۵-۱۰۸۸ھ)

۱۳۵ درر الحكام — علامہ قاضی ملا خسرو حنفی

(ر)

۱۳۶ روضة الطالبين — علامہ ابوزکریا محی الدین شرف النووی (۶۳۱ - ۶۷۶ھ)

۱۳۷ رد المحتار — علامہ محمد امین عابدین بن عمر عابدین شامی (۱۱۹۸-۱۲۵۲ھ)

۱۳۸ رسم المفتي — علامہ محمد امین عابدین بن عمر عابدین شامی (۱۱۹۸-۱۲۵۲ھ)

۱۳۹ رحمۃ الامۃ — ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن عثمانی دمشقی شافعی

(س)

۱۵۰ سراجی — علامہ محمد ابوطاہر سراج الدین سجاوندی (---۸۰۰ھ)

(ش)

۱۵۱ شرح الفقه الأكبر — ملا علی بن سلطان محمد القاری

۱۵۲ شرح الفقه الأكبر — مولانا ابوالمحامد اکرم مکی

۱۵۳ الشرح الصغیر — علامہ احمد بن محمد عدوی دردیرؒ (-۱۲۰۱ھ)

۱۵۴ شرح اللکھنوی علی الھدایۃ — مولانا عبد الحی فرنگی محلی لکھنویؒ (۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ)

۱۵۵ شرح القواعد الفقھیۃ — شیخ احمد بن زرقاؒ

۱۵۶ شرح مجلہ (اردو) — اسلام آباد پاکستان

(ط)

۱۵۷ طحطاوی علی الدر — سید احمد طحطاوی (-۱۲۳۰ھ)

۱۵۸ طحطاوی علی مراقی الفلاح — علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی (-۱۲۳۰ھ)

۱۵۹ الطرق الحکمیۃ — علامہ ابو عبد اللہ محمد زرعی دمشقی ابن قیم جوزیہ (۶۹۱-۷۵۱ھ)

(ع)

۱۶۰ العنایۃ شرح الھدایۃ — علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی (-۷۸۶ھ)

(غ)

۱۶۱ غرر الأحکام — علامہ ملا خسرو (-۸۸۵)

۱۶۲ غنیۃ الناسک — مولانا الحاج حسن شاہ پشاوری مہاجر مکی

(ف)

۱۶۳ الفقہ الأکبر — منسوب بہ امام اعظم ابو حنیفہؒ

۱۶۴ فتح القدیر — علامہ محمد بن عبد الواحد المعروف ابن ہمامؒ (۷۸۸-۸۶۱ھ)

۱۶۵ الفتاوی الخانیۃ — علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی فرغانی قاضی خان (-۲۹۵ھ)

۱۶۶ الفتاوی الھندیۃ — شیخ نظام و جماعۃ علماء ہند

نمبر	کتاب	مصنف
۱۶۷	فتاوی ابن تیمیة	احمد بن تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸ھ)
۱۶۸	الفتاوی البزازیة	شیخ حافظ الدین محمد بن محمد ابن بزاز کردری (-۸۲۷ھ)
۱۶۹	الفتاوی التاتار خانیة	علامہ عالم بن علاء الانصاری اندر پتی دہلوی (-۷۸۶ھ)
۱۷۰	فتاوی سراجیة	علامہ سراج الدین اودی (-۸۲۹ھ)
۱۷۱	الفقه الإسلامي وأدلته	ڈاکٹر وہبہ زحیلی
۱۷۲	الفقه علی المذاهب الأربعة	عبدالرحمن جزیری
۱۷۳	فقه السنة	سید سابق
۱۷۴	فتح العلي المالك	شیخ ابو عبداللہ محمد احمد علیش (-۱۲۹۹ھ)
۱۷۵	فواتح الرحموت	علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری
۱۷۶	فتاوی عبدالحی	مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی (۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ)
۱۷۷	فتاوی علماء اہل حدیث	
۱۷۸	فتاوی ثنائیہ	مولانا ثناء اللہ امرتسری
۱۷۹	فتاوی رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ)
۱۸۰	فتاوی دار العلوم	مفتی عزیز الرحمن عثمانی (۱۳۴۷ھ)
۱۸۱	فتاوی رحیمیہ	مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری (-۱۴۲۲=۲۰۰۱ء)
۱۸۲	فتاوی رضویہ	مولانا احمد رضا خاں بریلوی

(ق)

نمبر	کتاب	مصنف
۱۸۳	المختصر	امام ابوالحسن قدوری (۴۲۸ھ)
۱۸۴	قنیة	مختار بن محمد زاہدی (-۶۵۸ھ)
۱۸۵	قواعد الفقه	مفتی سید عمیم الاحسان مجددی

نمبر	کتاب	مصنف
۱۸۶	القواعد الفقهية	مفتی سید عمیم الاحسان مجددی
۱۸۷	القواعد الفقهية	علامہ ابن قیم جوزی

(ک)

نمبر	کتاب	مصنف
۱۸۸	الكافي	علامہ عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسیؒ (۵۴۱-۶۲۰ھ)
۱۸۹	کبیری (حلبی کبیر)	شیخ محمد ابراہیم حلبی (-۹۵۶ھ)
۱۹۰	كتاب الخراج	امام ابو یوسف (۱۸۲ھ)
۱۹۱	الكفاية شرح الهداية	علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی
۱۹۲	كتاب العشر و الزكوة	مولانا عبدالصمد رحمانی
۱۹۳	كتاب الكبائر	حافظ شمس الدین عبداللہ ذہبی
۱۹۴	كتاب الفسخ والتفريق	مولانا عبدالصمد رحمانی
۱۹۵	كشاف القناع	
۱۹۶	کفایت المفتی	مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ دہلوی (۱۲۹۲-۱۳۷۲ھ)
۱۹۷	كنز الدقائق	علامہ ابو البرکات حافظ الدین عبداللہ احمد نسفی (-۷۱۰ھ)

(ل)

نمبر	کتاب	مصنف
۱۹۸	لباب المناسك	علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)

(م)

نمبر	کتاب	مصنف
۱۹۹	المبسوط للسرخسي	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسیؒ (۴۰۰-۴۸۳ھ)
۲۰۰	مجمع الأنهر	عبداللہ بن شیخ محمد بن سلیمان، المعروف بہ: داماد آفندی
۲۰۱	منحة الخالق على البحر	علامہ محمد امین عابدین بن عمر عابدین شامیؒ (۱۱۹۸-۱۲۵۲ھ)
۲۰۲	مراقي الفلاح	شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی (۱۰۶۹ھ)
۲۰۳	المغني	علامہ ابو الفرج ابن قدامہ مقدسیؒ (۵۹۸-۶۸۲ھ)

۲۰۴ المدونة الكبرى — علامہ سحنون بن سعید تنوخی (۲۴۰ھ)

۲۰۵ المجموع — علامہ ابو زکریا محی الدین شرف النووی (۶۳۱-۶۷۶ھ)

۲۰۶ مقدمه شرح مهذب — علامہ ابو زکریا محی الدین شرف النوویؒ (۶۳۱-۶۷۶ھ)

۲۰۷ مغني المحتاج — علامہ محمد شربینی (۹۷۷ھ)

۲۰۸ مالا بد منہ — قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۱۴۳-۱۲۲۵ھ)

۲۰۹ معين الحكام — علامہ علاء الدین ابو الحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی

۲۱۰ المستصفى — امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی (-۵۰۵ھ)

۲۱۱ منتخبات نظام الفتاوی — مولانا سید نظام الدین اعظمیؒ

۲۱۲ مختصر المزني — امام اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی شافعی (-۲۶۴ھ)

۲۱۳ مجموعہ قوانین اسلامی — مرتب آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ

۲۱۴ الموافقات للشاطبي — ابو اسحاق شاطبی (۷۹۰ھ)

۲۱۵ الموجز في أصول الفقه — مولانا عبید اللہ اسعدی (دامت برکاتہم)

۲۱۶ مرآة الأصول في

شرح مرقاة الوصول — علامہ ابن فرامرز خسرو (-۸۸۵ھ)

۲۱۷ المحلى — ابو محمد بن علی بن احمد بن سعید بن حزم (-۴۵۶ھ)

۲۱۸ المنهاج في علم القواعد الفقهية

۲۱۹ المنثور في القواعد — علامہ زرکشی

۲۲۰ مجلة الأحكام العدليه — خلافت عثمانیہ ترکی

۲۲۱ موسوعة فقه

عمر بن خطاب — ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی

۲۲۲ الموسوعة الفقهية — وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویت۔

(ن)

۴۲۳ النهر الفائق — علامہ سراج الدین عمر ابن نجیم مصری (۔۱۰۰۵ھ)

۴۲۴ نظام الفتاویٰ — مفتی نظام الدین اعظمی

۴۲۵ نهاية المحتاج — علامہ شمس الدین محمد بن ابوالعباس مصریؒ (۔۱۰۰۴ھ)

(ھ)

۴۲۶ الهداية — امام برہان الدین علی فرغانی مرغینانیؒ (۵۱۱-۵۹۳ھ)

لغات

(ق)

۴۲۷ القاموس المحيط — علامہ مجد الدین فیروز آبادی (۸۱۷ھ)

(ک)

۴۲۸ كتاب التعريفات — علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی (۔۸۱۶ھ)

(ل)

۴۲۹ لسان العرب — علامہ ابن منظورؒ (۶۳۰-۷۱۱ھ)

(م)

۴۳۰ مبادي اللغات

۴۳۱ معجم لغة الفقهاء — محمد رواس قلعہ جی

تاریخ اور سیرت وسوانح

(الف)

۴۳۲ احياء علوم الدين — امام ابوحامد غزالی (۴۵۰-۵۰۵ھ)

۲۳۳ الاتحاف علی الاحیاء ۔ علامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا مصری (-۸۷۹ھ)

۲۳۴ اسد الغابہ ۔ علامہ عز الدین ابن اثیر ابو الحسن علی بن محمد جزری (-۶۳۰ھ)

۲۳۵ أخبار مدينة الرسول

(ب)

۲۳۶ البداية و النهاية ۔ حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر قرشی دمشقی (۷۰۰-۷۷۴ھ)

(ت)

۲۳۷ تاریخ فتوح البلدان

(ترجمہ اردو) ۔ علامہ بلاذری (۲۷۹ھ)

۲۳۸ تاریخ مکہ ۔ ابو الولید ازرقی (۲۵۰ھ)

۲۳۹ تاریخ المسجد النبوی

۲۴۰ تحفة الصوفية

۲۴۱ تذکار صحابیات ۔ طالب ہاشمی

(ر)

۲۴۲ رسول رحمت ۔ مولانا ابو الکلام آزاد

(س)

۲۴۳ سیرت النبی ﷺ ۔ علامہ شبلی نعمانی (۱۲۷۴ھ) علامہ سید سلیمان ندوی

۲۴۴ سیرت ابن ہشام ۔ ابن ہشام (۲۱۳ یا ۲۱۸ھ)

۲۴۵ سیرت حلبیہ ۔ نور الدین ابن برہان الدین حلبی (۹۷۵-۱۰۴۴ھ)

۲۴۶ سیرت حلبیہ (اردو) ۔ مولانا محمد اسلم قاسمی

۲۴۷ السيرة النبوية و المعجزات ۔ شیخ محمد بن احمد کنعان

۲۴۸	سیر إعلام النبلاء	امام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۶۷۳-۷۴۸ھ) ط: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ الطبعۃ التاسعۃ
۲۴۹	سبیل الرشاد	مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم

(ص)

۲۵۰	صفوۃ الصفوۃ	امام جمال الدین ابو الفرج ابن الجوزی (۵۱۰-۵۹۷ھ)

(ن)

۲۵۱	نبی رحمت	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی (۱۹۱۴-۱۹۹۹ء)

عقیدہ و کلام

(الف)

۲۵۲	آئینہ کمالات	مرزا غلام احمد قادیانی
۲۵۳	آئینہ صداقت	میاں بشیر الدین محمود احمد خلیفہ دوم قادیانی

(ج)

۲۵۴	جلی الصوت	مولانا احمد رضا خان بریلوی

(ح)

۲۵۵	حمایۃ البشری	مرزا غلام احمد قادیانی

(ش)

۲۵۶	شرح عقائد نسفی	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (۷۲۲-۷۹۳ھ)

(ک)

۲۵۷ کتاب الاعتصام — علامہ ابراہیم بن موسیٰ بن محمد لخمی غرناطی شاطبی (۷۹۰ھ)

(ق)

۲۵۸ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ — پروفیسر الیاس برنی

جرائد و مجلات

۲۵۹ "البحوث الإسلامیة" عربی مجلہ: ۱۳۹۷ھ

۲۶۰ سہ ماہی مجلہ — المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

۲۶۱ مجلہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (۱۰/واں سیمینار)

متفرقات

۲۶۲ تعبیر نامہ خواب — علامہ ابن سیرین

۲۶۳ حیاۃ المسلمین — مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ)

۲۶۴ حجۃ اللہ البالغۃ — شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۱۳-۱۱۷۶ھ)

۲۶۵ زبدۃ الذکیہ — مولانا احمد رضا خان بریلوی

۲۶۶ سنت نبوی اور جدید سائنس — حکیم محمد طارق محمود

۲۶۷ شب برأت کی فضیلت — مولانا نعیم الدین لاہور

۲۶۸ الیواقیت اللآلی

کتاب الفتاوی

چھٹا حصہ

المحتویات الإجمالی

اجمالی فہرست

اجمالی فہرست

عناوین	جلد	صفحہ
● انبیاء علیہم السلام سے متعلق سوالات	۱	
● جنت اور اہل جنت سے متعلق سوالات	۱	
○ **کتاب الطہارت**	۲	
● وضوء کا بیان	۲	۳۷
● غسل کا بیان	۲	۵۸
● استنجاء کا بیان	۲	۶۷
● پانی کا بیان	۲	۷۷
● نجاست اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا بیان	۲	۸۰
● تیمم کا بیان	۲	۹۳
● حیض ونفاس کا بیان	۲	۹۵
○ **کتاب الصلاۃ**	۲	
● نماز کے اوقات	۲	۱۱۷
● جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے	۲	۱۲۵
● اذان اور اقامت کا بیان	۲	۱۲۸
● نماز کی شرائط، ارکان، واجبات اور سنتوں کا بیان	۲	۱۵۷
● نماز میں قراءت	۲	۱۹۰
● نماز فاسد کردینے والے اور مکروہ امور کا بیان	۲	۲۰۸
● جماعت کا بیان	۲	۲۶۹